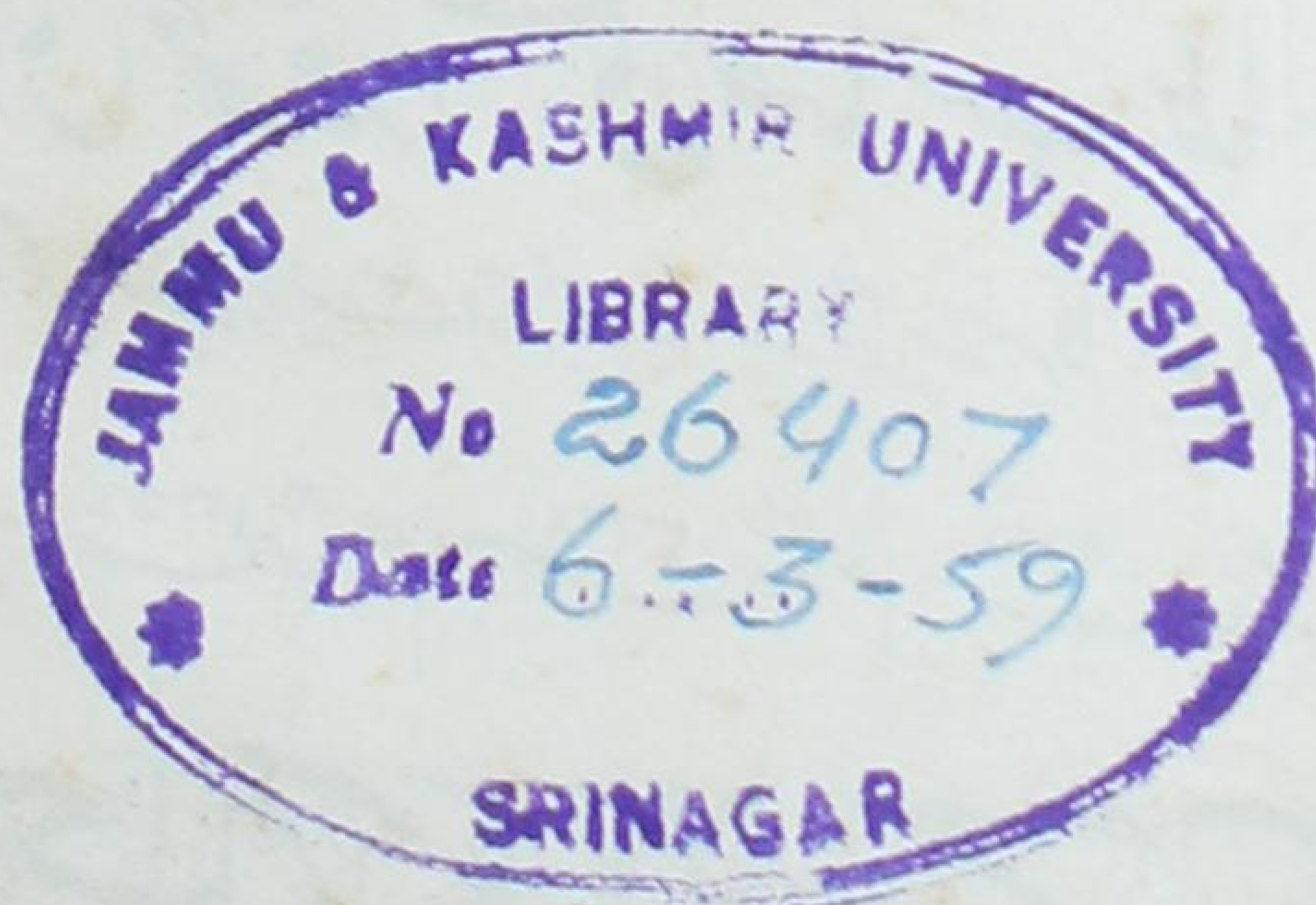
Dave [illegible] #




JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
No 26407
Date 6-3-59
SRINAGAR

فہرست مضامین

تاریخ فیروز شاہی (عفیف)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هو الله الاحد

تاریخ فیروز شاہی

عفیف

اللہ نے فرمایا ہے کہ نہیں جانتے اُس کی تاویل مگر اللہ اور وہ اشخاص جو علم میں راسخ ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بادشاہوں کے قلوب پر الہام ربانی کا نزول ہوتا ہے۔

پروردگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے، جس میں کسی چون وچرا کی گنجائش نہیں ہے، اور جو تمام مُلک و ممالک کا پیدا کرنے والا ہے، حکمت کی بنا پر دو مملکت بحد استحکام و طریق فرماں روائی کے ساتھ خلق فرمائیں۔ ایک دُنیاوی مملکت ہے جو ہزاراں ہزار کرشمہ وناز وزینت وزیبائی کے ساتھ ہمارے روبرو جلوہ نما ہے۔

اس مملکت کا جاہ دل رُبا اور اس کی آواز ہوش افزا، اس کا دیدار بصیرت افروز اور اس کی خوشبو روح و دماغ پرور ہے۔

ہاتھ اس کے حاصل کرنے میں کوشاں اور پاؤں اس کے طلب کرنے میں رواں ہے۔

اس کے خد وخال پر ایک عالم شیدا ہے اور ہر شخص اس کی تعریف وتوصیف میں
باوجود ناکام ہونے کے ہر دم گویا ہے۔ غرضکہ یہ مملکت دُنیاوی، آخرت کے لئے بہترین
کھیتی ہے جیسا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ
(دُنیا آخرت کی کھیتی ہے)۔

دوسرے، مملکت آخرت ہے جس میں بیحد وبیشمار بزرگی ونعمت موجود ہے۔
یہ مملکت نیک افعال افراد کا مخصوص مکان اور نیکوکار اصحاب کا قصر عظیم الشّان ہے۔
حضرات ابرار اس پر شیدا اور اصحاب خوب رفتار اس کے عاشق وفریفتہ ہیں۔
یہی عالم ستمگاروں کی بیقراری کی اصل تمنّا ہے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے
کلام میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ صانع باکمال نے جو علیم وقدیر ہے اپنی قدیم قدرتِ کاملہ وحکمتِ بالغہ
کے ساتھ لطف وکرم وشفقت سے بھی کام فرمایا اور روزِ ازل بیحد استقامت کے ساتھ
بیشمار اسباب نعمت ومتاع ودولت ان ہر دو ممالک میں پیدا فرمائے۔ چنانچہ
مملکت دنیاوی کی خوبیوں سے ان الفاظ میں آگاہ فرمایا:۔ زین للناس حب الشھوات
من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ
والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذالك متاع الحیوۃ الدنیا۔

اور مملکت آخرت کی بابت ارشاد فرمایا کہ اس عالم میں انہار واشجار کی بشیار نعمتیں
موجود ہیں اور اس نداء ین رموز لطیف کو شریف ومقدس انداز بیان میں اس طرح
ادا فرمایا کہ جنات عدن تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا۔

پروردگار عالم نے ان ہر دو مملکت کی حکومت کا تاج حضرت شاہ انبیا کے فرق مبارک پر
رکھا اور ہر دو عالم کی فرماں روائی کی قبا شہنشاہ اصفیا کے بدن مبارک پر درست فرمائی۔
حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس وبرگزیدہ بارگاہ اصحاب تجرید
وارباب تفرید کی طرح مقام طلب میں استادہ ہے لیکن ماسوئی سے بے تعلق ہو کر
مالک لامکان کی طلب میں حیران وسرگردان ہے۔ حضرت شہنشاہ اصفیا نے سوا
خالق ذوالجلال کے ہر دو مملکت کی کسی شئے کی تمنّا وآرزو نہیں کی جیسا کہ خدائے کریم
فرماتا ہے کہ ما زاغ البصر وما طغیٰ۔

شعر مذکور خدا طلبی کے رموز کا بہترین ترجمان ہے۔

انا الموجود فاطلبنی تجدنی وان لم تطلب سوائی لم تجدنی
میں موجود ہوں، مجھ کو طلب کرو گے تو پاؤ گے اور اگر میرے سوا کسی شے کو طلب کرو گے تو مجھ کو نہ پاؤ گے۔

دُنیا جم را و قیصر و خاقاں را تسبیح فرشتہ را اصفار ضواں را
دوزخ بدرا، بہشت مرنیکاں را جاناں مرا و جان ما جاناں را

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ساغر لطیف کا ایک جرعہ دو باعزت گروہ کو عطا فرمایا اور علما و مشائخ یقین و سلاطین طالبان دین کو اس کے مزے سے آشنا کیا۔ حضرت نے ان ہر دو گروہ کی بابت چند ایسے کلمات ارشاد فرمائے جس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوا چنانچہ علمائے دین و مشائخ کے بابت صاف و صریح و نیز کنایہ و اشارہ میں ارشاد فرمایا کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ۔ شیخ اپنی قوم میں وہی مرتبہ رکھتا ہے جو نبی کو اُسکی امت میں حاصل ہے۔ اسی طرح بے شمار ارشادات کے اشاروں سے احوال سلاطین سے آگاہ فرمایا اور بصارت افروز انوار کے ذریعے سے دینی پیشواؤں کی پیروی کرنے کی غرض سے اہل عالم کی آنکھ کو بینا و روشن فرمایا۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ لولا السلطان لاکل الناس بعضہم بعضاً۔ اگر بادشاہ نہ ہوتا تو بعض انسان بعض کو کھا جاتے۔

اگرچہ ان مقامات کی حد و نہایت نہیں ہے اور ان کو کسی تعداد میں حصر کرنا وہم و فکر کے دائرے سے خارج ہے اور ہر مقام کے فوائد و اُس کی حقیقت کا سرچشمہ بحر جیحون کی طرح رواں اور اُس کی تہ کی گہرائی دریائے سیحون کی عمق کی طرح بے پایاں ہے اس لئے بندۂ ضعیف یعنی شمس سراج عفیف جو تاجداران عالم کی تاریخ کا مورخ ہے اپنی فہم کے دفینۂ گنجینہ اور اپنے وہم کے سفینے سے چند گوہر آبدار پیش کرتا ہے۔ اور ان آبدار گوہروں کی جو مقامات سلاطین و مشائخ ہے، مثل و تمثیل کے طور پر شرح کرتا ہے۔

بندۂ ضعیف ہر اس جوہر عقل کی مقامات اہل سلوک و درجات زمرۂ ملوک کی روشن چراغ میں عقلی دلائل و نقلی کنایات سے شرح کرتا ہے اور کلام مجید و فرقان حمید سے تبرک حاصل کرکے قول الٰہی کے کہے مطابق واتممنا ھا بعشر ان مقامات کو بھی وہی قرار دیتا ہے۔

سلکِ سخن را چو دُر افشاں کنیم پیشکشِ حضرتِ سلطاں کنیم

اوّل مقام، مقامِ شفقت ہے۔

یہ گوہر آبدار دریائے وہبی کے قعر سے نکل کر عالم آب و گل میں ملت اور ارواح عالم میں تاثیر کرتا ہے، یعنی اس کا اصل مسکن قلب انسانی ہے جہاں سے اُس کی شعاع آب و گل کے باشندوں پر پڑتی اور اُس کو منور کرتی ہے۔ اس روشن و تاباں جوہر کی اصل حقیقت حضرت پروردگار کے انوار سے منوّر و تاباں ہے اور اسی مقام کی خبر خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس طرح دی ہے کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو) چنانچہ تمام علما و مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام خلائق پر پدر و مادر سے زیادہ شفیق و مہربان ہیں۔ یہ حضرات طالبانِ مقصود کو مطلوب تک پہنچاتے اور محبوب کے تلاش کرنے والوں کو بزرگی و برتری کی راہ دکھاتے ہیں۔

تمام خلقت پر عظیم الشان احسان کرتے اور اپنی تربیت و تعلیم سے اُن کو کامل بناتے اور شفقت و لطف کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں۔

تمام خلقت خدا علما و مشائخ کی محتاج ہے۔

اسی طرح سلاطین عالم جو یقین کی تاثیر سے مستفید ہیں تمام مخلوق پر شفقت قلبی سے مہربانی فرماتے اور باوجود اس کے کہ خود عظیم الشان مرتبے پر فائز ہیں ہر مخلوق کی تربیت فرماتے۔

یہ گروہ عالی مرتبہ ہوتے پر عامۂ خلائق کو اپنے باران کرم سے فیضیاب کرتا ہے اور ہوشیاری و ہمت کے عالم میں ابر باراں کی طرح خلقت پر احسان و کرم کے موتی برساتا ہے

سلاطین عالم کا گروہ اپنے سے دور افراد کو خفیہ انعام و اکرام سے شاد کرتا ہے اور اپنے نزدیک اشخاص کو اپنے عظم و جاہ سے حیران بنا کر غیرت کی آگ سے اُن کے قلوب کو پگھلاتا ہے۔

بادشاہان عالم بیگانہ افراد کو دائرۂ یگانگی میں داخل کرتا اور یگانوں کی کثرت لطف و کرم و لذت مہر و محبت سے دوستی و محبت میں روز افزوں اضافہ کرتے ہیں۔

بہتر فرقے کے انسان ایک ہی بادشاہ کے سائے میں آرام پاتے ہیں۔
اگر خدانخواستہ کسی وقت سلاطین کی زبان سے بے مہری کا لفظ نکلتا ہے یا یہ کہ جبر و زیادتی کا خطرہ بھی ان کے دل میں گزرتا ہے تو ایک عالم کو جان و مال کا نقصان پہنچتا ہے اور ہر شخص آب و نان کے غم سے بےچین و بیقرار ہوتا ہے۔
کیخسرو نے اپنے وزرا سے ان امور کا سوال ان الفاظ میں کیا:۔
"بادشاہوں کے قلب میں بے مہری کے خطرے کا گزرنا اور فرماں روا طبقے کی بے لطفی خلائق کے حق میں کیا اثر رکھتی ہے"۔
وزرا نے جواب دیا کہ اس کی بعینہٖ یہ مثال ہے کہ جس طرح بلا کسی کوشش و سعی کے اور بغیر موجودوں کی تلاش و تمنا کے کسی ایک فرد کی حکمت سے ایک ہی زبان پر شیرینی و ترشی کا ذائقہ پیدا ہو جائے۔
غرضکہ گوہر شفقت کی قیمت بے اندازہ ہے جس کو صرف مشائخ اہل یقین جانتے ہیں اور اس قدر و قیمت کا اندازہ صرف سلاطین طالبان دین ہی کر سکتے ہیں۔
سلاطین کے قلوب میں جس قدر مادۂ شفقت زیادہ موجزن ہو گا اسی قدر اُن کی نیکنامی کا آوازہ تمام عالم میں زیادہ بلند ہو گا۔
تاجداران عالم کے لئے گوہر شفقت وہ دولت ہے جس کی قیمت کا اندازہ کرنا مشکل ہے اور وہ دولت انعمت ہے جس کی قدر کو سمجھنا محال ہے۔
حضرت مشفق کونین، مربئ دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی امر کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔
حضور اقدس فرماتے ہیں کہ التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ صدق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
مقام دوم، عفو ہے ۔ مرتبۂ عفو پروردگار کی انتہائی ہیبت اور اُس کی جباری کی بے پایاں عظمت سے پیدا ہوتا ہے۔ خدائے برتر کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ افحسبتم انما خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون۔
علما و مشائخ الوہیت کے قہر کی ہیبت اور ربوبیت کی سطوت کی زیادتی سے دریائے حیرت میں بےہوش و غرق اور میدان تفکر میں مدہوش ہیں۔

ان حضرات کا یہ حال ہے کہ اپنی طاعت کو بھی معصیت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنی قابل ثواب عبادت کو بھی گناہ خیال کرتے ہیں۔
اپنے اعمال کا تخم خوف و رجا کی زمین میں بوتے اور تمام خلائق پر عفو کی نظر ڈالتے ہیں۔
خدا کی جناب میں تمام بندوں کی شفاعت کے لئے دعا کرتے ہیں۔
حدیث شریف میں وارد ہے کہ الدعاء مخ العبادۃ۔ یعنی دعا عبادت کا مغز ہے۔ اس لئے ان حضرات کا اسی ارشاد پر عمل ہے۔
اسی طرح سلاطین روزگار بھی اپنے علم الیقین سے عفو کو اپنا شعار اور حلم و بُردباری کے گیند کو علم کے میدان میں ہمّت و جرأت کے ساتھ لے جاتے ہیں۔
ان فرماں روایان عالم کا یہ حال ہے کہ اپنی سعادت ازلی سے ایسے اعمال و افعال اُن سے صادر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے خدا کی نعمتیں اُن پر بارش کی طرح برستی ہیں۔
اس گروہ کی تعریف حدِ بیان سے باہر اور ان میں بعض حضرات کے تقوے کا تو یہ عالم ہے کہ ہمہ قسم کے خرد و بزرگ گناہوں سے ان کا دامن پاک ہے۔
ہارون رشید جیسے بامراد فرماں روا نے ایک ضعیفہ کے پسر کو کچھ نقصان پہنچایا۔
ضعیفہ نے خلیفہ کے حضور میں حاضر ہو کر بحث کی لیکن جب اس کا اثر مترتّب نہ ہوا تو ضعیفہ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اور اپنے سوختہ دل سے پروردگار کی بارگاہ میں فریاد کی۔
اجابت دعا کے دل ہلا دینے والے خوف سے خلیفہ کا قلب و جگر تھرانے لگا اور بادشاہ نے پیرزال کو بیش بہا خلعت عطا فرما کر اُس کو شاد کیا۔
منادی نے ندا دی کہ یہی امر عفو بہترین فعل و کامل ترین عمل ہے۔
عفو کا ہونا انھی سلاطین کی کسوٹی پر کسا جاتا ہے اور حلم و بردباری کے دُرِ شاہوار انھی کی شفقت کے دریا میں پائے جاتے ہیں۔
واضح رہے کہ عفو و حلم وہ صفات ہیں جن کا ظہور بہترین طریقے پر سلاطین ہی کے عمل و فعل سے ظاہر ہوتا ہے۔
اس بلند پایہ مقام اور اس باعزّت بارگاہ میں گرد و غبار کا نام نہیں ہے اور عفو تقصیر کی بارگاہ ہمیشہ صاف و شفاف رہتی ہے۔

چنانچہ سردار دو عالم شفیع دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ اذا تسمع تسمع یعنی جب تم دوسروں کی فریاد سنوگے تو تمھاری دعا بھی سنی جائے گی۔

تیسرا مقام، مرتبۂ **عدل و فضل** ہے۔ یہ مقام خدائے قیوم کے خوف کا نتیجہ ہے، جس کے ذریعے سے خود پروردگار نے اس طرح آشنا فرمایا ہے ونما تو بالقسطاس المستقیم (صحیح و راست ترازو میں وزن کرو)

چنانچہ علما و مشائخ نے ہر حال میں عدل و انصاف کو شعار بنایا ہے اور ہمیشہ فضل و بزرگی حاصل کرنے میں سعی و کوشش فرمائی ہے۔

اس مقدس گروہ نے ہر حال میں عدل کے آئینے میں ہر امر کا مشاہدہ کیا ہے۔

انسان کا فریضہ ہے کہ قیل و قال کی بحث سے چہرۂ جمال کو غبار آلود نہ کرے اور اپنے کمال میں کسی قسم کے نقصان کو گوارا نہ کرے۔

ان بزرگوں نے سلوک کے ہر مرتبے پر فائز ہو کر عدل و فضل کو اور زیادہ مستحکم کیا ہے۔

خلائق کو دینی نعمتوں سے فیضیاب کیا ہے اور خود دولت دنیادی کو اس خدمت کے لئے قربان کیا ہے۔ عالم لطائف میں مشائخ کا یہ قول عالم لطائف میں مشہور ہے کہ الشیخ یحیی و یمیت ای یحیی القلب و یمیت النفس (شیخ قلب کو زندہ اور نفس کو مردہ کرتا ہے)۔

اسی طرح گروہ سلاطین نے بھی اہل سلوک کی تقلید کی اور اپنے عہد حکومت میں ہمیشہ عدل کو بلند اور فضل و بزرگی کے علم کو بالا کیا ہے۔

ان سلاطین کا ہمیشہ مقصد یہ رہا کہ کوئی مظلوم مغموم و رنجیدہ نہ رہے اور زبردست اپنی قوت بازو کے غرور سے زیر دست کو آزار نہ پہنچائے۔

فرماں روایان عالم نے اسی خیال کو مد نظر رکھ کر ہمیشہ بارگاہ عدل و فضل کو آراستہ و برقرار کیا ہے۔

سلاطین عالم اپنے عدل سے مظلوم افراد کی دادخواہی فرماتے ہیں اور انوار فضل سے مسکین و محتاج اشخاص کو سرفراز فرماتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ شاہ عزالدولہ کے ملازمین نے ایک ضعیفہ کی مادہ گاؤ کو بجبر ذبح کر دیا۔ عزالدولہ نے ضعیفہ کے حق میں یہ انصاف کیا اور اس طرح اس کو

سرفراز و شاد فرمایا ہے کہ بجائے ایک گائے کے اُس کو گیارہ جانور عطا فرمائے
جس میں ایک گائے عدل و انصاف کا اور دس جانور فضل و کمال کا
عطیہ تھے۔

سچ ہے کہ اس قسم کی طاعت سے گناہ ثواب ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
خود فرمایا ہے کہ یبدل اللہ سیئاتہم حسنات۔ عادل کونین و برگزیدہ دارین
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ ایک ساعت کا عدل سات سال کی عبادت
سے افضل و بہتر ہے۔

چوتھا مقام، معائنہ و محاربہ ہے۔ حکم پروردگار کی بجا آوری سے انسان
اس مقام پر فیضیاب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (مشرکین کو
قتل کرو جس طرح بھی تم اُن کو پاؤ) مقاتلہ ظاہری عمل ہے اور محاربہ باطنی فعل ہے۔
علما و مشائخ میدان مسجد میں عالم راز و نیاز یعنی نماز میں صفوف درست
فرماتے ہیں اور دیگر اشخاص امام کے عقب میں نماز کی نیت باندھتے ہیں۔
اس کی مثال قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے والصافات صفا
غرضکہ یہ مقدس گروہ نماز میں ابلیس مردود و نیز اپنے نفس امارہ پر خدا
کی عنایت و مہربانی سے فتح حاصل کرتے ہیں اور خدائے رحیم و کریم کی مرحمت کے غنائم سے
مالا مال ہوتے ہیں۔

اس عطائے ربانی کا نشان قطعاً واضح ہے جیسا کہ خود پروردگار نے ارشاد
فرمایا ہے کہ سارعوا الی المغفرۃ یعنی یہ حضرات مغفرت و رحمت کی طرف
دوڑتے ہوئے جاتے ہیں۔

طالب اسرار روحانی خواجہ عین القضاۃ ہمدانی نے تمہیدات میں اس
مقام پر موتی پروئے ہیں اور فرمایا ہے کہ انبیا علیہ السلام قبر میں نماز ادا کرتے ہیں۔
غرضکہ پیش روان امت اور اُن کے سچے معتقد گور کے تہ خانے میں بھی
راز کی طلب میں مقام نیاز پر استادہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح سلاطین عالم مقال کے وقت
جلالت کے میدان اور شجاعت کے مقام پر مجاہدین ملت کی صفیں آراستہ فرماتے ہیں۔

یہ طالب حق گروہ دشمن سے دست و گریبان ہوکر اس حالت مثال میں جان کو ہتیلی پر رکھتا اور اپنے کو خدا کے سپرد کر کے جہاد کے دریا میں غوطے کھاتا اور ہر غوطے میں بے حد لطیف و شریف جوہر و گوہر حاصل کرتا ہے۔ مجاہدان ملت خدائے برتر کے رحم اور اُس کی عطا سے اوّل میدان کارزار میں مظفر و منصور ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد مال غنیمت جو خدا نے اُن کو عطا فرمایا ہے اپنے درمیان تقسیم فرماتے ہیں۔

اس مقام کی بشارت بھی پروردگار عالم نے اپنے کلام میں دی ہے۔

مجاہد دارین و بہادر کونین و شہنشاہ علما و سلاطین صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جدال و قتال کو لطف و مرحمت کے خلعت عطا فرمائے ہیں اور کرم و عطا کے شراب خانہ شفقت سے تربیت و تعلیم کے ہوش ربا جام عطا فرمائے ہیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصیح ارشاد فرمایا ہے کہ الجنۃ تحت ظلال السیوف (جنت تلوار کے سائے میں ہے)۔

مقام پنجم۔ مرتبۂ ایثار و افتخار ہے۔

پروردگار کے لطف و کرم سے مستفید و مالا مال ہوکر انسان اس مرتبے کو اختیار کرتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (لن تنالوا البر حتی تنفقو مما تحبون (تم ہر گو نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ خدا کی راہ میں اُس شئے کو نہ صرف کرو جس کو تم عزیز و دوست رکھتے ہو)۔

علما و مشائخ اپنے غایت لطف و کرم سے دین و دُنیا کی نعمتیں خلایق کو عطا فرماتے ہیں۔

میخانۂ وحدت سے جو شراب اُنس کہ ان حضرات کو عطا ہوئی ہے اُسی مےُ وحدت کا ایک جرعہ ناکام محبت کو عطا فرما کر اُن کو بھی گوہر مقصود سے مالا مال اور اُنس و محبت کے نشہ سے سرشار فرماتے ہیں اور اہل استحقاق کو شراب محبت پلاکر اُن کو بھی حقیقت کا متوالا بناتے ہیں۔

ساقی وحدت جام اُن کے گردگردش میں لاتا اور من جاء بالحسنۃ

فلہ عشر امثالھا کے دلفریب نغمے سے مست بنا دیتا ہے۔
مرصاد العباد میں مرقوم ہے کہ ایثار کے گوہر کی قدر و قیمت حدِ بیان سے باہر ہے۔
اسی طرح سلاطین عالم اپنے ایام حکومت و دور معدلت میں تمام مخلوق پر بیشمار ایثار فرماتے ہیں۔ جو نقد و مال کہ اُن کے حضور میں جمع ہوتا ہے اُس کو طالبان و حاجتمندان دُنیا کو عطا فرماتے اور اپنی مراد سے نامراد افراد کو شاد اور اہل استحقاق کو حق ضرورت سے مستفید فرماتے ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ گوہر ایثار تاجداران عالم کے قبائے حکومت کا تکمہ اور فرماں روایان عالم کا بلند ترین تمغۂ امتیاز ہے۔ صاحب ایثار کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام قاب قوسین میں صحیح ارشاد فرمایا ہے کہ ادخال السرور فی قلوب المومنین صدقۃ (سرور و راحت کو مومنین کے قلوب میں داخل کرنا ایک قسم کا صدقہ ہے)۔
مقام ششم مرتبۂ عظمت و رعب ہے۔
یہ مقام بھی انسان کو خدا کی رحمت سے عطا ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (اطاعت کرو اللہ کی اور اُس کے رسول کی اور اُن افراد کی جو تم پر حاکم ہوں)۔
اس مقام پر بے حد و لا انتہا رموز و اسرار الٰہی ہیں جن کا اظہار نامناسب ہے جیسا کہ وارد ہے کہ کشف سر الربوبیۃ کفر (ربوبیت کے بھید کو ظاہر کرنا کفر ہے)۔
اگرچہ مشائخ کبار رضوان اللہ علیہم نے امور ظاہری کے ضمن میں امور باطنی بھی بیان فرمائے ہیں تاکہ فریقین کی عظمت و ہیبت برقرار رہے۔
یہ حضرات امامت کے مرتبے پر فائز ہو کر سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں لیکن اصحاب اوسط اس خیال وارشاد کو مدنظر رکھ کر خیر الامور اوسطہا اعتدال کی روش کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور اپنے حسب حال ہر امر میں وسط و اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ حضرات فاتبعونی کے نشہ میں سرشار اور یحببکم اللہ کے خلعت سے سرفراز و سربلند ہیں۔ ان حضرات نے ہیبت و جلالت کے ساتھ

اس لئے سلوک اختیار کیا ہے کہ خلائق کو چشم زدن میں نعمت دینی سے سرفراز فرمائیں۔
اسی طرح سلاطین اہل دین ہمیشہ عظمت و جلالت کے ساتھ رہتے ہیں۔
شہریاران عالم کی عظمت و جلال کا تکملہ اہل جہاں کے شرف کا باعث ہے اور اُن کے جاہ و جلال کا طرّہ عالم و اہل عالم کے لئے سعادت کا ذریعہ و واسطہ ہے۔
دو گوہر جس میں ایک بیحد قیمتی اور دوسرا کم قیمت ہے یعنی لطف و قہر ان کی بارگاہ کا شرف و بزرگی ہیں
بادشاہان عالم اپنی عظمت و جلالت کے مرتبے پر قائم و برقرار ہو کر کبھی تو قہر کی شراب تلخ لطف کے جام میں بھر کر دشمنوں کو عطا کرتے ہیں اور کبھی لطف کی خوش گوار شراب مہر کے ساغر میں بھر کر دوستوں کے ہاتھ پر رکھتے ہیں۔
جس وقت بادشاہوں کے قہر و غضب کا آفتاب درخشاں ہوتا ہے تو قہر لطف کے نقاب سے اپنے چہرے کو چھپا لیتا ہے اور جب فرمانروایان عالم کا قہر لطف و شفقت و مہربانی کے اُفق مشرق پر نمودار ہوتا ہے تو آفتاب قہر باوجود جلالت غضب کے جلادت کے سائے میں پناہ لیتا ہے۔
اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فریقین کا پاؤں دائرۂ ادب کے باہر نہ پڑے۔
یہ شہریاران عالم کی غیرت ہے جو اُن کو غضب کے عالم میں بھی سرمو احکام شرع سے تجاوز نہیں کرنے دیتی اور یہ اسی غیرت کا تقاضا ہے کہ سلاطین عالم لطف و مہربانی کی حالت میں سرمو بھی فروگزاشت نہیں کرتے۔ افضل موجودات و بہترین مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم نے محل لطف میں فرمایا کہ اسمح اخوانی اور قہر کے موقع پر ارشاد ہوا کہ انا غیور و اللہ اغیر منی (میں غیرتمند ہوں اور خدا مجھ سے زیادہ صاحب غیرت ہے)۔
مقام ہفتم، ہوشیاری و بیداری ہے۔ یہ مقام عقل کی زیادتی اور فہم دل کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام کی تعلیم خود خدائے برتر نے دی ہے۔
قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ یا بنی اسرائیل اذکرو نعمتی التی انعمت علیکم (اے بنی اسرائیل اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی ہے)۔

یہ اس لئے کہ بے شمار اعدائے دین گھات میں ہیں اور ہر وقت اس فکر میں ہیں کہ دین کی بینظیر و بیش قیمت دولت کو چرا لیں۔

ہر چہار اعدا ظاہری و باطنی ہر مملکت میں تیغ زنی و بیخ کنی میں مشغول مصروف ہیں۔

جس طرح کہ علما و مشائخ خدا کے فضل و کرم سے احکام الٰہی کی بجا آوری میں ہر وقت بیدار و ہوشیار رہتے ہیں اور شبانہ روز ایک لمحہ بھی غافل و بیکار نہ رہ کر عامہ خلائق کو دین کی راہ بتاتے ہیں۔ اس مقدس گروہ نے نہایت ہوشیاری کی وجہ سے شب بیداری اختیار فرمائی ہے اور روز روشن کے بے شمار فوائد کو نظر انداز فرمایا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مملکت دل و قالب آب و گل ان اعدائے اربعہ کے شر و فساد سے محفوظ و مامون رہیں۔

اس گروہ نے اپنی ہوشیاری و بیداری سے اس درجہ ترقی کی کہ کون و فساد کے تمام اسرار نہاں اُن پر منکشف ہو گئے۔

یہ قطعاً صحیح ہے کہ کسی برگ کا درخت سے جدا ہو کر زمین پر گرنا بھی ان حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے، اسی طرح شہریاران عالم کی بارگاہ تاثیر آسمانی و حکم یزدانی کی بنا پر دوست و دشمن سے خالی نہیں ہے جیسا کہ مصرع ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

چہ دشمنان حسودند و دوستان غیور

سلاطین عالم امور ملکی و معاملات مالی سے ایک دم بھی غافل نہیں رہتے۔ اگر ایک لحظہ بھی ارکان ملکی میں قلیل فروگزاشت ہو جاتی ہے تو تاجداران عالم کے قلب پر بے انتہا اضطراب طاری ہوتا ہے۔ اور اگر ایک لمحہ بھی مالی معاملات میں ایک لشر بھی ضائع ہوتا ہے تو بادشاہوں کو بیحد افسوس ہوتا ہے۔

تمام سلاطین دین پرور نے درگاہ کی بیداری اور بارگاہ کی ہوشیاری میں ہمیشہ سعی و کوشش کی ہے۔

یہ قول کہ مقام بیداری میں اپنے سے بدگمان رہنا علامت بیداری ہے، قطعاً صحیح و درست ہے۔

یہ معاملہ اس حد کو پہنچتا ہے اور سلاطین کی باخبری سے یہ نوبت ہوتی ہے
کہ بادشاہوں کی مملکت میں اگر مور ضعیف بھی بساط وفا کے باہر پاؤں رکھتی ہے
تو تاجداران عالم کی سطوت وہیبت سے اسی دم جل کر فنا ہو جاتا ہے۔
چنانچہ ہوشیار ترین مخلوقات و بیدار ترین موجودات نے قطعاً صحیح فرمایا ہے کہ
عجلوا بالصلوٰت قبل الموت (نماز کے لئے تعجیل کرو قبل اس کے کہ موت آئے)۔
مقام ہشتم، انتباہ و عبرت ہے۔ یہ مقام اللہ تعالیٰ کے خوف سے باخبر
اور اُس کے جلال کی ہیبت عظمت و کمال کی سطوت سے متاثر ہونے سے حاصل
ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ ندا فرماتا ہے کہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار
(آج کے دن سوا خدا کے جو واحد و قہار ہے کس کی حکومت ہے)۔
ظاہر ہے کہ ہر دو عالم کی مخلوق اور دین و دُنیا کے موجود تمام و کمال
اُسی خدا کے ہیں
علما و مشائخ بیچارہ و بے اندازہ خوف و بے نہایت ہراس کی وجہ سے
گزشتہ موجودات کے افعال سے آگاہ فرماتے اور اعمال صالحہ کے دامن میں پناہ
لیتے ہیں تاکہ اُن کے عمل کا جہاز اور اُن کی اُمید کی کشتی خوف و رجا کے سنگم پر
جاری و ساری رہے۔
یہ مقولہ ہے کہ پروردگار کے لطف و کرم سے یہ مقام امتیاز حاصل ہوتا ہے قطعاً
صحیح و درست ہے۔
اسی طرح سلاطین عالم بھی دین مبین کی روشنی کے مطابق تخت جاہ و جلال پر
متمکّن ہو کر بھی عبرت کا تاج سر پر رکھتے ہیں اور ہمیشہ فکر مند نظر آتے ہیں۔
یہ باعزّت گروہ میدان عبرت میں انتباہ کے مرکب پر سوار ہوتا اور عبرت
کے پیل بند کو نصرت کے لئے بڑھاتا اور نفس کے فرزیں کو شہ رخ ندامت ظاہر
کرتا ہے تاکہ ہوا و ہوس کے حریف کو مات دے یا بُرد کا دعویٰ کرے۔
یا یہ کہ اس مقام پر دائم و قائم رہتا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس خیال کے خلاف
تصوّر کرتا ہے تو نعوذ باللہ جو ر بعد الکور (راحت کے بعد رنج و غم آسانی کے بعد

دشواری) میں مبتلا ہوتا ہے۔
صدر نشین بساط قوسین و نخبۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ السعید من وعظ لغیرہٖ (یعنی نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے)۔

مقام نہم، فتح و نصرت ہے۔ یہ مقام عنایت پروردگار کی امداد و اعانت سے ہمیشہ برقرار رہتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انا فتحنا لک فتحاً مبینا (تم کو ہم نے ظاہر و صاف فتح عنایت کی)۔
پروردگار عالم کا یہ قول نصرت ظاہری و فتح باطنی ہر دو عالم کو شامل ہے۔
نصرت ظاہری عالم ملک میں حاصل ہوئی اور فتح باطنی کا ڈنکا عالم ملکوت میں جس کو مملکت قلب کہتے ہیں بجا۔
علما و مشائخ فتح دل حاصل کرنے اور اس حصار آب و گل کو قبضہ و تصرف میں لانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔
اس مقدس گروہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسرار الوہیت کے جواہر اور انوار ربوبیت کے گوہر جو تن کے خزینے اور بدن کے سفینے میں جو مدتوں میں حاصل کریں اور ان کا پائے تخت اس بلند مرتبے پر فائز ہو جہاں سے یہ حضرات اہل استحقاق و طالبان اسرار کو اس عطیے سے فیضیاب و سرفراز فرمائیں اور اس خوش گوار ذائقے کا مزہ تشنگان طلب کو چکھائیں۔
یہ حضرات اگر سو بار اپنی دوا دوش میں ناکام رہتے ہیں تو ہزار بار مردانہ وار کوشش کرتے اور رحم و کرم کے امیدوار ہوتے ہیں۔
یہ مقولہ کہ اس گروہ نے خود نہ کھایا بلکہ کھلایا اور خود نہ پہنا بلکہ اغیار کو پہنایا قطعاً صحیح و درست ہے۔
اسی طرح سلاطین دور اندیش قلعہ کشائی و مملکت کشائی کے حریص ہوتے ہیں۔
فریدوں ملک عجم کی حکومت پر قانع نہ تھا بلکہ دیگر ممالک و حصار کی

فتح کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہا۔

فرماں روایان عالم اس طرح کا جام شراب ہمیشہ نوش فرماتے اور ہمیشہ اس کام میں جان و دل سے کوشش فرماتے ہیں۔

اگر سو بار نا امید ہوتے ہیں تو ہزار امید کا دامن ہاتھ میں لے کر سعی فرماتے ہیں۔
کو من فئۃ قلیلۃ کے درخت لطف و کرم سے ما رمیت اذ رمیت کا خوش ذائقہ ثمر حاصل کرتے ہیں۔

اگر خدا کی عنایت و پروردگار کے لطف و کرم سے یہ گروہ مقام بلند و محل دل پسند پر فائز ہوتے ہیں تو بے شمار خزینے اور لطیف جواہران کے قبضے میں آتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خلق خدا کو عظیم الشان عطائیں حاصل ہوتی ہیں اور تمام عالم بجائے ایک صحرائے بے گیاہ کے سر سبز باغ بن جاتا ہے۔

ان کے دوست شاد اور دشمن پشیمان ہوتے ہیں۔

یہ مقولہ کہ (دوست کو بقا و بالیدگی اور دشمن کو فنا و کاہیدگی) قطعاً درست و صحیح نظر آتا ہے۔

اسرار ربوبیت کے قائم اور مملکت الوہیت کے حاکم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر صحیح خبر دی ہے۔

مقام دہم کیاست و فراست ہے۔ حق یہ ہے کہ یہی مقام اصل مقصود و مطلوب ہے۔

علم لدنی کے مکتوبات اور عالم حقیقت کے رموز کا نتیجہ فراست و کیاست ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (اور نہیں دیا میں نے تم کو علم مگر قلیل)۔

مقام کیاست کے فرماں روا نے معلم ازلی سے اسم اعظم کی تعلیم حاصل کی اور ارشاد فرمایا کہ علمنی ربی۔ مجھ کو میرے رب نے حقائق کی تعلیم دی۔

یہی وجہ ہے کہ ہر مرد کی فراست اور ہر شخص کی کیاست اس کی خرد و عقل کے مطابق ہے۔

علما و مشائخ نے جس مقام پر کہ قدم رکھا ہے وہیں پر دین میں رموز کیاست کا

شربت ہر دہن میں ڈالا ہے اور ہر اس مشرب میں جہاں کہ کیاست بدنی پائی گئی
اسی مقام پر وحقائق کنایہ کی جان تن میں بھی پیدا فرمائی۔
یہ مقولہ کہ (اس گروہ کے اشارات کیاست اور اس فرقے کے رموز بشارت
بہار عام کی مانند ہیں) قطعاً صحیح و درست ہے۔
علما کے رموز کی غرض سوا ان کے اغیار کو معلوم نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے کہ والراسخون فی العلم۔ اسی طرح سلاطین دین بھی رموز کیاست کے
حقائق اور اسرار فراست کے دقائق کنایات و اشارات میں بیان فرمائے ہیں۔
اور اسی حقیقت کے شربت کا ایک جرعہ ہمیشہ پیتے اور پلاتے ہیں۔
ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ گروہ خاص بلکہ اخص الخواص کو بھی اس شربت کا
ایک جرعہ نصیب ہو اور اس کلام کی شراب کا خمار اور اس کے جام کی قوت
ناکامان حقیقت کے قلب و دماغ میں ہمیشہ باقی رہے۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو خم خانۂ اسرار کے صدر تھے فرمایا ہے کہ
ما صب اللہ فی صدری شیئاً الا و صبتہ فی صدر ابی بکر
(نہیں ڈالا خدا نے میرے سینے میں کوئی شئے کہ میں نے اس کو ابو بکر کے سینے میں نہ
ڈال دیا ہو)۔
باوجود اس کے شہریاران عالم کے وہ دقیق رموز جو الفاظ قلیل کے جامے
میں کثیر معنیٰ رکھتے ہیں خود بھی گروہ فرماں روایوں کو جانتا ہے۔
مختصر یہ کہ حضرت فیروز شاہ نے اپنی فراست و کیاست سے چالیس سال
ملک دہلی پر حکومت کی
بادشاہ نے خلائق کی ایسی عمدہ تربیت کی کہ اس مدت میں ملک میں ایک ہری
شاخ نے بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔
اب مولف حضرت فیروز شاہ کے مناقب معرض تحریر میں لاتا ہے۔

فیروز شاہ کے مناقب کا ذکر

سلطان الاعظم حضرت فیروز شاہ قدس اللہ سرہ العزیز نے جو ختم تاجداران

و خاتم فرماں روایاں و قافلہ سالار خسرواں و خطیب دوران امان و امانِ دوران و شرف سلطنت و سعادت مملکت و روشن کنندۂ شریعت و منورِ طریقت تھے بتاریخ چوبیس ماہ محرم ۷۵۲ھ کو تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔

بادشاہ نے پینتالیس ۴۵ سال کے سن میں تخت حکومت پر قدم رکھا اور اڑتیس سال آٹھ ماہ حکومت کی۔

بندۂ ضعیف شمس سراج عفیف عرض کرتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ کا رنگ سفید تھا اور بادشاہ بلند بینی و کشیدہ محاسن تھے۔

بادشاہ نہ بیحد دراز تھے اور نہ کوتاہ اور فیروز شاہ کا جسم فربہی و لاغری میں معتدل تھا۔

یہ فرماں روا بیحد مشفق و مہربان بادشاہ تھا۔

بادشاہ بیحد حلیم و بُردبار تھا اور اُس کا خلق حد درجہ کو بڑھا ہوا تھا۔

فیروز شاہ اگرچہ فرماں روا تھا لیکن درحقیقت اپنے علم و تفوق کے اعتبار سے اولیا و علما کے گروہ میں داخل تھا۔ بادشاہ بیحد لشکر نواز و رعیت پرور تھا اور خُلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید و فیضیاب تھا۔

بادشاہ کا حلم مشہور ہے اگر عمّال میں کسی شخص سے سو خیانت بھی ظہور میں آتی تو کسی شخص کو زبان سے بھی آزار نہ پہنچاتا تھا بلکہ بادشاہ رحم و کرم سے شاد فرماتا۔

سلطان فیروز شاہ نے کوشک نزول میں جو شہر فیروزآباد کے روبرو واقع ہے سلاطین سلف کے دستور قلمبند کرائے اور اس مقام پر یہ تحریر کرایا کہ قدیم فرماں روایان عالم نے اس شعر پر حکمرانی کی بنا رکھی اور اسی شعر کو اپنا ہادی و مقتدی بنایا کہ:۔

ملک را اگر قرار میخواہی تیغ را بیقرار باید داشت

اس کے بعد فیروز شاہ نے اپنے احوال قلمبند کرائے۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اگرچہ سلاطین سلف نے اس شعر کو اپنا دستور العمل بنایا لیکن یہ خطرہ اُن کے قلب میں نہ گزرا کہ ملک پروردگار عالم کی عنایت سے قائم و برقرار رہتا ہے۔

ان سلاطین نے یہ نہ خیال کیا کہ بیچاری ماں بیحد تکلیف کے ساتھ بچے کو
پیدا کرتی ہے اور نو ماہ محنت و مشقت سے حمل کا زمانہ بسر کرتی ہے۔
ڈھائی سال آغوش میں لے کر دودھ پلاتی ہے اور ولادت کی تمام تکالیف کو
برداشت کرتی ہے۔
ایسی حالت میں یہ ہرگز زیبا نہیں ہے کہ کسی جاندار انسان کو بے جان
کر دیا جائے۔
سلطان فیروز شاہ نے اس موقع پر اپنے حالات اختیار سے خلائق کو
آگاہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اس شعر کو اپنا دستور العمل قرار دیا ہے۔

نگہ کن کہ چوں مادر مہر سنج	بر اں طفل خود چند برداشت رنج

نیکنام فرماں روا سلطان فیروز شاہ نے نثر میں اپنا دستور العمل ان
الفاظ میں قلمبند کرایا کہ (چونکہ میں نے اس شعر کو اپنا شعار بنایا ہے اور تمام
حاجتمندوں کی ضرورت انصاف و معدلت کے ساتھ پوری کرتا ہوں۔
اسی لئے پروردگار عالم نے بغیر شمشیر زنی کے اس قدر میرا رعب و خوف قلوب میں
پیدا کر دیا کہ تمام خاص و عام نے میری اطاعت قبول کر لی اور میری جانب اور
میرے گرد جمع ہو گئے)۔
سبحان اللہ حضرت فیروز شاہ ختم تاجداران دہلی تھا۔
بادشاہ کی ذات اس درجہ امن دوراں تھی کہ اس کے چہل سالہ
دور حکومت میں لشکر مغل نے اب سندھ کے ساحل سے دہلی کی طرف
رُخ نہ کیا بلکہ اس تمام مدت میں بادشاہ کے عظیم الشان خُلق اور اُس کی بیشمار
زر پاشی و رعیت نوازی سے باوجود قدرت و طاقت کسی زبردست کو یارا
نہ ہوا کہ زیر دست کو انگشت مخالفت سے آزار پہنچا سکے۔
ایک بزرگ شیخ واصل نے سلطان فیروز کے عہد میں مورّخ کتاب سے
بیان کیا کہ ایک روز میں صبح کے وقت دریائے جمنا کے ساحل پر وضو کر رہا تھا۔
ایک دوسرے بزرگ نے جو اُسی مقام پر وضو کر رہے تھے مجھ سے کہا کہ
اے شخص تو جانتا ہے کہ اس محل میں کون مقیم ہے۔

اس قصر کا مالک سلطان فیروز شاہ ہے جس کے قدموں کے نیچے تمام
عالم کی بلا پامال ہے۔
جس روز کہ یہ بادشاہ دُنیا سے رحلت فرمائیگا اُس روز اس کی قدر کا
اہل عالم کو اندازہ ہوگا۔
غرضکہ اس واقعے کے چند سال بعد خدا کی تقدیر اور اُس کی مشیّت و حکمت
کے تقاضے سے خوش خصال بادشاہ یعنی سلطان فیروز شاہ نے رحلت فرمائی۔
بادشاہ کے دُنیا سے رخصت ہونے سے دار الملک دہلی زیر و زبر ہوا
بلکہ مغلوں کی غارتگری سے تباہ و تاراج ہوگیا۔ اس کے علاوہ جس سال بادشاہ نے
وفات پائی اُس سال حجّاج کا قافلہ زیارت حرمین سے محروم رہا جس کا تفصیلی
بیان یہ ہے کہ تمام عام و خاص حجّاج نے یہی روایت کی کہ امیر مکّہ مبارکہ کے
پسر کو اُس کے بھائیوں نے قتل کیا جس کی وجہ سے مکّے میں فتنہ و فساد برپا ہوا
اور تمام قافلے حجّاج کے جو ہر چہار جانب سے حج کے لئے آئے تھے اس
سعادت سے محروم رہے۔
مشہور ہے کہ جب کوئی عالم دُنیا سے رحلت کرتا ہے تو دین میں رخنہ
پیدا ہو جاتا ہے۔
اس مقولے کی بنا پر جب سلطان فیروز شاہ نے جو اولیاء اللہ میں
داخل تھا رحلت فرمائی اور بادشاہ دیندار نے جو چالیس سال کامل مخلوق کا
محافظ و نگہبان تھا وفات پائی تو اُس کی رحلت کے بعد مملکت دہلی میں ابتری
پیدا ہوئی۔
خلقت خدا نے آوارگی اختیار کی اور تمام نظام حکومت درہم و برہم کر دیا
اور اگر خدا کا حکم ہے تو قیام قیامت تک یہ رخنہ مسدود نہ ہوگا۔
میرے مرشد کے پیر حضرت خواجہ قطب الدین منوّر نے بارہا اس
بارے میں فرمایا ہے کہ سلطان فیروز شاہ زمرۂ مشائخ طریقت میں داخل ہے
جو تاج شاہی سر پر رکھ کر تخت حکومت پر بیٹھتا ہے۔
سلطان فیروز کی فتحمندی کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ جس طرف رُخ کرتا

بغیر تیغ زنی کے اُس کو فتح حاصل ہوتی تھی۔ اس بادشاہ کے عہد حکومت کے امن و امان کا یہ عالم تھا کہ اسلحۂ جنگ قطعاً بیکار ہو گئے تھے اور جنگ کا نام مخلوق کے قلوب سے فراموش ہو گیا تھا۔

اسلحہ نہ صرف بیکار بلکہ بے قدر و قیمت ہو گئے تھے۔

اس کے علاوہ سلطان فیروز شاہ کے عہد میں جس شخص پر ذرہ برابر بھی ظلم ہوا تو اس کے حق میں عدل و انصاف بھی ایسا کیا گیا کہ ظلم کی کافی تلافی ہو گئی۔

بادشاہ کو یہ معلوم تھا کہ پیشۂ ظلم بہترین فرماں روایان عالم کی خصلت نہیں ہے۔

اگر بادشاہ اپنے عہد معدلت میں شیوۂ عدل اختیار کرتا تو کسی فرد بشر کو یہ طاقت نصیب نہ ہوتی کہ عدل کو برداشت کر سکتا۔ سلطان فیروز شاہ نے خدا کے حکم سے چالیس سال خلقت خدا پر حکومت کی۔

ظاہر ہے کہ علم و بردباری کی ہر مذہب میں تعریف مرقوم ہے اور یہ شیوہ ہر دین میں محمود خیال کیا جاتا ہے خصوصاً مذہب اسلام میں اور خاص کر بادشاہان زمانہ کے حق میں جو خدا اور رسول کے بعد قابل اتباع و اطاعت ہیں۔

پروردگار عالم نے قرآن پاک میں اپنے حبیب سے کہ سورۂ یوسف کو احسن القصص بیان فرمایا ہے، غور کا مقام ہے کہ اس قصے میں وہ کون صفت مرقوم ہے جو احسن کہلائی جا سکتی ہے۔

اس قصے کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت پر بیحد مظالم کیے۔

حضرت یوسف کو برادران ظالم نے والد ماجد سے جدا کیا اور آپ کو ایک تاریک کنویں میں گرایا۔

حضرت کو چند درہم کے عوض میں فروخت کیا۔

ان مظالم کی وجہ سے حضرت نے بے انتہا تکلیف برداشت کی اور ہر قسم کے رنج و مصائب سے حضرت کو مقابلہ کرنا پڑا جیسا کہ کتب تفاسیر میں مرقوم ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام ان شدائد و مصائب کے بعد مصر تشریف لائے

اور فرماں رواہوئے۔

حضرت کے برادران نامہربان قحط و گرانی غلہ کی وجہ سے ملک کنعان سے مصر آئے اور جناب یوسف نے بیحد قیل وقال کے بعد اپنی نیکی وخیر سے برادران نامہربان کو آگاہ کیا۔

حضرت یوسف نے بھائیوں سے کہاکہ اے برادران نامہربان مجھ سے کسی قسم کا خوف وخطرہ نہ کرو اور اپنے دل میں بدگمان نہ ہو۔

جو تکالیف کہ تمہارے ہاتھ سے مجھ کو پہنچیں اور جو معاملات کہ میرے اور تمہارے درمیان پیش آئے وہ تمام تر مقدرات الٰہی تھے جن کا ظہور ناگزیر تھا۔

جس قدر جفائیں کہ تم نے مجھ پر کیں اور جو تکلیف کہ تم سے مجھ کو پہنچی میں نے تمام وکمال معاف کیا اور گناہ کو بخش دیا۔

ظاہر ہے کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام اُن گناہوں کا انتقام لیتے تو بھی اُن کا یہ فعل خوب و احسن ہوتا، لیکن چونکہ حضرت نے جفائے برادران سے چشم پوشی فرمائی اور حلم وبردباری سے بھائیوں کے تمام گناہ معاف فرمادئے۔ حضرت کا یہ فعل احسن قرار پایا اور خداوند کریم نے اپنے حبیب کو مخاطب کرکے فرمایاکہ نحن نقص علیک احسن القصص (ہم تم سے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں)۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے اپنے عہد معدلت میں اپنی غیر معمولی فہم وفراست سے ہمیشہ حلم وبردباری سے کام لیا۔

اس بادشاہ کے دور حکومت میں اگر کوئی شخص سوگناہ کا مرتکب ہوتا اور اُس مجرم کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کرتے اور یہ شخص ترساں ولرزاں فیروز شاہ کے روبرو آتا تو بادشاہ مجرم پر نظر ڈالتے ہی اُس سے نہایت نرمی سے گفتگو کرتا۔

بادشاہ اُس شخص کے جرم کو معاف کرتا بلکہ اگر سو جرم بھی اُس شخص سے صادر ہوئے ہوتے تو بھی اُس کے گناہ کو بخش دیتا اور کسی قسم کی بازپرس نہ کرتا۔

ظاہر بیں کو معلوم ہے کہ بادشاہوں کی جناب میں گناہ کبیرہ سے مراد جرم مالی ہے یا جانی۔

مالی جرم سے یہ مراد ہے کہ سرکاری عہدہ دار بلاکسی جائز ضرورت کے

بیت المال کی رقم تلف کرے اور جانی گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص غدر انگیزی کر کے فتنہ و فساد برپا کرے۔

بادشاہ دیندار یعنی حضرت فیروز شاہ اس قسم کے گناہوں کو معاف کر دیتے تھے۔

اگر بادشاہ کسی شخص کو سزا دیتا تو صرف اس کو محل سلام میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ہوتی۔

جب یہ شخص چند روز سواری کے وقت نمودار ہوتا اور قلیل مدت کے بعد بادشاہ بحد شفقت و مہربانی و محبت و شرم حضوری سے مثل پیشوایان دوجہان کے اس شخص سے مخاطب ہو کر اور اُس کے گناہ کو معاف فرما دیتا۔

بادشاہ صرف دو قسم کے گناہوں کے معاف کرنے سے باز رہتا تھا' ایک چوری و سرقہ اور دوم قتل و ہلاک کرنا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان گناہوں کے معاف کرنے میں دوسروں کے حقوق تلف ہوتے ہیں اس لئے بادشاہ ان دونوں مجرموں کو ضرور سزا دیتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ عجیب کام اور حیرت انگیز اسرار ہے جس کو بیان کرنا مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔

قدیم سلاطین نے معاملات حکومت و امور جہانداری میں حلم و بردباری سے زیادہ کام نہیں لیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سیاست ملکی میں حلم و بردباری سے نقصان پہنچتا ہے۔

مگر باوجود اس کے چونکہ سلطان فیروز شاہ کا قلب خالص و نیت صادق تھی اور اس کو خداوند کریم پر کامل تکیہ تھا اور نیز یہ کہ بادشاہ کا حلم دریا و نفاق و نام و نمود پر مبنی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو اُس کے شیوۂ حلم کے باوجود چالیس سال کامل کامیاب و بامراد رکھا۔

بادشاہ کی نیک نیتی کے یہ برکات تھے کہ اگر کوئی شخص حسد کی وجہ سے بادشاہ سے مخالفت کرتا تو خداوند کریم ایسے شخص کو تباہ و مجبور کر کے سلطان فیروز شاہ کی بارگاہ میں پہنچا دیتا۔

بادشاہ باوجود مجرم کے شدید جرائم اور اپنی قوت انتقام کے اُس شخص کے گناہ کو معاف فرما دیتا تھا اگر بادشاہ کسی مجرم کو نظر بند کرنا چاہتا تو اُس مجرم کے روبرو ہرگز یہ الفاظ زبان پر نہ لاتا کہ اس کو قید کرو۔ یہ شخص بادشاہ کے حضور سے واپس لایا جاتا اور فیروز شاہ اس کے موکّلوں سے اشارے میں کہتا کہ مجرم کو نظر بند کرو۔ سرکاری پیادوں سے بھی بادشاہ یہ الفاظ صریح مجرم کے قید کرنے کا حکم نہ دیتا تھا۔

ہر چند کہ مورّخ نے بادشاہ کے پسندیدہ اخلاق اور قابل تعریف اوصاف کا ذکر کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ مورّخ عہدہ برآ نہ ہو سکا۔

جو کچھ کہ مورّخ نے لکھا ہے بمنزلہ ایک قطرے کے ہے جو دریا سے لیا گیا ہے۔

اگرچہ خوش کلام خطیب منبروں پر سلطان جلال الدین کے حلم و کرم کے قصائد پڑھتے اور خلجی فرماں روا کی تعریف و توصیف کی نغمہ سرائی کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ صفت حلم کو صرف سلطان فیروز شاہ نے کمال کو پہنچایا ہے۔

سلطان فیروز شاہ جلوس سے پیشتر چار نامور و اصل حق بزرگان دین کی زبان مبارک سے فرماں روائی کا مژدہ سُن چکا تھا۔

اوّل حضرت شیخ الاسلام شیخ علاء الدین نبیرۂ حضرت بندگی شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کو حکومت و فرماں روائی کی بشارت دی۔

اگرچہ مورّخ ضعیف شمس سراج عفیف اس بشارت کا حال سلطان غیاث الدین تغلق کے ذکر مناقب میں تفصیل سے بیان کر چکا ہے لیکن باوجود اس کے کہ ایک ہی واقعے کی تکرار ناگوار گزرتی ہے، اس مقام پر کنایتہً اس کا ذکر کرتا ہے۔

جس زمانے میں کہ سلطان غیاث الدین تغلق دیبال پور کا جاگیر دار تھا بادشاہ مذکور حضرت شیخ علاء الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سلطان تغلق کے ہمراہ سلطان محمد تغلق و سلطان فیروز شاہ تغلق جو اُس زمانے میں کم سن تھے حضرت شیخ کے حضور میں حاضر ہوئے

شیخ علیہ الرحمۃ کے روبرو جامہ کرپاس بغیر سلا ہوا رکھا تھا۔
حضرت نے ساڑھے چار گز کپڑا سلطان غیاث الدین کو عطا فرما کر حکم دیا کہ سر پہ باندھ لو۔
اس کے بعد ستائیس گز کپڑا سلطان محمد کو اور چالیس گز کپڑا سلطان فیروز شاہ کو مرحمت فرما کر حکم دیا کہ سروں پر باندھیں۔
یہ ہرسہ اشخاص حضرت سے رخصت ہو کر باہر آئے اور شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ ہرسہ افراد صاحب تخت و تاج ہوں گے۔
آخر کار حضرت کے آثار انفاس کی برکت سے وہی ہوا جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔
چونکہ حضرت شیخ نے باقی کپڑا سلطان فیروز شاہ کو عطا فرمایا بادشاہ مذکور ختم تاجداران دہلی ہوا اُس کی وفات کے بعد شہر دہلی تباہ و تاراج ہوا۔
دوم بشارت بادشاہ کو حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے دی۔
سلطان غیاث الدین و سلطان محمد و سلطان فیروز شاہ ہرسہ فرماں روا حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت قلندر صاحب نے خادموں کو حکم دیا کہ ہرسہ مہمانوں کو طعام کریں۔
خدام نے طعام ایک کاسے میں رکھ کر مہمانوں کے روبرو رکھا تاکہ غذا تناول کریں اور حضرت قلندر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تین فرماں روا ایک ہی کاسے میں طعام تناول کر رہے ہیں۔
بار سوم حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی نے بشارت دی جس کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ اپنی خردسالی کے زمانے میں حضرت شیخ کی زیارت کے لئے غیاث پور حاضر ہوا۔
حضرت شیخ کو فیروز شاہ کا نیاز و خدمت بیحد پسند آئی اور فیروز شاہ سے نام دریافت کیا۔
سلطان فیروز نے عرض کیا کہ بندے کو کمال الدین کہتے ہیں۔
حضرت شیخ نے یہ سنتے ہی فرمایا کہ عمر بہ کمال، و دولت بہ کمال، و نعمت بہ کمال۔

سلطان فیروز شاہ نے چوتھی بشارت حضرت شیخ نصیر الدین محمود کی زبان مبارک سے سنی۔

سلطان محمد تغلق بغاوت انگیز گروہ کے تعاقب میں ٹھٹھہ روانہ ہوا۔

سلطان محمد حضرت چراغ دہلی کو بھی ہمراہ لے گیا۔

سلطان محمد نے ٹھٹھہ میں وفات پائی اور سلطان فیروز شاہ فرماں روا ہوا۔

حضرت شیخ نصیر الدین نے سلطان فیروز شاہ کو پیغام دیا کہ تم وعدہ کرو کہ اپنے خُلق سے مخلوق کے ساتھ عدل و انصاف کرو گے ورنہ ان بیکس بندگان خدا کے لئے اللہ تعالیٰ سے دوسرا فرماں روا طلب کیا جائے۔

سلطان فیروز نے جواب دیا کہ میں خلقت خدا کے ساتھ حلم و بردباری کروں گا اور اتفاق و محبت سے ان پر حکمراں رہوں گا۔

حضرت شیخ نے جواب دیا کہ اگر تم خلق خدا کے ساتھ خُلق و مروّت کرو گے تو ہم نے بھی تمہارے لئے خدا سے حکومت طلب کر لی۔

آخر کار وہی ہوا جو حضرت شیخ نے فرمایا تھا اور بادشاہ نے چالیس سال حکومت کی۔

اس کے علاوہ بعض روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ حضرت شیخ نے بادشاہ کے لئے انتالیس خرمے بطور تحفہ روانہ کئے تھے جو بشارت پر بشارت خیال کی جاتی ہے۔

فیروز شاہ کے ابتدائی حالات

اگرچہ اس سے پیشتر مولانا ضیاء الدین برنی نے ایک کتاب سلاطین دہلی کے حالات میں لکھ کر تصنیف کو تاریخ فیروز شاہی کے نام سے موسوم کیا ہے۔

مورخ برنی نے سلطان غیاث الدین بلبن کے حالات سے ابتدا کر کے سلطان فیروز شاہ کے ابتدائی شش سالہ واقعات پر کتاب کو ختم کیا ہے۔

مورخ برنی نے دیباچے میں جہاں کہ سلطان فیروز شاہ کا ذکر کیا ہے

ایک سو ایک مقدمات ترتیب دئے ہیں اور تاریخ جلوس سے سال ششم جلوس تک گیارہ مقدّمات تحریر کیئے ہیں۔

ضیائے برنی نے بقیہ نوّے مقدمات کی بابت عذر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر حیات نے وفا کی تو دیگر نوّے مقدّمات بھی میں ہی لکھوں گا ورنہ میرے بعد جس شخص کو خدا توفیق عطا فرمائے گا وہ اس کارِ خیر کو انجام دے گا۔

چونکہ مولانا برنی کی تقدیر میں تکمیل مقدر نہ تھی صرف گیارہ مقدمات معرضِ تحریر میں آ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بندۂ ضعیف سراج عفیف کو توفیق عطا فرمائی اور خاکسار مولّف نے اس کام کو شروع کر کے بقیہ نوّے مقدمات کو اپنی تالیف میں درج کیا۔

سلطان فیروز شاہ کی ولادت و تخت نشینی و وفات کے مکمل حالات میں جس شخص کو ابتدائی گیارہ مقدّمات سے واقفیت حاصل کرنا مقصود ہو وہ وہ مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی کا مطالعہ کرے۔

خداوندا در توفیق بکشا نظامی را رہ تحقیق بنما
دلے دہ کو حقیقت را شناسد زباں دہ کا فرید و را سراید

مولّف اب ان نوّے مقدمات کی فہرست ہدیۂ ناظرین کرتا ہے۔
واضح ہو کہ نوّے مقدمہ جات پانچ اقسام میں تقسیم ہیں اور ہر قسم میں بار دگر اٹھارہ ذیلی مقدمات ہیں۔

قسم اول:۔ ولادت سے جلوس تک اٹھارہ مقدمات

اوّل مقدّمہ سلطان فیروز شاہ کی ولادت۔ مقدّمہ دوم فیروز شاہ کا سلطان تغلق و سلطان محمد سے مراسم تاجداری کی تعلیم حاصل کرنا۔ مقدّمہ سوم فیروز شاہ کا جلوس۔ چوتھا مقدمہ فیروز شاہ کا مغلوں سے جنگ کرنا۔ پانچواں مقدّمہ خواجہ ایاز کا اپنی غلطی سے ایک طفل کو سلطان محمد تغلق کا پسر تسلیم کرنا۔ چھٹا مقدّمہ خواجہ ایاز کو سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خبر ہونا۔ ساتواں مقدمہ فیروز شاہ کا دہلی سے ٹھٹھہ روانہ ہونا۔ آٹھواں مقدمہ قوام الملک یعنی خواجہ جہاں کا فیروز شاہ کی

خدمت میں حاضر ہونا۔ نواں مقدمہ خواجۂ جہاں کا سلطان فیروز شاہ سے مل جانا۔
دسواں مقدمہ فیروز شاہ کی خواجۂ جہاں کی بابت رائے۔ گیارھواں مقدمہ
سلطان فیروز شاہ کا ہانسی پہنچنا۔ بارھواں مقدمہ شیخ قطب الدین منوّر اور
شیخ نصیر الدین محمود کا ہانسی میں فیروز شاہ سے ملاقات کرنا۔ تیرھواں مقدمہ
سلطان فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا۔ چودھواں مقدمہ فیروز شاہ کا اہل دہلی پر نوازش
کرنا اور رقم بقایا کو معاف کرنا۔ پندرھواں مقدمہ بادشاہ کا جدید قواعد نافذ کرنا۔
سولھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی رعیت پروری کی داستان۔ سترھواں مقدمہ
خسرو ملک و خداوندزادہ دختر سلطان تغلق کا فیروز شاہ سے غدر کرنا۔
اٹھارھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا جمعہ و عیدین کی نماز کے خطبوں میں
سلاطین گزشتہ کے نام شریک کرنا اور سلاطین ماقبل کے سکّوں کا بیان۔

قسم دوم:- دوبار مہم لکھنوتی پر جانا اور جاج نگر و نگرکوٹ کی روانگی۔ اٹھار مقدمات

مقدمہ اول۔ سلطان فیروز شاہ کا بار اوّل لکھنوتی روانہ ہونا۔ دوسرا مقدمہ
سلطان فیروز شاہ کا لکھنوتی وارد ہونا۔ تیسرا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا شمس الدین
سے جنگ کرنا اور پچاس ہاتھیوں کا ہاتھ آنا اور ایک لاکھ اسّی ہزار اہل بنگالہ کا
قتل ہونا۔ چوتھا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا دہلی واپس آنا۔ پانچواں مقدمہ
شہر حصار فیروزہ کی بنا۔ چھٹا مقدمہ املاک کا مستحکم ہونا۔ ساتواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا
ہانسی میں مورّخ کے مالک سے ملاقات کرنا۔ آٹھواں مقدمہ ساحل جمنا پر شہر فیروز آباد
کی بنا۔ نواں مقدمہ ظفر خاں کا فریادرسی کے لئے حاضر ہونا۔ دسواں مقدمہ
سلطان فیروز کا بار دوم لکھنوتی روانہ ہونا۔ گیارھواں مقدمہ سلطان سکندر کا
حصار بند ہونا۔ بارھواں مقدمہ سلطان سکندر کا فیروز شاہ سے ملاقات کرنا۔
تیرھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا جونپور سے جاج نگر روانہ ہونا۔ چودھواں مقدمہ
بادشاہ کا ہاتھیوں کا شکار کرنا اور راجۂ جاج نگر کا اطاعت قبول کرنا۔ پندرھواں مقدمہ
فیروز شاہ کا جاج نگر سے واپس ہونا اور راہ صعب میں جا پڑنا۔ سولھواں مقدمہ فیروز شاہ
کا دہلی پہنچنا۔ سترھواں مقدمہ فیروز شاہ کی رعایا کی خوشی و مسرت۔ اٹھارھواں مقدمہ

قلعۂ نگر کوٹ کی فتح کا بیان۔

قسم سوم۔ مہم ٹھٹھہ کا بیان اور بادشاہ کا بانبھ اور جام کو اپنے ہمراہ لانا اور طاس گھڑیال کا وضع کرنا۔ اٹھارہ مقدمات

اوّل مقدمہ۔ فیروز شاہ کا خان جہاں سے مہم ٹھٹھہ کی بابت اتفاق کرنا۔ دوسرا مقدمہ۔ سلطان فیروز شاہ کا ٹھٹھہ کی سمت روانہ ہونا تیسرا مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ وارد ہونا۔ چوتھا مقدمہ لشکر دہلی کا ٹھٹھہ کے باشندوں سے جنگ کرنا۔ پانچواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے دستکش ہوکر جاج نگر روانہ کرنا چھٹا مقدمہ لشکر فیروز شاہ کا کونجی رن میں پہنچنا۔ ساتواں مقدمہ بادشاہ کے لشکر کا کونجی رن میں گریہ وزاری کرنا۔ آٹھواں مقدمہ فیروز شاہ کا گجرات پہنچنا۔ نواں مقدمہ خاں جہاں کا گجرات میں بیحد ساز وسامان فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کرنا۔ دسواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے گجرات روانہ ہونا۔ گیارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ میں وارد ہونا اور اہل لشکر کی خوش حالی۔ بارھواں مقدمہ عماد الملک اور ظفر خاں کا دریائے سندھ کو عبور کرکے اہل سندھ سے جنگ کرنا تیرھواں مقدمہ عماد الملک کا طلب حشم میں دہلی وارد ہونا۔ چودھواں مقدمہ اہل ٹھٹھہ سے صلح کا آغاز۔ پندرھواں مقدمہ۔ بانبھ کا فیروز شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا۔ سولھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا دہلی واپس آنا سترھواں مقدمہ خان جہاں کا بادشاہ کے استقبال میں دیپال پور تک سفر کرنا۔ اٹھارھواں مقدمہ مہم ٹھٹھہ سے واپس آکر طاس گھڑیال کا وضع کرنا۔

قسم چہارم۔ سلطان فیروز شاہ کا مہمات بزرگ سے دستکش ہوکر مملکت کی اصلاح میں مشغول ہونا۔ اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا مہمات ملکی سے باز رہنا۔ دوسرا مقدمہ

بادشاہ کا تمام بندگان درگاہ کے لئے اہتمام و انتظام کرنا تیسرا مقدمہ خلیفہ بغداد کا جامہ خلعت فیروز شاہ کے لئے آنا۔ چوتھا مقدمہ فیروز شاہ کا محل بارہ میں جلوس کرنا۔ پانچواں مقدمہ عہد فیروز شاہی کے ملوک کی خوشی و مسرت پہ چھٹا مقدمہ فراخی سال و نعمت کا بیان۔ ساتواں مقدمہ احوال حشم کی شرح و تفصیل۔ آٹھواں مقدمہ پسر عماد الملک کے احباب کا سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں کیفیت بیان کرنا اور بادشاہ سے جواب باصواب حاصل کرنا۔ نواں مقدمہ سنگین مناروں کے بنا کرنے کی کیفیت۔ دسواں مقدمہ فیروز شاہ کی صید افگنی کے حالات۔ گیارھواں مقدمہ فیروز شاہ کی بنا کردہ مختلف عمارات کا ذکر۔ بارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا بیکاروں کے گروہ کو طلب کرنا۔ تیرھواں مقدمہ کارخانہ جات فیروز شاہی کے اسباب کا ذکر۔ چودھواں مقدمہ سکۂ ہشتگانی کی تفصیل۔ پندرھواں مقدمہ خیرات خانہ و شفاخانہ کی بنا کے حالات۔ سولھواں مقدمہ۔ جشن شاہی کی تفصیل و بیان۔ سترھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا کو لبعد نماز جمعہ اپنے حضور میں پیش طلب کرنا اٹھارھواں مقدمہ تموہائے جدید کے بیان میں۔

قسم پنجم۔ سلطان فیروز شاہ کی مخلوقی کا ذکر۔ شاہزادہ فتح خاں کی وفات، بعض خانان و ملوک کی عظمت و بزرگی کا بیان جو آخر عہد میں تھے

اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی مخلوقی کے بیان میں۔ دوسرا مقدمہ نامشروع مراسم کو دور کرنے کے بیان میں۔ تیسرا مقدمہ شاہی دربار کے روبرو زنار داروں کا جلایا جانا۔ چوتھا مقدمہ۔ غیر مسلم افراد پر جزیہ عائد کرنا۔ پانچواں مقدمہ دو مرد دراز قد اور ایک مرد پست قد اور دو عورت باریش کا ذکر۔ چھٹا مقدمہ خان اعظم تاتار خاں کی عظمت کا بیان۔ ساتواں مقدمہ خان جہاں کی عظمت کا ذکر۔

آٹھواں مقدمہ ملک نائب باربک کی بزرگی وحشم کا بیان۔ نواں مقدمہ بشیر سلطانی ملک ملوک الشرق عماد الملک کی عظمت و جلال کا بیان۔ دسواں مقدمہ سعید الحجاب کی مصاحبت کا ذکر۔ گیارھواں مقدمہ شمس الدین ابورجا کا حال۔ بارھواں مقدمہ شمس الدین دامغانی کی فطرت کا حال۔ تیرھواں مقدمہ۔ بادشاہ کا خونی گروہ کو قتل کرنا۔ چودھواں مقدمہ۔ سلطان فیروز شاہ کا آخر عمر میں قیدیوں کو رہا کرنا، مساجد کو آراستہ کرنا اور مظلوم افراد کی دادرسی کرنا۔ پندرھواں مقدمہ۔ بادشاہ کی حضرت سید جلال بخاری سے آخری ملاقات۔ سولھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی ندامت کے بیان میں۔ سترھواں مقدمہ۔ تغلق شاہ کو خانجہان کے سپرد کرنا۔ اٹھارھواں مقدمہ۔ اس سحر کا بیان جو سلطان فیروز پر کیا گیا۔

قسم اوّل

سلطان فیروز کی ولادت سے جلوس تک اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کی ولادت کے بیان میں ہے جو ۷۰۹ھ ہجری میں واقع ہوئی

سلطان فیروز کے والد کا نام سپہ سالار رجب ہے۔

پروردگار عالم نے سپہ سالار رجب کو ہر صفت سے بہرہ اندوز فرمایا تھا۔ سپہ سالار رجب سلطان غیاث الدین تغلق کا برادر حقیقی تھا چنانچہ ان کی ولادت کا حال مورخ سلطان تغلق کے مناقب میں مفصّل بیان کر چکا ہے۔

مختصر یہ کہ یہ ہر سہ برادر یعنی تغلق، و رجب، و ابوبکر سلطان علاء الدین کے

عہد حکومت میں خراسان سے دہلی وارد ہوئے۔

علاء الدین نے حکمت الٰہی کے تقاضے سے ان ہر سہ برادر کو شاہانہ نوازش سے سرفراز فرمایا اور یہ ہر سہ برادر تخت علائی کے روبرو استادہ رہتے اور شائستہ خدمات بجالاتے تھے۔

سلطان علاء الدین نے ان کی شجاعت و دلاوری کو دیکھ کر اور آثار بزرگی و جوانمردی ان کی پیشانی پر معائنہ کر کے شہر مشہور یعنی دیپال پور کی حکومت سلطان تغلق کو عطا کی۔

غرضکہ یہ ہر سہ برادر کاروبار و مصالح ملکی میں مصروف ہوئے۔

سلطان تغلق کو یہ خیال ہوا کہ سپہ سالار رجب کا دیپال پور کے کسی راجہ کی دختر سے عقد کرے۔ سلطان تغلق اسی تلاش و جستجو میں تھا کہ بعض مشہور افراد نے بیان کیا کہ رانا مل بھٹی کی دختر بیحد صاحب حسن و جمال ہے اور ہر طرح کے محاسن سے آراستہ ہے۔

اُس زمانے میں خدا کی حکمت سے قوم مئیا و بھٹ کی تمام راہگی قصبۂ ابوہر سے جو دیبال پور کے مضافات میں داخل ہے، متعین تھی اور جنگل کی زمین بھی اسی قطعۂ ملک میں شامل تھی

اُس وقت قصبۂ ابوہر کی حکومت سلطان تغلق کی جانب سے مورخ کے جد ملک سعد الملک شہاب عفیف کے ذمے تھی۔

سلطان تغلق نے مورخ کے جد کے مشورے سے چند قاصد رانا رانامل کے دربار میں روانہ کر کے نسبت کا پیغام دیا۔

قاصدوں نے سلطان تغلق کا پیغام پہنچایا اور رانامل نے انتہائے غرور و نخوت سے ناہموار کلمات زبان سے ادا کیئے۔

اس خبر سے سلطان تغلق کو اطلاع ہوئی اور اُس نے سعد الملک سے مشورہ کیا۔

بعد قیل و قال کے بعد یہ طے پایا کہ رانامل کی تلونڈی میں قیام کر کے اُس سے سالانہ مال طلب کرنا چاہیئے اور ایک ہی دفعہ کر کے مال نہ لینا چاہیئے۔

دوسرے روز سلطان تغلق رانامل کی تلونڈی کو گیا اور سالانہ نقد رقم معین طلب کیا۔ تمام مقدم و چودھری ملک کے طلب کیئے گئے اور اُن پر زد و کوب

ہونے لگی اور تمام مال نقد طلب کیا گیا۔

رانا مل کا تمام مُلک عاجز ہو گیا اور خلقت خدا تلف ہونے لگی۔

یہ زمانہ سلطان علاء الدین کے عہد حکومت کا تھا جس کی وجہ سے اہل ملک زیادہ شور و شغب نہ کر سکے۔ غرضکہ دو تین روز گذرنے کے بعد رانا مل کی رعایا بیحد تنگ ہوئی۔

ایک صادق و راست گو شخص نے مورخ عفیف سے خود بیان کیا کہ اس سختی کے عالم میں رانا مل کی مادر جو ضعیفہ عورت تھی شام کے وقت سلطان تغلق کی سختی و شدّت کی وجہ سے گریہ کناں رانا مل کے محل میں گئی اور نا امیدی کے کلمات زبان سے نکالے اور زار زار رونے لگی۔

ایسی حالت میں رانا مل کی دختر سعید یعنی سلطان فیروز کی مادر مہربان صحن خانہ میں کھڑی تھی۔

دختر نیک اختر نے جدّہ کو گریہ کی حالت میں دیکھ کر فریاد و زاری کا سبب دریافت کیا۔

رانا مل کی مادر نے جواب دیا کہ یہ گریہ و زاری تیری وجہ سے اور تیری جان کے لئے ہے۔ اگر تو اس کا سبب نہ ہوتی تو سلطان تغلق ہمارے مُلک کی رعیت پر یہ سختی نہ کرتا۔

راوی راست گفتار کا بیان ہے کہ دختر نے یہ سُن کر جواب دیا کہ اے جدّہ اگر میرے سپرد کرنے سے خلقت کے سر پر سے بلا ٹلتی ہے اور تمھاری بیشمار رعیت کو نجات حاصل ہوتی ہے تو اُن کا پیغام قبول کر لینا چاہیئے۔

اس سے پیشتر ایک دختر کو مغل اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔

مادر رانا مل اپنے فرزند کے پاس گئی اور دختر کا قول بیان کیا۔

رانا مل نے بھی اسی میں خیر دیکھی اور دختر کی رائے کے مطابق عمل کرنے کا ارادہ کیا۔

اس راز کو جدّ مورخ سے بیان کیا اور سلطان تغلق کو پیغام دیا کہ رانا مل اپنی دختر سپہ سالار رجب کو دینے کے لئے تیار ہے۔

غرضکہ اس کارِ خیر سے فراغت ہوئی اور دختر نیک ساعت میں دیپالپور لائی گئی۔ یہ دختر یعنی مادرِ سلطان فیروز رانہ مَل کے یہاں بی بی نائلہ کے نام سے مشہور تھی لیکن سپہ سالار رجب سے نکاح ہونے کے بعد سلطان تغلق نے بی بی کد بانو کے نام سے موسوم کیا۔

غرضکہ عقد کے چند سال بعد بی بی کد بانو حاملہ ہوئی اور دس ماہ گذرنے کے بعد وقتِ سعد و روزِ مبارک میں سلطان فیروز شاہ عدم سے عالمِ وجود میں آیا۔

فیروز شاہ کے روزِ تولد تغلق شاہ نے خلقِ خدا کو بخشش و انعام سے مالامال کیا۔

مورخ کے جدِ امجد یعنی شمس شباب عفیف بھی اُسی روز پیدا ہوئے۔

مورّخ کے بزرگوں کی عورات کی اُس زمانے میں دیپالپور میں سلطان تغلق کے محل میں آمد و شد تھی اور مخدومۂ جہاں کے حضور میں حاضر ہوتی تھیں۔

بارہا مورخ کی پردادی نے بیان کیا ہے کہ میں گاہ گاہ سلطان فیروز کو اپنا دودھ پلاتی تھی اور اس طرح خود سلطان فیروز شاہ نے بارہا مورخ کے والد ماجد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ میں نے ان کی جدّہ کا دودھ پیا ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ پیدا ہو کر ہفت سالہ ہوئے۔ خدا کی مشیت کے مطابق سپہ سالار رجب نے وفات پائی۔

اُس روز سلطان تغلق کو بیحد رنج ہوا۔

راست گفتار راویوں کا بیان ہے کہ عین اس عالم میں سلطان فیروز کی ماں گریہ و زاری میں، جیسا کہ عورات کا قاعدہ ہے، مصروف تھی اور رو رو کر یہ کہہ رہی تھی کہ یہ کون روزِ مصیبت پیش آیا، میں اس بچّے کی کیونکر پرورش کر سکوں گی اور اس یتیم فرزند کا کیا حال ہوگا۔

سلطان فیروز کی غمزدہ مادر کا بیان سلطان تغلق نے بھی سنا اور کلماتِ تسکین خود اپنی زبان سے ادا کیے اور بیحد دلداری کے بعد کہا کہ تم غم نہ کرو۔ یہ بچہ میرا فرزند ہے اور میرا جگر گوشہ ہے، جب تک کہ خدا کے فضل و کرم سے میری حیات باقی ہے کسی اندیشہ و فکر کا مقام نہیں ہے۔

غرضکہ بی بی کد بانو کے بطن سے صرف یہی ایک فرزند سلطان فیروز پیدا ہوا۔

اس کے علاوہ کوئی پسر و دختر تولّد نہیں ہوئے۔
یہ امر جو مشہور ہے کہ ملک قطب الدین بھی سلطان فیروز شاہ کا برادر حقیقی تھا درست و صحیح ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ملک قطب الدین سپہ سالار رجب کی دوسری زوجہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اسی طرح ملک نائب بار بک بھی فیروز شاہ کا علاتی بھائی تھا جو دوسری ماں سے پیدا ہوا تھا۔
مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ ہفت سالہ پسر تھا کہ باپ کا سایہ سر پر سے اُٹھ گیا۔ فیروز شاہ نے آئین تاجداری و قوانین جہانداری کی سلطان تغلق و سلطان محمد دو بادشاہ سے پائی ہے۔
سلطان تغلق و سلطان محمد ہر دو فرماں روا امور سیاست میں فیروز شاہ کے ہادی و اُستاد تھے۔ امور جہانداری کی بابت تاتار خاں نے بارہا یہ کہا ہے کہ ہمارے گروہ میں جہانداری کے جو اسرار سلطان فیروز شاہ کے سینے میں محفوظ ہیں ہم میں سے کسی کو اس کا خیال بھی نہیں آسکتا۔ غرضیکہ سلطان فیروز شاہ کی ولادت کا صحیح حال یہ ہے جو مورخ نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے۔

دوسرا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا سلطان تغلق و سلطان محمد سے مراسم تاجداری کی تعلیم حاصل کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ سلطان تغلق کے جلوس کے وقت چہاردہ سالہ تھا اور سلطان تغلق نے ساڑھے چار سال حکمرانی کی۔
اس مدّت حکومت میں فیروز شاہ ہمیشہ سلطان تغلق کی خدمت میں حاضر رہا۔
آئین جہانداری و قوانین شہریاری کے جس قدر احکام سلطان تغلق نے نافذ فرمائے فیروز شاہ نے اپنے الہام الٰہی کی برکت سے تمام و کمال سمجھے اور یاد کر لیے۔

سلطان تغلق کا دورِ حکومت ختم ہوا اور دہلی کی عنانِ حکومت سلطان محمد کے ہاتھ میں آئی۔

سلطان محمد نے تختِ حکومت پر جلوس کیا اور سلطان محمد کے جلوس کے وقت فیروز شاہ کا سن اٹھارہ سال کا تھا۔

سلطان محمد نے فیروز شاہ کو نائب امیر حاجب مقرر کر کے نائب باربک کا خطاب عطا کیا اور بارہ ہزار سوار فیروز شاہ کی ماتحتی میں مقرر کیے۔

سلطان محمد فیروز شاہ پر بیحد مہربان تھا اور اُس کی شفقت و عنایت کا یہ عالم تھا کہ معاملاتِ مُلکی میں جو مہمات اُس کے روبرو پیش ہوتے اُن سے کنایہ و اشارہ میں سلطان فیروز شاہ کو آگاہ کرتا۔ سلطان محمد، فیروز شاہ کو ہر وقت اپنے روبرو رکھتا۔

فیروز شاہ اُس زمانے میں بھی تمام خلق خدا پر لطف و کرم کرتا اور اپنے بے پایاں احسان سے مخلوق کو شاد و مطمئن کرتا۔

فیروز شاہ ہر حاجتمند کی حاجت کو پورا کرتا اور اہل احتیاج کی ضروریات پورا کرنے میں ایک لمحے کا توقف بھی نہ کرتا۔

جس وقت کہ سلطان محمد شاہ نے خدا کی توفیق سے دہلی کی سلطنت کو چار حصّوں میں تقسیم کیا، جیسا کہ مورخ عفیف نے سلطان محمد کے حالات میں شرح و تفصیل سے بیان کیا ہے تو سلطان محمد شاہ نے ایک حصۂ مُلک فیروز شاہ کے بھی سپرد کیا تاکہ فیروز شاہ آئین و قواعد جہانداری میں پختہ کار ہو جائے۔

بزرگوں نے اس اسرار کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ جو شخص ایک معاملے کو انجام دے سکتا ہے وہ تمام مملکت کے مہمات کو بخوبی حل کر سکتا ہے۔

سلطان محمد نے اپنی معاملہ فہمی سے مُلک کا چوتھا حصہ سلطان فیروز کے حوالے کیا تاکہ توفیق الٰہی و عنایت ایزدی سے یہ حکومت آئین جہانداری میں فیروز شاہ کی ہادی و اُستاد ثابت ہو۔

عوام کا یہ قول کہ سلطان محمد فیروزشاہ پر بیحد سختی کرتا تھا بالکل صحیح ہے اور یہ کہ سلطان محمد بیشتر اوقات فیروزشاہ سے محنت و مشقت کراتا تھا درست و راست ہے لیکن سلطان محمد کے یہ شدائد اس لئے نہ تھے کہ اُس کو فیروزشاہ کے ساتھ کسی قسم کی مخالفت یا عداوت تھی، اس لئے کہ اگر یہ فعل حسد و عداوت پر مبنی ہوتا تو سلطان محمد فیروزشاہ کو اپنے سے دور کر دیتا۔

چونکہ سلطان محمد صاحب جاہ و جلال و فہم و فراست تھا اور اس بادشاہ کے ہر رگ و پے میں عقل و دانش سرایت کر گئی تھی سلطان محمد نے مملکت دہلی میں ہر قسم کے عمدہ قواعد سے عالم و اہل عالم کو مستفید فرمایا۔ ان تمام شدائد سے سلطان محمد کا مقصد یہ تھا کہ سلطان فیروزشاہ معاملات جہانداری میں پختہ و ماہر ہو جائے۔ چنانچہ سلطان فیروزشاہ سلطان محمد کی وفات کے وقت پینتالیس سال کا جوان کامل ہو چکا تھا۔

تیسرا مقدمہ

جلوس فیروزشاہی کی تفصیل

منقول ہے کہ سلطان محمد شاہ نے اس جہان فانی سے رحلت کی اور مغلوں کے ایک گروہ نے لشکر گاہ کو غارت و تباہ کیا اور مُلک کے تاراج کرنے پر متوجہ ہوئے۔

ایسی نازک حالت میں تمام خوانین و ملوک و نیز تمام علما و مشائخ نے جو سلطان محمد کے ہمراہ ٹھٹھہ میں مقیم تھے، مجلس شوریٰ منعقد کی۔

ان تمام بزرگوں نے یہ طے کیا کہ بغیر امام کے چارہ کار نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ شہر دہلی بیحد دور ہے اور اس عالم میں یہ حادثہ واقع ہوا کہ سلطان محمد نے جنت کی راہ لی اور مغلوں کا گروہ ہمارے مقابلے میں آ کر بنگاہ کو تباہ و برباد کر رہا ہے۔

مغلوں کا ایک گروہ لشکر گاہ کو تباہ کرکے ہمارے قریب اس طمع وحرص میں مقیم ہے کہ شاید اس کامیابی کے بعد اُن کو مزید فائدہ پہنچے اور اُن کی غارتگری میں اضافہ ہو۔

غرضیکہ سلطان محمد کے اعیان دولت نے مشورہ کیا اور خوانین وامرا و نیز علما ومشائخ ہر دو دینی و دنیاوی گروہ نے طے کیا کہ سلطان فیروز شاہ کو بادشاہ تسلیم کرکے جہانداری کی عنان دولت اُس کے ہاتھ میں دیں۔

سلطان فیروز خوف الٰہی کی وجہ سے اپنے کو امانت جہانداری کا اہل نہ خیال کرتا تھا۔

فیروز شاہ نے خوانین ومشائخ سے کہا کہ میں نے طواف خانہ کعبہ کا ارادہ کیا ہے مجھ کو اس منصب جلیل سے معاف رکھو۔

سبحان اللہ ابتدا ہی میں سلطان فیروز شاہ کی جہانداری کی گفتگو مشائخ کرام کے طریقۂ تحکیم کے موافق تھی۔

واضح ہو کہ امامت طریقت میں یہ ایک شرط ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض پیران طریقت اپنی رحلت ووصال کے وقت اپنے کسی مرید کو اپنی بجائے تحکیم سے مرشد بناتے ہیں اور اپنا سجادۂ طریقت اُس مرید کے حوالے کرتے ہیں۔

مُرید صادق ارشاد کے بار عظیم کے اُٹھانے سے انکار کرتا ہے لیکن مرشد اُس کو اپنا صاحب سجادہ مقرر کرکے رحلت فرماتا ہے۔

اس قسم کے خرقے کو اصطلاح مشائخ میں خرقۂ تحکیم کہتے ہیں

یہ امر واضح رہے کہ اس خرقۂ تحکیم کا ارباب طریقت میں بیحد بلند پایہ ومرتبہ ہے۔

اسی طرح سلطان محمد کے بعد امامت جہانداری ومنصب حکمرانی کے لئے تمام خانان وملوک وقضاۃ وعلما ومشائخ نے جو ٹھٹھے میں سلطان محمد کے ہمراہ تھے، سلطان فیروز پر یعنی ایک ہی رائے پر اتفاق کیا اور تمام حضرات نے سلطان فیروز کو بادشاہ تسلیم کیا۔ لیکن خود فیروز شاہ نے اس بارگراں کے اُٹھانے سے انکار کیا۔ اس امر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ صفت صرف اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہے نہ کہ اغیار میں۔

ظاہر ہے کہ امامت جہانداری کا بار بیحد مشکل ہے اور اس کی بابت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر فرماں روا سے اس کی رعیت کی بابت سوال کیا جائے گا۔

غرضکہ ہر شخص نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اس رائے کو ہر فرد بشر نے پسند کیا۔

اس واقعے کی اطلاع دختر سلطان تغلق المعروف بہ خداوندزادہ کو جو لشکر کے ہمراہ تھی ہوئی اور بیگم نے خوانین و ملوک کو پیغام دیا کہ میرے فرزند خسرو ملک کی موجودگی میں نائب امیر حاجب کو فرماں روا تسلیم کرنا زیبا نہیں ہے سلطان تغلق میرا پدر اور سلطان محمد میرا برادر حقیقی تھا اس نسبت سے میرے فرزند کی موجودگی میں غیر کو حق وراثت نہیں پہنچتا۔

بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ خداوندزادہ نے اس موقع پر کلمات ناسزا بھی اپنی زبان سے نکالے۔ تمام ملوک و خوانین کو خداوندزادہ کے پیغام سے اطلاع ہوئی اور ہر شخص یہ پیغام سن کر بیحد غضب آلود ہوا۔ تمام امراو مشائخ نے اتفاق کر کے ملک سیف الدین خوجو کو خداوندزادہ کے پاس روانہ کیا۔

ملک مذکور مشہور زمانہ امیر تھا اور اس کی عادت تھی کہ بیحد زور و مہابت کے ساتھ راست گفتاری سے کام لیتا تھا۔

ملک سیف الدین خداوندزادہ کے پاس گیا اور نرم کلمات میں صاف صاف اس سے کہا کہ اے عورت اگر ہم فیروز شاہ کی موجودگی میں تیرے فرزند کو بادشاہ تسلیم کرینگے تو تجھکو اپنے گھر کا منھ دیکھنا نصیب ہوگا اور نہ ہم اپنے زن و فرزند کے دیدار سے شاد ہونگے۔

تیرا فرزند لائق جہانداری نہیں ہے اور اس سے فرمانروائی کا بار نہ اٹھے گا۔ ہم غیر ملک میں مقیم ہیں اور ہمارے دشمن یعنی مغل ہمارے سر پر سوار ہیں، اگر اس لشکر سے اپنی نجات کی طالب ہے تو ہماری رائے سے اتفاق کر، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ فیروز شاہ کا مرتبہ و خطاب یعنی نائب باربکی کا عہدہ تیرے فرزند کو عطا کریں گے۔

ملک سیف الدین کی اس گفتگو سے خداوندزادہ خاموش ہو گئی اور ملک سیف الدین نے واپس ہو کر تمام افراد کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

غرضکہ تمام خوانین و ملوک نے بالاتفاق سلطان فیروز شاہ کو بادشاہ تسلیم کیا اور تاتار خاں، جو اس مجمع میں سب سے زائد ضعیف العمر تھا، کھڑا ہوا اور اُس نے زور کر کے سلطان فیروز کا بازو پکڑا تاکہ اُس کو زبردستی تخت سلطنت پر بٹھائے۔

اس موقع پر سلطان فیروز شاہ نے کہا اگر یہ بلائے عظیم تم میری گردن میں آویزاں کرتے ہو تو تھوڑا صبر کرو تاکہ میں وضو کر لوں۔ فیروز شاہ نے وضو کر کے دوگانہ نماز ادا کیا، فیروز شاہ نے سر نیاز زمین پر رکھ کر خدا کی بارگاہ میں دعا کی۔

فیروز شاہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ خداوندا ممالک کا اطمینان و رفاہیت اور عالم کا انتظام و توفیق جہانداری انسان کے اندازۂ قوت سے باہر ہے۔ نظام عالم کا انحصار تیرے حکم پر ہے۔ خداوندا تو میری قوت و پناہ ہے۔

فیروز شاہ کی گفتگو کے بعد اُس کے سر پر تاج جہانداری رکھا گیا۔

اس کثیر مجمع نے جو اس جشن جلوس میں شریک تھا، مورخ عفیف نے روایت کی ہے کہ فیروز شاہ نے خلعت شاہی جامۂ ماتم کے روبرو پہنا۔

ہر چند سلطان محمد کے امرا و خوانین نے اصرار کیا کہ جامۂ ماتم دور کیا جائے لیکن فیروز شاہ نے قبول نہ کیا اور کہا کہ اگرچہ مصلحت مُلکی کے اعتبار سے میں نے خلعت شاہی پہنا ہے لیکن اس کی وجہ سے میں جامۂ ماتم نہیں اُتار سکتا، اس لئے کہ سلطان محمد میرا آقا و مربی اور ہر حالت میں میرا رہنما تھا۔ میری تو دلی آرزو یہ تھی کہ طواف کعبہ کی سعادت حاصل کروں۔ چونکہ آپ صاحب اصرار کے ساتھ مجھ کو مانع آئے اس لئے میں نے مجبوراً اس منصب کو قبول کر لیا۔ میرے حق میں یہی بہتر ہے کہ جامۂ شاہی کو لباس ماتم کے اوپر پہنوں۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے خلعت بادشاہی پہنا اور سواری کے لئے ہاتھی حاضر کیا گیا۔

درگاہ شاہی کے نقیبوں اور چاؤشوں نے آواز سلامت بلند کی اور شادیانے کے نقارے بجنے لگے۔ تمام مخلوق مسرت و شادمانی میں مشغول ہوئی اور ہر شخص نشاط و خرمی کا متوالا بن گیا۔

غرضکہ سلطان فیروز نے اوّل کام یہ کیا کہ لشکر ابر و حشم کو حاضر کرے جس کی وجہ سے اس شخص کو عماد الملک کا عہدہ عطا ہوا۔
واضح ہو کہ فیروز شاہ نے چوبیس محرم ۷۵۲ھ میں تخت پر جلوس کیا۔
سلطان فیروز شاہ اُسی طرح پیل سوار حرم شاہی کے اندر گیا اور خداوندزادہ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ خداوندزادہ نے فیروز شاہ کو سینے سے لگایا اور سلطان تغلق و سلطان محمد کی یادگاری کلاہ جس کی قیمت ایک لاکھ تنکہ تھی اپنے ہاتھ سے فیروز شاہ کے سر پر رکھی۔
فیروز شاہ حرم سرا سے باہر نکلا اور مخلوق کو اطمینان حاصل ہوا۔

چوتھا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا مغل قوم سے جنگ کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ کے جلوس سے خلقت خدا بید خوش و مطمئن ہوئی لیکن باوجود اُس کے تمام افراد مغلوں کے لشکر کے خوف سے لرزہ براندام تھے مغلوں کے لشکر نے بنگاہ شاہی کو تاراج و برباد کر دیا تھا۔
باوجود اس تباہی کے حریف کی فوج نے بھی اپنی قیامگاہ دہلی کے لشکر کے جوار میں مقرر کی تھی اور ہر وقت کمیں گاہ میں تھی۔
تمام خوانین و ملوک جمع ہوئے۔
سلطان فیروز نے ارادہ کیا کہ مغلوں سے جنگ کرے اور تمام پہلوانان زمانہ و دلیران لشکر و غازیان خاماں ملک دلاور اور جنگجو افراد و نیز تمام سواروں اور پیادوں نے جسم پر ہتھیار لگائے اور گھوڑوں پر چار جامہ کسا۔
مہیب ہاتھی آراستہ کئے گئے اور تمام سوار و پیادوں کی جرار فوج حاضر ہوئی۔
سلطان فیروز شاہ مغلوں پر حملہ کیا اور طرفین میں شدید خونریز جنگ واقع ہوئی

اور ہر فریق نے فتح حاصل کرنے کی بیحد کوشش کی۔
خدا کی مدد اور اُس کے حکم سے و نیز فیروز شاہ کے اقبال سے مغلوں کو شکست ہوئی اور حریف کے ہر سوار و پیادہ کو جانی و مالی نقصان پہنچا۔
سلطان فیروز شاہ کو غیبی فتح نصیب ہوئی اور خلقت کے لئے رفاہ و شادمانی کے دروازے کھل گئے۔ تمام خلقت بازار بزرگ میں جہاں کہ مغل اسیر تھے، جمع ہوئی۔
بادشاہ نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور مغلوں نے بیحد دقت و خرابی سے اپنی جان بچائی۔
یہ اوّل فتح تھی جو فیروز شاہ کو نصیب ہوئی اور اس فتح سے تمام خلق میں خوشی و مسرت کا دورہ دورہ ہوا۔ سلطان فیروز شاہ تمام لشکر و فیل کے ہمراہ دہلی واپس ہوا۔
اب مورخ ملوک و خوانین شہر کے حالات معرض تحریر میں لاتا ہے۔

پانچواں مقدمہ

خواجہ ایاز کا غلطی سے ایک طفل کو سلطان محمد کا پسر کہہ کر بادشاہ بنانا

نقل ہے کہ جب سلطان محمد نے آخر بار دولت آباد کا سفر کیا تو چند امرا کو دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا۔
ان امرا میں ایک ملک کبیر تھا اور دوسرا قتلغ خاں اور سوم سلطان فیروز، جو اُس زمانے میں نائب امیر حاجب تھا۔ ملک کبیر و قتلغ خاں نے سلطان محمد کی وفات سے قبل ہی دُنیا کو خیر باد کہا اور سلطان محمد نے فیروز شاہ کو اپنے حضور میں طلب کر لیا۔
چونکہ دہلی کی سلطنت خالی تھی سلطان محمد نے خواجۂ جہاں کو ٹھٹھ سے دہلی روانہ کیا تاکہ خواجۂ جہاں دہلی میں اُس کی نیابت کرے۔

بعض اور امرا بھی خواجہ جہاں کے ہمراہ تھے چنانچہ قوام الملک و ملک حسین و ملک حسام الدین اوزبک و ملک خطاب و دیگر اشخاص خواجۂ جہاں کے رفیق طریق تھے۔

اس معاملے میں عام روایت تو یہ ہے کہ خواجۂ جہاں کو معلوم ہوا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور تمام خوانین و ملوک و نیز مشائخ و اہل سلوک نے جو بادشاہ کے ہمراہ تھے، سلطان فیروز شاہ کو حکمراں تسلیم کر لیا ہے۔

خواجۂ جہاں نے یہ اخبار سن کر پسر سلطان محمد کو دہلی میں تخت حکومت پر بٹھایا اور سلطان فیروز کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔

خواجۂ جہاں نے خلقت کو اپنا ہم خیال بنایا اور جنگ آزمائی کا ارادہ کیا لیکن عوام کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ مورخ عفیف نے مثل پارینہ داستان کے یہ قصہ مجلس عالی لشکر خاں سے یوں سنا ہے کہ سلطان محمد نے ٹھٹھہ میں وفات پائی اور خراسان کے امرائے ہزارہ نے جو سلطان محمد کی امداد کو آئے تھے، بازار بزرگ کو تاراج کیا جیسا کہ مورخ عفیف نے سلطان محمد کے حالات میں مفصل بیان کیا ہے۔

مختصر یہ کہ غارتگری کے روز لشکر کے تمام اشخاص پراگندہ ہو گئے اور ہر شخص کا جدھر سینگ سمایا اُس جانب روانہ ہو گیا۔

سلطان فیروز شاہ نے تخت حکومت پر جلوس بھی نہ کیا تھا کہ اُس وقت تلیح توئی توں نام ایک غلام نے جس کو خواجۂ جہاں نے اس سے قبل سلطان محمد کے حضور میں روانہ کیا تھا عین اسی عالم فساد میں لشکر سے جدا ہو کر دہلی روانہ ہوا۔ تلیح صحیح و سلامت دہلی پہنچا اور اُس نے خواجۂ جہاں سے بیان کیا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور مغلوں کے ایک گروہ نے لشکر پر حملہ کر کے بازار بزرگ و تمام باشندوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

مغلوں کے اس حملے سے لشکر میں ابتری پھیل گئی اور شدید خوں ریزی واقع ہوئی۔

تلیح مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ تاتار خاں و ملک امیر حاجب یعنی فیروز شاہ

غائب ہو گئے ہیں۔ اس کا پتا نہیں ہے کہ غائب امرا مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے یا قتل کئے گئے۔
اس کے علاوہ اکثر ملوک نے اس جنگ میں مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔
غرضکہ ملیح مذکور نے یہ بیان کیا کہ سلطان محمد کے لشکر میں یہ حادثہ پیش آیا۔
واضح ہو کہ ملیح مذکور مشہور غلام تھا۔ چنانچہ اہل دہلی آج تک اس کے نام سے واقف ہیں۔
خواجۂ جہاں نے یہ واقعہ سنا اور سلطان محمد کی وفات اور سلطان فیروز شاہ کی عدم موجودگی پر صف ماتم بچھائی اور بیحد افسوس و رنج کا اظہار کیا۔
واضح ہو کہ خواجۂ جہاں اور سلطان فیروز شاہ میں اس درجہ محبت تھی کہ غیر شخص کو اس رابطۂ اتحاد میں دخل نہ تھا بلکہ خواجۂ جہاں نے فیروز کو اپنی زبان سے پسر خواندہ کہا تھا۔
خواجہ نے ملیح کو راست گفتار خیال کیا اور اپنی رائے سے اجتہاد کر کے سلطان محمد کا بادشاہ بنایا۔
خدا کی قدرت و حکمت سے خواجۂ جہاں کا یہ فعل غلط ثابت ہوا۔
خواجہ جہاں نے سنا کہ ملک امیر حاجب زندہ ہے اور اُس نے تخت حکومت پر جلوس کیا ہے۔ خواجۂ جہاں اپنی رائے کی غلطی سے واقف ہوا۔
یہ امر کہ خواجۂ جہاں حشم و لشکر کو جمع کرتا اور جنگ کی تیاری کرتا تھا یہ مصلحت ملکی کا اقتضا تھا۔
ظاہر ہے کہ ملکی معاملات و رسوم جہانداری میں کوئی فرد بھی اُس وقت تک اپنی غلطی سے واقف نہیں ہوتا جب تک کہ ہر دو فریق کے درمیان صلح نہ ہو اور جب تک کہ اس خطرۂ عظیم سے نجات نہ حاصل ہو انسان کو فکر و تدبیر سے غافل نہ ہونا چاہیئے
غرضکہ خواجۂ جہاں نے بیحد لشکر و حشم جمع کیا اور خلقت کو اپنے حلقۂ ملازمت میں داخل کرنے لگا اور اس طرح تقریباً بیس ہزار سوار اپنے گرد جمع کر لئے۔
خواجۂ جہاں نے اپنے ملازمین کو بیحد مال و زر عنایت کیا۔
اگرچہ اُس زمانے میں خزانہ معمور نہ تھا اس لئے کہ سلطان محمد نے اپنے بست و ہفت سالہ عہد حکومت میں بیشمار بخشش و عطا سے کام لیا تھا۔

چونکہ خزانے میں مال کم تھا اس لئے خواجۂ جہاں نے سونا چاندی اور نیز نقرئی و زریں آلات و اسباب لشکر کو تقسیم کیا۔

نقرہ و زر سے بھی کام نہ چلا تو خواجۂ جہاں نے جواہرات دینے شروع کئے۔

خواجۂ جہاں کی جود و عطا کی شہرت سن کر خلائق ہر چہار جانب سے اُس کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئی لیکن طرفہ ماجرا یہ ہے کہ مخلوق خدا زر و جواہر خواجۂ جہاں سے حاصل کرتی اور دل سے فیروز شاہ کی شیدائی اور اُس کے لئے دعا گو تھی۔

چھٹا مقدمہ

خواجۂ جہاں کو سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خبر ہونا

خواجۂ جہاں نے سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خبر سنی اور اپنی غلطی پہ اظہار افسوس کیا۔

ہر دو جانب خلایق مختلف گفتگو کرتی تھی۔

بعض اشخاص نے یہ خبر مشہور کی کہ خواجۂ جہاں کا ارادہ ہے کہ اُن افراد کو جن کے وابستگان دامن فیروز شاہ کے لشکر میں ہیں، بادشاہ کے نواح دہلی میں پہنچتے ہی منجنیق کے پلّے میں رکھ کر لشکر شاہی میں پھینک دے۔

بعض افراد یہ بیان کرتے تھے کہ خواجۂ جہاں کا ارادہ ہے کہ بادشاہ سے جنگ کرے۔

اس کے علاوہ یہ خبر بھی مشہور ہوئی کہ خواجۂ جہاں نے دہلی سے روہتک تک تیس کوس کے تمام قریے اور قصبے ویران و تباہ کر دئے ہیں۔

غرضکہ یہ تمام خبریں سلطان فیروز شاہ تک پہنچیں اور بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ خواجۂ جہاں نے ایک شخص غیر کو سلطان محمد کا پسر مشہور کر کے بادشاہ تسلیم کر لیا ہے اور یہ اخبار متواتر لشکر تک پہنچے تو تمام خانان و ملوک نے بالاتفاق یہ کہا کہ سلطان محمد کے کوئی فرزند نہ تھا۔

بادشاہ مرحوم کے محل میں سلطان تغلق کے ایام حکومت میں صرف ایک دختر پیدا ہوئی تھی، خواجۂ جہاں نے مرحوم بادشاہ کا فرزند کہاں سے پیدا کیا ہے۔
تمام صاحب عقل و فراست افراد خواجۂ جہاں کی اس غلطی پر حیرت کرتے کہ باوجود اس سن و سال کے یہ امر جو اُس کی ذات سے بعید ہے کیونکر ظہور پذیر ہوا۔
اس موقع پر سلطان فیروز شاہ اپنی دانائی و فراست سے برابر یہی فرماتا رہا کہ خواجۂ جہاں کی ذات سے جو مجموعۂ صفات ہے، اس قسم کی حرکات کا ظاہر ہونا بعید از عقل ہے۔
بادشاہ یہ فرماتا ہوا دہلی کی جانب سفر کر رہا تھا۔
تمام خاص و عام پیدل و پریشان سفر کر رہے تھے اور اس خیال میں تھے کہ دیکھیں کیا پیش آتا ہے۔
سلطان فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم پر تکیہ کر کے اپنی مہمات میں مشغول تھا اور تمام افسراں تہ دل سے اُس کے بہی خواہ و دعا گو تھے اور خدا سے اُس کی فتح و نصرت کے لئے مناجات کر رہے تھے۔
اس کے علاوہ دہلی کی تمام مخلوق بھی سلطان فیروز شاہ کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ ہر شخص چشم براہ تھا اور بادشاہ کے لشکر کا حال دریافت کرتا تھا۔
مختصر یہ کہ فیروز شاہ ملتان کے حدود میں داخل ہوا اور بادشاہ نے اُس وقت تک خواجۂ جہاں کی بابت ایک کلمہ بھی زبان سے نکالا تھا
بادشاہ نے ہرگز یہ نہ فرمایا کہ خواجۂ جہاں نے بجائے موافقت کے مخالفت سے کام لیا۔
جو فوج و لشکر کہ سلطان کے ہمراہ ٹھٹھہ میں مقیم تھا اُس نے سفر میں بیحد مشقت اُٹھائی تھی اور سلطان محمد کے جود و عطا سے خزانے میں روپیہ نہ تھا اور نیز یہ کہ لشکر مغل کی ایذا رسانی سے فوج کو بیحد نقصان پہنچا تھا اس لئے سلطان فیروز شاہ نے دل میں خیال کیا کہ اگر وہ خواجۂ جہاں کے صحیح حال سے لشکر کو آگاہ کرے گا تو تمام افراد بادشاہ کی گفتگو کو اس امر پر محمول کریں گے کہ فیروز شاہ کے دل میں خواجۂ جہاں کی طرف سے وہم پیدا ہو گیا ہے۔ غرضکہ باوجود ان مشکلات کے

کہ لشکر بحید خستہ و ماندہ اور خزانہ خالی تھا اور فوج نے مغلوں کے ہاتھ سے کثیر نقصان اُٹھایا تھا لیکن فیروز شاہ برابر دہلی کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔
بادشاہ قطعاً خاموش تھا اور اُس کو یقین تھا کہ اگر ایک لفظ بھی خواجۂ جہاں کی بابت زبان سے نکالے گا تو فوج کے اوپر بُرا اثر پڑے گا اور دو جدید خطرات پیدا ہو جائیں گے۔
اوّل یہ کہ بینوائی و بیچارگی سے جو حالت کہ تباہ و شکستہ ہو گئی ہے اُس میں اور اضافہ ہوگا، دوسرے یہ کہ فوج کی بد دلی میں اضافہ ہوگا۔
انھیں وجوہ کی بنا پر سلطان فیروز شاہ نے ملتان کے حدود تک ایک لفظ بھی خواجۂ جہاں کی بابت زبان سے نہ نکالا۔

ساتواں مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے دہلی روانہ ہونا

نقل ہے کہ جب سلطان فیروز شاہ نے خدا کے حکم سے ٹھٹھہ سے دہلی کا سفر اختیار کیا تو اپنے ہمراہیوں سے سوال کیا کہ ہم کو کس راہ سے دہلی کا سفر اختیار کرنا چاہیئے۔ ایک گروہ نے جواب دیا کہ گجرات کی راہ سے سفر کرنا مناسب ہے تاکہ اُس مملکت کا خزانہ بھی ہمارے ہاتھ آجائے۔
سلطان فیروز شاہ نے جواب دیا کہ میرے عم نامدار سلطان تغلق نے خسرو خاں کو سزا دینے کی غرض سے دیپال پور کی راہ اختیار کی تھی۔
اللہ تعالیٰ نے سلطان مرحوم کو فتح دی اور وہ دہلی پر قابض ہو گئے۔
ہم کو مرحوم بادشاہ کی تقلید میں دیپال پور کی راہ کو اختیار کرنا چاہیئے۔ پروردگار کے لطف و کرم سے امید ہے کہ بادشاہ مرحوم کی تقلید کی برکت سے وہ ہم کو فتح عطا فرمائے گا اور ہم صحیح و سلامت دہلی پہنچ جائیں گے۔
اس رائے پر اتفاق ہوا اور فیروز شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا روانہ ہوا۔

خلقت دہلی کو معلوم ہوا کہ سلطان فیروز شاہ پیل و لشکر کے ہمراہ ملتان و دیپال پور کی راہ سے دہلی آرہا ہے۔

تمام مخلوق کے دل میں عیش و خوشی پیدا ہوئی اور بعض امرا و اعیان دولت خفیہ طور پر فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور فراریوں کی طرح بادشاہ کے دامن میں پناہ لی۔

اس فرار کی انتہا یہ ہوئی کہ اہل غنا و سرود کا طبقہ خواجۂ جہاں سے جدا ہو کر فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

خواجۂ جہاں نے یقین کر لیا کہ تمام مخلوق فیروز شاہ کی جانب مائل ہے اور ہر فرد فیروز شاہ کا کلمہ پڑھ رہا ہے۔ خواجۂ جہاں اس واقعے سے بیحد حیران ہوا لیکن قطعاً خاموش و ساکت رہا اور مخلوق کی اس ادا کو برداشت کرتا رہا۔

اگرچہ خواجۂ جہاں کے ہم خیال و ہم مشرب اصحاب نے اُس سے کہا کہ طرفہ ماجرا ہے کہ مال و زر تو ہم سے حاصل کرتی ہے اور پناہ فیروز شاہ کے دامن سے لے رہی ہے۔ اگر بعض اس قسم کے فراریوں کے فرزند و متعلقین سے اس کا تدارک کیا جائے تو یقین ہے کہ خلقت فراری ہونے سے باز رہے گی۔

خواجۂ جہاں یہ تمام تقریر سنتا اور خاموش تھا یہاں تک معاملے نے اس قدر شدت اختیار کی کہ اہل دہلی میں جو افراد کہ فرار پر قادر تھے اُن کا تو جسم و روح دونوں بادشاہ کے قریب تھے اور جو اشخاص کہ فرار کرنے پر قدرت نہ رکھتے تھے اُن کے قلوب بادشاہ کے قدموں پر نثار تھے، ہر روز فیروز شاہ کے سفر کے حالات دریافت کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مشیّت الٰہی بھی عجب پر اسرار معاملہ ہے جس کی کُنہ سمجھنے سے انسانی عقل قاصر ہے۔

چونکہ کاتب تقدیر نے روز ازل دہلی کی حکومت فیروز شاہ کے لئے مقدّر فرمائی تھی بادشاہ کی جہانداری کے اسباب خود بخود پیدا ہونے لگے۔

اگرچہ فیروز شاہ پریشان حال و خستہ و ماندہ لشکر کے ہمراہ دہلی آرہا تھا اور خواجۂ جہاں کے زیر حکم بیس ہزار سوار موجود تھے اور اہل لشکر کے زن و فرزند و متعلقین

حصار دہلی کے اندر تھے لیکن بر ینہم پروردگار نے بغیر تیغ زنی کے فیروز شاہ کو فتح عنایت کی۔

کیا شان الہٰی ہے، حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے صحیح فرمایا ہے کہ انسان کے قلوب پروردگار کے قبضۂ اقتدار میں ہیں وہ جدھر مناسب خیال فرمائے اُس کو پھیرتا ہے۔

جب پروردگار عالم اپنے کسی بندے کو تقرب عنایت فرماتا ہے تو فرشتوں کو مطلّع فرماتا ہے کہ میں نے فلاں بندے کو اپنا ولی بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت جبریل کو حکم دیتا ہے کہ میرے اس بندے کی محبت جملہ انہار رواں میں جاری کر تاکہ جو شخص یہ پانی پیئے میرے بندے کی دوستی کے نشے سے سرشار ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ یہ قطعاً پروردگار عالم کی قدرت کا ظہور تھا کہ تمام خلقت خدا فیروز شاہ کی بہی خواہ ہوگئی۔

ان افراد نے تمام اپنے اعزہ، اپنے مکان، اپنے زن و فرزند کو ہلاکت میں ڈالا اور اس قدر محنت و مشقت اختیار کی کہ اپنی جیب سے اخراجات کے کفیل ہوئے اور اور سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

یہ تمام امور انسانی سعی و کوشش سے باہر ہیں اور ان کا ظہور محض خدا کے فضل و کرم کا کرشمہ ہے چونکہ پروردگار عالم کی مرضی یہ تھی کہ دار الملک دہلی چالیس سال کامل اسی بابرکت والی کی حکومت سے بہرہ مند ہو اور خلق خدا ایک مدّت تک امن و امان سے زندگی بسر کرے اس لئے تقدیر الہٰی نے تمام اسباب حکمرانی خود بخود پیدا فرما دیئے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ حدود ملتان میں پہنچا۔

بادشاہ نے قدم آگے بڑھایا تھا کہ تلیح نون تون نام خواجہ جہاں کا فرستادہ غلام دور سے نمودار ہوا۔ سلطان فیروز نے اُس کو پہچان لیا اور اس موقع پر یہ فرمایا کہ دہلی سے چند سوار آرہے ہیں۔

تلیح قریب تر آیا اور اُس کی گردن میں پسر سلطان محمود کا فرمان آویزاں تھا۔ فیروز شاہ نے تلیح کو دور سے دیکھا اور یہ معلوم کر لیا کہ یہ خواجہ جہاں کا فرستادہ ہے۔

بادشاہ نے اپنی عنان دولت اُسی مقام پر روک کر فرمایا کہ شاید خواجۂ جہاں دُنیا میں باقی نہیں ہے۔
فیروز شاہ نے حکم دیا کہ تلیع اُسی مقام پر روک دیا جائے اور اُس سے دریافت کیا جائے کہ خواجۂ جہاں سلامت ہے یا نہیں۔
بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور خواجۂ جہاں و دہلی کے باشندوں کا حال دریافت کیا گیا۔
تلیع نے تمام واقعہ بیان کیا اور اُس کی گفتگو بادشاہ کے حضور میں عرض کی گئی۔
فیروز شاہ نے جواب دیا کہ خدا کا فضل و کرم درکار ہے خواجۂ جہاں وغیرہ کیا کر سکتے ہیں۔
غرضکہ فیروز شاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے ملتان میں داخل ہوا۔
بادشاہ نے شہر کے مشائخ کو انعام و نذر سے ممنون احسان بنایا۔
بادشاہ اجودھین روانہ ہوا اور بندگی شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوا۔

صفحہ ۶۱

فیروز شاہ اجودھین سے روانہ ہوکر قصبۂ سرستی میں مقیم ہوا۔
واضح ہو کہ قصبۂ سرستی دہلی سے نوّے کوس کے فاصلے پر آباد ہے۔
اس قصبے کے تمام صرّاف و بقّال جمع ہوئے اور انھوں نے چند لاکھ تنگے خدمتی کے طور پر بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے۔
اس موقع پر بادشاہ نے فرمایا کہ تمھاری رقم خدمتی ہم پر قرض ہے انشاءاللہ تعالیٰ دہلی پہنچ کر روپیہ تم کو واپس کر دیا جائے گا۔
بادشاہ نے رقم عماد الملک بشیر کے حوالے کر دی کہ شہر دہلی میں داخلے کے بعد یہ رقم صرّافوں کو واپس کر دی جائے۔ فیروز شاہ نے خدا کی توفیق سے تمام مال حشم و لشکر کو عطا فرمایا جس کی وجہ سے لشکر کو خرچ کی طرف سے گونہ اطمینان حاصل ہوگیا۔
اس موقع پر حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان فیروز سے فرمایا کہ مُلک ٹھٹھہ سے اس مقام تک دعاگو نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اور حضرت شاہ مع تمام لشکر کے بخیر و عافیت اس مقام تک پہنچ گئے اب اس مقام سے پیشتر کا حصۂ مُلک حضرت قطب الانام شیخ قطب الدین منوّر کی ولایت میں داخل ہے

اب جو کچھ مناسب ہو حضرت شیخ کو لکھا جائے۔

سلطان فیروز نے یہی الفاظ ہانسی میں حضرت شیخ قطب الدین منور کو لکھ کر روانہ کئے۔

بادشاہ نے حضرت شیخ کو لکھا کہ شیخ نصیر الدین محمود نے یہ فرمایا ہے اور اب مجھ کو آپ کے حوالے کیا ہے۔

حضرت شیخ قطب الدین نے جواب دیا کہ چونکہ حضرت شیخ نصیر الدین نے اس ضعیف کے حوالے کیا ہے اس لئے مجھ کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ دہلی بھی بادشاہ کے قبضے میں آجائے گی۔

حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے یہ کلام اس لئے فرمایا تھا کہ شیخ قطب الدین منور کی بزرگی اہل عالم کو معلوم ہو جائے ورنہ ان ہر دو بزرگوار میں انتہائی محبت و اتحاد تھا اور نیز یہ کہ ہر دو بزرگ ہم خرقہ تھے اور آخر سن کو پہنچ چکے تھے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ حضرت شیخ کے جواب سے بیحد مطمئن ہوا اور حضرت کی بشارت کا امیدوار ہو کر آگے بڑھا اور منتظر تھا کہ حضرت شیخ کی بشارت کا ظہور ہوا۔

آٹھواں مقدمہ

قوام الملک یعنی خان جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا

منقول ہے کہ ملتان و دیپال پور و سرستی وغیرہ دیگر مقامات کے باشندے تمام وکمال فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے غرضکہ ملوک نامدار و فرقہ امرا و پہلوانان جری و بخت آور و لشکر و سوار وغیرہ ہر طبقہ و فرقہ کے اشخاص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چھتیس راجگی تمام وکمال بادشاہ کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو گئیں اور فیروز شاہ کے گرد کثیر مجمع ہو گیا۔

فیروز شاہ نے ہر شخص سے شیریں کلامی کی اور صاف و صریح طور پر ان کو عنایت شاہانہ کا امیدوار بنایا۔ بادشاہ ہر شخص سے زبان سے وعدہ کرتا اور دل سے

حضرت قطب الدین منوّر کے ارشاد کا منتظر تھا اگرچہ دہلی کے تمام خاص و عام بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے لیکن فیروز شاہ کو اطمینان نہ ہوتا تھا' یہاں تک کہ قوام الملک یعنی خانجہاں نے حاضری میں سبقت کی۔

خانجہاں نے بیشتر اپنے حالات کے عرائض فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور اپنی حاضری سے بادشاہ کو اطلاع دی اور بادشاہ کی بہی خواہی میں صدق دل سے ارادہ کر کے اپنی تمنا کا اظہار کیا

قوام الملک نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

فیروز شاہ بھی خانجہاں کو جواب ادا کرتا تھا اور اُس کی تمنّا کے مطابق اُس کی تسکین کرتا تھا۔ شہر دہلی میں شور برپا ہو گیا کہ قوام الملک نے بادشاہ کی خدمت میں عرائض روانہ کئے ہیں اور خود بھی امروز فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔

خواجۂ جہاں نے آشکارا و خفیہ دلائل و نشانات سے معلوم کر لیا کہ قوام الملک فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہونے والا ہے اور اُس نے ارادہ کیا کہ اُس کو گرفتار کرے۔

سبحان اللہ عجیب راز ہے کہ جس کے سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہے۔

ظاہر ہے کہ جب خدا کی مشیّت یہ ہو کہ فیروز شاہ مُلک میں حکومت کرے تو دوسرا کون ہے جو اُسے روک سکتا ہے۔

غرضکہ خدا کی حکمت بالغہ سے قوام الملک نے ارادہ کیا کہ دہلی سے روانہ ہو۔

قوام الملک نے اُس روز مقرّرہ مکان میں قیام کیا' اور خواجۂ جہاں بالائے ہزار ستون مقیم تھا۔

غرضکہ قوام الملک ہزار ستون کے نیچے آیا اور اُس نے ارادہ کیا کہ کوشک کے اوپر جائے۔

خواجۂ جہاں کا ایک ملازم کوشک کے بالائی حصے سے نیچے آ رہا تھا' اُس شخص نے قوام الملک کو دیکھ کر دانت کے نیچے اُنگلی دبائی اور آنکھوں کے اشارے سے کہا کہ محل کے اوپر جانا مصلحت سے بعید ہے۔

قوام الملک اُس شخص کا مطلب سمجھ گیا اور فوراً بالائی حصّے کے پیش در میں اپنے کو لنگ بنا دیا۔

قوام الملک نے اپنے ایک شخص کو بھی خواجۂ جہاں کے پاس روانہ کر کے اُس کو اپنی علالت سے آگاہ کیا اور کہا کہ میرے پاؤں میں ورم آگیا ہے اور میں اپنے مکان سے آپ کے آستانے تک بہزار دقّت آیا ہوں لیکن اب بالائے محل آنا میرے امکان سے باہر ہے۔

خواجۂ جہاں نے یہ معلوم کر کے کہ قوام الملک الفاظ معذرت خود اپنی زبان سے ادا کئے ہیں، اپنے ایک ملازم کو دوڑایا تاکہ قوام الملک سے کہے کہ مجھ کو تم سے ایک اہم معاملے میں مشورہ کرنا ہے، میرے قریب تک ضرور آؤ۔

جب تک کہ خواجۂ جہاں کا قاصد قوام الملک تک پہنچے یہ امیر صحن کوشک میں پہنچ گیا۔

خواجۂ جہاں کا ملازم قوام الملک تک پہنچا اور خواجۂ جہاں کا پیغام اُس تک پہنچایا۔

قوام الملک نے جواب دیا کہ میں پاؤں کے درد سے ایسا بیقرار ہوں کہ مجھ کو اپنے سر و پا کا ہوش نہیں ہے، نماز صبح کے اوّل وقت آؤں گا۔

جب تک کہ خواجۂ جہاں کے ملازم قوام الملک کا جواب اُس تک پہنچائیں، قوام الملک قبلہ رخ کے پیش در تک پہنچ چکا تھا۔

سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں قوام الملک کے مکان کا زیرین حصہ قبلہ رخ تھا۔

قوام الملک اپنے مکان کے زیریں حصّے میں آیا اور اُسی وقت اور اُسی چوڈول پر سوار ہو کر اپنے زن و فرزند و مصاحبین و تمام خدم و حشم کے ہمراہ روانہ ہو کر دروازۂ میدان پر آیا۔ دربان نے ارادہ کیا کہ دروازہ بند کرے لیکن تازی جوان دوڑے اور اُنھوں نے خوں فشاں تلواریں نیام سے نکالیں۔

دربان دروازہ بند نہ کر سکا اور قوام الملک آہستہ آہستہ فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہوا اور فیروز شاہ سرستی سے آگے بڑھا۔ قوام الملک نے چند منزل راہ طے کر کے

منزل اکدار میں میں نے بادشاہ سے ملاقات کی اور سعادت قدم بوسی سے بہرہ اندوز ہوا۔
اُسی روز شاہزادہ فیروز خاں کے محل میں فرزند پیدا ہوا۔
فیروز شاہ کو اس مقام پر دو خوشی حاصل ہوئیں، ایک قوام اسلاک کی حاضری اور دوسرے شاہزادے کے مکان میں تولد فرزند۔
بادشاہ نے اس مقام پر ایک شہر بزرگ کو بسایا اور اُس کو فتح آباد کے نام سے موسوم کیا۔
فیروز شاہ نے نوزائیدہ فرزند کا بھی فتح خاں نام رکھا۔
اُسی روز قوام اسلاک بادشاہ کے حضور میں امیدوار مکرمت حاضر ہوا اور فیروز شاہ نے اس امیر کو شاہانہ نوازش سے سرفراز فرمایا۔

نواں مقدمہ

خواجۂ جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا

نقل ہے کہ خواجۂ جہاں نے سُنا کہ قوام اسلاک اُس کی اطاعت سے منحرف ہو کر فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
مورخ مصنف شمس سراج عفیف نے اُن اشخاص سے جو اس موقع پر جمع تھے، بیان کیا ہے کہ خواجۂ جہاں نے یہ معلوم کر کے کہ قوام اسلاک مرغان ہوائی کی طرح پرواز کر کے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو یہ امیر صرف ایک پیرہن تن پر اور برہنہ سر تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے اور دونوں ہاتھ پیٹھ سے پیچھے باندھے ہوئے نہایت فکرمند و پریشان بالائے ستون آمد و رفت کر رہا تھا۔
جو اشخاص کہ اس معاملے میں خواجۂ جہاں کے رفیق طریق اور مشیر تھے اُنھوں نے بار دگر اس کی گفتگو شروع کی اور اس امیر سے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم قوام اسلاک کا تعاقب کریں اور دیکھیں کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔
خواجۂ جہاں نے اس تقریر کا کچھ جواب نہ دیا۔

چونکہ خواجۂ جہاں معاملہ فہم، عاقل و کامل وزیر تھا اُس کو یقین ہو گیا کہ حکمت خداوندی و تقدیر الٰہی کا تقاضا یہی ہے کہ سلطان فیروز شاہ تخت حکومت پر بیٹھ کر دہلی کا مالک و فرماں روا ہو۔

خدا کی اس مشیت کو کون بدل سکتا ہے اور کس انسان و ملک میں یہ قدرت ہے کہ فیروز شاہ کو نقصان پہنچائے۔

چونکہ خواجۂ جہاں کی قسمت میں مرتبۂ شہادت مقدر تھا تمام اسباب شہادت خود بخود مہیا ہو گئے

خواجۂ جہاں نے دل ہی دل میں اس معاملے میں غور کیا اور یہ طے کیا کہ میرا فعل حکمت و صداقت سے بعید تھا اور چونکہ معاملے کی حقیقت بھی باطل و غلط ہے، میری کوشش سے اس کا رو براہ ہونا مشکل ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ میں بھی سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا تدارک و تلافی کروں، اس کے بعد جو منظور خدا ہے اُس کے ظہور کا منتظر رہوں۔

مختصر یہ کہ قوام الملک پنجشنبے کے روز دہلی سے روانہ ہوا تھا اور اُسی روز منزل اسماعیل میں جو دہلی سے چوبیس کوس کے فاصلے پر آباد ہے، فروکش ہوا۔

خواجۂ جہاں جمعے کے روز دہلی سے روانہ ہو کر حوض علائی کے جوار میں مقیم ہوا۔

تمام ملوک و امرا جو خواجۂ جہاں کے رفیق و ہم خیال تھے حوض علائی کے قریب اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ ملک حسن و ملک حسام الدین اُزبک وغیرہ خواجۂ جہاں کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن یہ امیر حیران تھے کہ خواجۂ جہاں نے کس قسم کا ارادہ کیا ہے۔

ان امرا نے اس حیرانی کے عالم میں خواجۂ جہاں سے دریافت کیا کہ آپ تو فیروز شاہ سے ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں، ہماری بابت کیا ارشاد ہوتا ہے۔

خواجۂ جہاں نے ان امرا کو جواب دیا کہ آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ پسر سلطان محمد کو بادشاہ تسلیم کرنے میں میری کوئی ذاتی غرض نہ تھی، اس لئے کہ پیشوائی کا مقام تاجداران عالم کا حق ہے اور وزارت کا منصب وزرا کے لئے موزوں ہے۔ اگر تاجدار وزرا کے منصب کی اور وزرا بادشاہان عالم کے مرتبے کی

خواہش و آرزو کریں تو قلیل ہی مدت میں مُلک خراب و تباہ ہو جائے گا۔
مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور مغلوں نے لشکر کو تاخت و تاراج کیا اور اسی ہنگامے میں تاتار خاں اور فیروز شاہ غائب ہو گئے ہیں اس لئے میں نے مُلک کا انتظام برقرار رکھنے اور رعایا کو مطمئن کرنے کے لئے یہ غلط راہ اختیار کی جس میں مجھ سے سہو واقع ہو گیا۔
خلائق نے ہر دو جانب مختلف گفتگو شروع کی ورنہ مجھ کو مرتبۂ سلاطین سے کیا نسبت ہے۔
اس کے علاوہ سلطان محمد کے عہد حکومت میں میں نے فیروز شاہ کو پسر خواندہ بنایا تھا اور میرے تمام متعلقین بے پردہ فیروز شاہ کے سامنے آتے تھے۔
فیروز شاہ خود بھی مجھ کو پدر مہربان کہتا اور خیال کرتا تھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب خدا کی کیا مشیت ہے اور پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔
تم سب میرے ہمراہ رہو اور مجھ سے جدائی نہ اختیار کرو۔
میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ فیروز شاہ کی فطرت بیحد نیک ہے اور وہ میرے معروضے کے مطابق تم سب کو امان دے گا۔
خواجہ جہاں نے یہ راز پنہاں اپنے رفقا سے ظاہر کیا اور ہر شخص خواجہ جہاں کی اس نرمی پر رو دیا۔ اس زمانے میں خواجہ جہاں کی عمر اسّی سے متجاوز ہو چکی تھی اور یہ امیر پیر معمر ہو گیا تھا۔
خواجہ جہاں نے حلق سر کر لیا تھا اور حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کا مرید ہو چکا تھا۔
مختصر یہ کہ ان امرا نے خواجہ جہاں کی فقر انگیز گفتگو سن کر عرض کیا کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم بھی اپنی رائے ناقص کا اظہار کریں۔
خواجہ جہاں نے ان امرا کو گفتگو کی اجازت دی اور امیروں نے عرض کیا آئین ملکی و قواعد جہانداری میں پدری و پسری کے تعلقات کو مطلقاً دخل نہیں ہے اور کسی شخص کی غلطی اور اُس کا سہو اُس کے حق میں مفید نہیں ہو سکتا اس لئے کہ بادشاہوں کے طرز روش کے خلاف ہے۔

فیروز شاہ اگرچہ نیک فطرت ہے لیکن یقین ہے کہ وہ اس معاملے میں روش سلاطین کے خلاف نہ کرے گا۔

خواجۂ جہاں نے کہا کہ اگر میں واپس ہو جاؤں اور حصار دہلی میں پناہ اختیار کروں تو ممکن ہے کہ فیروز شاہی لشکر قلعے کا محاصرہ کر کے حصار پر قبضہ کرے اور مسلمانوں کی عورات پردہ نشین نااہل افراد کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر بے عزت ہوں اور میں اس پیرانہ سالی میں قیامت میں جواب دہ ہوں۔

آخر غور کرو کہ میں کب تک زندہ رہوں گا، میں ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں اور خدا کی مرضی کا پابند، جو اس کا حکم ہے وہی ہوگا۔

ان امرا کو معلوم ہو گیا کہ خواجۂ جہاں ضرور فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہوگا۔ امرا میں بعض افراد تو خواجہ جہاں کے ہمراہ روبرو فیروز شاہ سے جا ملے اور بعض خواجہ جہاں سے علیحدہ ہو کر تنہا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گئے۔

مختصر یہ کہ قوام الملک فتح آباد میں سلطان فیروز شاہ سے جا ملا اور خواجۂ جہاں دھانسور کی منزل میں جدا کو وہ سے قریب ہے۔ دوسرے روز قوام الملک سے متصل خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

راویان معتبر نے بندۂ ضعیف شمس سراج عفیف سے روایت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے نماز ظہر کے وقت دربار عام کیا۔

بادشاہ ایک صندلی پر بیٹھا اور رسوم جہانداری کے موافق تمام ارکان دولت حاضر ہوئے۔

خواجۂ جہاں نے زنجیر آہنی گردن میں آویزاں کی اور دستار اپنے سر سے اُتار کر ایک ٹوپی پہنی اور تیغ برہنہ گردن سے باندھ کر پردۂ شاہی کے متصل بائیں مقام پر استادہ ہوا۔

نماز ظہر کے وقت سراُنچہ بارگاہ گرایا گیا اور ایک پرتاب کی دوری سے امرا آداب بجالائے، بادشاہ کی نظر خواجۂ جہاں پر پڑی، اور فیروز شاہ نے اُسی وقت فرمایا کہ خواجۂ جہاں سے دریافت کیا جائے کہ اُس نے اپنی گردن میں زنجیر کیوں آویزاں کی ہے۔

خواجۂ جہاں نے تخت کے روبرو حاضر ہو کر یہ شعر عرض کیا۔

باز آمدہ ام چو خونیاں بر در شاہ اینک سر و تیغ آنچہ باید آن کن

فیروز شاہ نے معتبر اشخاص کو روانہ کیا اور ان افراد نے بادشاہ کے حکم سے خواجۂ جہاں کے سر پر پگڑی باندھی اور کہا کہ بادشاہ کا ارشاد ہے کہ مجھ کو ہرگز تمہاری ذات والاصفات سے بدگمانی نہیں ہے۔

بادشاہ نے اُسی وقت سواری خاصہ کا زرین چڈول روانہ کیا اور اپنی نوازش کا اس طرح اظہار کیا اور یہ حکم نافذ فرمایا کہ خواجۂ جہاں کو اس چڈول پر سوار کر کے اور ایک خیمہ و چند سراپردۂ شاہی نصب کر کے خواجۂ جہاں کو اُس خیمے میں مقیم کرائیں۔

فیروز شاہ نے خواجۂ جہاں کو پیغام دیا کہ میں اُس خیمے میں ملاقات کے لئے آتا ہوں۔

غرضکہ خواجہ چڈول میں سوار ہو کر اُس خیمے میں مقیم ہوا۔

واضح ہو کہ خدا کی امداد و اعانت سے فیروز شاہ کے حق میں حضرت شیخ قطب الدین منوّر رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت درست ہوئی اور جیسا کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ دہلی اس مقام پر دست بستہ حاضر ہوگی، وہی ہوا اور عین راہ میں فیروز شاہ دہلی پر قابض ہو گیا۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہی اہل دربار کی خواجۂ جہاں کے متعلق رائے و مشورہ

نقل ہے کہ فیروز شاہ کا ارادہ تھا کہ خواجۂ جہاں کو کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائے اور اُس کو عہدۂ قدیم یعنی مرتبۂ وزارت پر فائز فرمائے۔

فیروز شاہ نے خیال فرمایا کہ فرقۂ وزرا اور نیز اہل دربار کا قاعدہ ہے کہ عمّال کو تکالیف پہنچاتے ہیں اور مال جمع کرنے کے لئے بیحد سعی و کوشش فرماتے ہیں۔

خواجۂ جہاں کی رائے غلط ثابت ہوئی لیکن آخر کار اُس نے عجز و زاری کی اور عفو تقصیر کی درخواست کی اب اس کا قصور معاف کرنا مناسب ہے اور اس کو

مرتبۂ وزارت عطا کرنا قرین انصاف ہے۔

اس موقع پر بادشاہ دین پناہ نے حضرات صوفیہ کے مسلک پر عمل کرنا مناسب خیال کیا اور ارادہ کرلیا کہ خواجہ جہاں کا قصور معاف فرمادے۔

اہل دربار کو فیروز شاہ کے ارادے سے اطلاع ہوئی اور معلوم ہو گیا کہ خواجہ جہاں کے معاملے میں کرم ورحم شاہانہ سے کام لے کر اُس کے گناہ کو معاف فرمائے۔

تمام خانان عظیم الشان وملوک ایک مقام پر جمع ہوئے اور اُنھوں نے باہم مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ملکی معاملات میں غدر کرنا گناہ عظیم ہے اور ہر ایسے گناہ کی سزا دینی واجب ہے۔

اس قسم کے گناہ کو معاف کرنا پشیمانی وندامت کا سبب ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اصل وعظیم الشان مضرت برداشت کرنی پڑتی ہے

ان اُمرا نے یہ بھی طے کیا کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر براہ راست اپنے ارادے سے مطلع کریں۔

غرضکہ یہ اُمرا مجلس مشورہ سے اُٹھ کر بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عمادالملک کو فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

عمادالملک نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ تمام ملوک وامرا در دولت پر حاضر ہیں۔ یہ گروہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

فیروز شاہ نے اپنے انوار بصیرت سے دریافت کرلیا کہ امیروں کے قلوب میں مخالفت کی آگ بھڑک اُٹھی ہے اور یہ گروہ میرے مُلک حکومت سے برداشتہ خاطر ہو گیا ہے۔

بادشاہ نے امرا کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور اعیان مُلک حاضر ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر عرض کیا۔

اس موقع پر شمس عفیف نے بعض معتبر اشخاص نے بیان کیا کہ امرا کو دیکھ کر بادشاہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ غرضیکہ امیروں نے مخلصانہ الفاظ زبان سے نکالے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ خدا کی عنایت ومہربانی سے دہلی فتح ہو گئی اور خواجۂ جہاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا۔

ان واقعات سے رعایا کے قلوب کو اطمینان حاصل ہو گیا اور رنج وغم

قطعاً قلب سے دور ہوا اور بندگان درگاہ کو یکسوئی حاصل ہو گئی ہے۔

ہر مسلم پر تمام عمر میں ایک بار حج کرنا فرض ہے، اگر بادشاہ ارشاد فرمائیں تو ہم بندگان درگاہ خانۂ کعبہ میں حاضر ہو کر سعادت حج حاصل کریں۔

فیروز شاہ امرا کے ارادے سے واقف ہوا اور اس نے مناسب الفاظ میں تقریر کی۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اگر کسی اہل قلم سے قصور سرزد ہو تو سلاطین با اختیار کو اس کی تقصیر معاف کرنی چاہیئے، جیسا کہ فرمانروایان قدیم کے حالات میں مرقوم ہے۔

امیروں نے اس موقع پر بادشاہ سے عرض کیا کہ سلاطین کے ماتحت افراد کے گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک صغیرہ اور دوسرے کبیرہ۔

بادشاہ گناہان صغیرہ معاف کر سکتے ہیں لیکن گناہ کبیرہ کو معاف کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ ایسے گناہوں کے معاف کرنے سے آخر کار ندامت و پشیمانی ہوتی ہے، خاصکر خواجۂ جہاں ایسے افراد کے معاملے میں اس گناہ کو معاف کرنا ہرگز زیبا نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ اس امیر نے ایک بچے کو فرماں روا تسلیم کیا اور بے شمار نقد و دولت رعایا کو تقسیم کی اور جب روپیہ باقی نہ رہا تو زر نقد کے عوض جواہرات و دیگر الماس ادا کئے اور اس طرح تمام خزانہ خالی کر دیا۔

آخر میں جب اس امیر نے دیکھا کہ تمام خلقت خدا بادشاہ عالم کی مطیع و بہی خواہ ہو گئی ہے اور ہر فرد نے حضرت کو اپنا مالک و آقا تسلیم کر لیا تب خواجۂ جہاں نے دیگر وزرا کے طریقۂ کار پر عمل کیا۔ حضرت کو معلوم ہے کہ اگر خدا نخواستہ ہمارا پلہ بھاری نہ ہوتا تو خواجۂ جہاں دستوران پرویز کی طرح غدر نہ کرتا یا کہ ظاہر و باطن ہر طریقے پر ہمارا کام تمام کر دیتا اور ہم میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔

امیروں نے اس تقریر کے بعد فیروز شاہ سے عرض کیا کہ ہماری عقل ناقص میں جو آیا ہم نے عرض کر دیا، آیندہ جیسی رائے عالی ہو۔

فیروز شاہ کو معلوم ہو گیا کہ تمام امرا اپنی ذاتی فراست و دانشمندی کی وجہ سے خواجۂ جہاں کی ہلاکت کے درپے ہیں اور اس امیر کو قتل کرنے کے تمام امرائے دربار

متّفق معروضہ پیش کر رہے ہیں۔

فیروز شاہ کا رنگ اس فکر و اندیشہ سے زرد ہو گیا اور چند روز اسی رنج و غم میں بسر کئے اور شبانہ روز انتہائی غور و فکر میں بسر کرتا رہا۔

غرضیکہ بعد غور و فکر کے بعد بادشاہ نے عماد الملک کو خلوت میں طلب کر کے راز پنہاں سے اُس کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ اُمرا سے جاکر کہو کہ خواجۂ جہاں کے معاملے کو میں نے تمہارے سپرد کر دیا جو تم مناسب خیال کرو اُس پر عمل کرو میں نے اس امیر سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

بادشاہ نے اُمرا سے یہ گفتگو کی اور خواجۂ جہاں پر ہر دم تازہ مرحمت و شفقت کرنے لگا۔

غرضیکہ فیروز شاہ اور امرا میں یہ گفتگو ہوئی اور بادشاہ نے خواجۂ جہاں کا معاملہ اُنھی کے حوالے کر دیا۔

مختصر یہ کہ تمام امیر دل و جان سے متّفق ہو گئے۔

اُمرا نے بادشاہ کی طرف سے خواجۂ جہاں کو یہ پیغام دیا کہ تم اب ضعیف و بوڑھے ہو گئے میں سامانہ تمہاری جاگیر میں عطا کرتا ہوں تم اپنی جاگیر کو جاؤ اور وہیں یادِ الٰہی میں زندگی کے بقیہ روز تمام کرو۔

پروردگار کی مشیت کے بھی عجیب اسرار ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو تقرب و سعادت کی برکات سے مستفید فرماتا ہے تو بلا مشقت و محنت اُس کے لئے تمام اسباب نعمت موجود ہو جاتے ہیں۔

خدائے کریم نے خواجۂ جہاں کو تمام دینی و دنیوی نعمتوں سے بہرہ اندوز فرمایا تھا، اب آخر عمر میں اُس کو سعادت شہادت بھی نصیب فرمائی۔

مورخ عفیف مغل حادثے کے بیان کے ضمن میں چند سطریں مرتبہ شہادت کی بلندی و عظمت کے بارے میں معرض تحریر میں لائے گا تاکہ ناظرین اس مرتبے کی برکات سے بخوبی آگاہ ہو جائیں۔

غرضیکہ خواجہ جہاں سامانہ روانہ کیا گیا اور اس امیر نے ہنوز چند منزل راہ طے کی تھی کہ شیر خاں بھی اس مقام پر آیا۔ شیر خاں نے خواجۂ جہاں سے ملاقات نہ کی

اور ایک دوسرے مقام پر فروکش ہوا۔

ان واقعات کی اطلاع خواجۂ جہاں کو ہوئی اور اُس کو اطلاع دی گئی کہ شیر خاں آپ کے لئے فرمان رحمت لایا ہے اور یقین ہے کہ آپ کو واپس لے جائے گا۔

خواجۂ جہاں نے جواب دیا کہ شیر خاں فرمان کرم لے کر نہیں حاضر ہوا ہے بلکہ وہ میری ہلاکت کا مژدہ لایا ہے۔ اگر میرے حق میں فرمان رحم صادر ہوتا تو شیر خاں کی مجال نہ تھی کہ بغیر مجھ سے ملاقات کئے ہوئے دوسرے مقام پر فروکش ہو۔

شیر خاں کی اس ادا سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ اُس کے پاس فرمان رحم و کرم نہیں ہے۔

سبحان اللہ اس وزیر خوش تدبیر کی عقل و فراست کا کیا کہنا جس نے محض قرائن سے اصل حقیقت کا پتا لگا لیا۔ مختصر یہ کہ روز دیگر خواجۂ جہاں نے شیر خاں سے چند سراپچے طلب کئے اور اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ اس سراپردے کو صحرا میں نصب کریں اور صحن کو صاف و ہموار بنا دیں۔

خواجۂ جہاں اس مقام پر لایا گیا اور اس امیر نے پریشانی کے عالم میں پانی طلب کیا۔

خواجۂ جہاں نے دوبارہ وضو کیا اور حضرت شیخ الاسلام شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کلاہ سر پر رکھی اور حضرت کی دستار مبارک باندھ کر شمشیر زنی کی طرف متوجہ ہوا اور اُس سے کہا کہ تمھاری تلوار تیز ہے۔

خواجۂ جہاں کا ایک دست گرفتہ موجود تھا۔ اس امیر نے اپنے مصاحب کو وضو کرنے کا حکم دیا اور فرمائش کی کہ دوگانہ نماز ادا کر کے تیغ رانی کرے۔

یہ مصاحب نماز سے فارغ ہوا اور خواجۂ جہاں نے سجدے میں سر جھکایا۔

اس امیر نے رنج انگیز لہجے میں کلمۂ طیبہ پڑھا اور اُس مصاحب نے تلوار گلے پر پھیری اور اُسی دم سر تن سے جدا ہو گیا۔

سبحان اللہ کیا مقام عبرت ہے جس کا سبق انگیز منظر پروردگار عالم دُنیا میں ظاہر فرماتا ہے۔

اہل اسلام وایمان کا فریضہ ہے کہ ان واقعات سے عبرت حاصل کر کے طلب آخرت میں سعی وکوشش کریں۔

گیارھواں مقدّمہ

فیروز شاہ کا شہر ہانسی میں ورود

نقل ہے کہ پروردگار کے لطف وکرم سے بادشاہ کو فتح دہلی کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا اور بادشاہ جاہ وجلال ونعمت وسعادت کے ہمراہ اگروہ سے شہر کو روانہ ہوا۔ فیروز شاہ چند منزل طے کر کے ہانسی پہنچا اور حدود شہر میں قیام اختیار کیا۔

معتبر وراست گفتار راویوں نے مورّخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ جمعے کے روز بعد نماز جمعہ فیروز شاہ نے حضرت قطب الدّین منور سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا۔

بادشاہ حصار میں داخل ہوا اور اُس وقت حضرت شیخ نماز جمعہ کے لئے خانقاہ سے باہر تشریف لائے تھے اور اپنی خانقاہ کے دروازے پر استادہ تھے۔

فیروز شاہ حضرت کی خانقاہ میں پہنچا۔

حضرت شیخ نے اُس وقت اپنے جدّ امجد حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی کا جُبّہ مبارک زیب تن فرمایا تھا اور جدّ بزرگوار کی شان فقر میں جلوہ نما تھے۔

واضح ہو کہ یہ جبہ مبارک بیحد کہنہ تھا جو حضرت کے بدن مبارک پر تھا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ حضرت قطب الدین کی ملاقات کو حاضر ہوا اور خان اعظم تاتار خان بادشاہ کے ہمرکاب تھا۔

بادشاہ دیندار نے حضرت شیخ سے مصافحہ کیا۔

حضرت شیخ نے مصافحے کے بعد فیروز شاہ سے فرمایا کہ فقیر نماز جمعہ کی نیّت سے خانقاہ سے باہر آیا تھا۔ لیکن بادشاہ کو تشریف لاتے دیکھ کر حیران ہوں کہ اب کیونکر اپنے مکان کو واپس ہوں۔

اس تقریر کا مقصد یہ تھا کہ سلاطین کو قبل نماز جمعہ فقرا کی ملاقات کو نہ آنا چاہیئے۔
اس کے بعد حضرت شیخ منورؒ رحمتہ اللہ علیہ نے چند کلمے بطور وعظ و نصیحت کے فرمائے۔
ایک امر یہ تھا کہ حضرت شیخ نے بادشاہ سے فرمایا کہ دعاگو نے سنا ہے کہ بادشاہ کو بادہ خواری سے بیحد شوق ہے اور اس شغل کی وجہ سے اہل حاجت کی کاربراری میں رخنہ پڑتا ہے۔
ظاہر ہے کہ پروردگار عالم نے چند مسلمانوں کے حقوق کا آپ کو محافظ مقرر کیا ہے۔
مسلمان جو ہمیشہ پریشان خاطر رہتے ہیں اُن کے حال سے غافل رہنا مصلحت و دور اندیشی سے بعید ہے۔
فیروز شاہ نے فرمایا کہ انشاء اللہ اب میں شغل میکشی نہ کروں گا۔
حضرت شیخ نے جواب دیا الحمد للہ علیٰ ذالک۔
دوسری نصیحت یہ تھی کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ دعاگو نے سنا ہے کہ بادشاہ صید افگنی کے حد سے زیادہ شائق و حریص ہیں۔
شکار کے لیئے ایک عالم کو پریشان و سرگرداں کرنا اچھا مشغلہ نہیں ہے اور ایک بے زبان جاندار کو بلا کسی ضرورت کے بیجان کرنا زیبا نہیں ہے۔
شکار اُسی قدر کرنا جائز ہے جس قدر کہ ضرورت ہو، بے حاجت جانوروں کو شکار کرنا مصلحت نہیں ہے۔
اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ دعا فرائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اس مشغلے سے باز رکھے۔
حضرت شیخ نے بادشاہ کے جواب میں فرمایا کہ سبحان اللہ ہماری دعا کا منکر ہو۔ اور اس کے بعد بلند معنی کلمات فرمائے۔
حضرت شیخ نے مکرر یہ فرمایا کہ ہماری دعا کا منکر، یہ نہیں کہتا کہ میں نے توبہ کرلی ہے۔
جناب شیخ نے یہ فرمایا اور فوراً مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔

فیروز شاہ اس مقام سے واپس ہوا اور حضرت شیخ مسجد میں داخل ہوئے۔
بادشاہ لشکر گاہ کو واپس آیا اور نماز جمعہ کے لئے حصار شہر کی مسجد میں
داخل ہوا۔
فیروز شاہ ملوک خانے میں بیٹھا اور حضرت شیخ علیحدہ مقام پر رونق افروز
ہوئے جو حضرت کے اسلاف کرام کے لئے ہمیشہ کے لئے مخصوص ہے۔
بادشاہ نے ملوک خانے سے حضرت کو دیکھا اور بادشاہ نے ایک استری
لبادہ جس میں سیاہ و لال دھاریاں تھیں حضرت کے لئے بطور تحفہ روانہ کیا۔
اُس زمانے میں حضرت کے فرزند رشید شیخ الاسلام قطب الانام
برگزیدہ حضرت علام شیخ نور الحق والشرع والدین، اس مورخ ضعیف کے
پیر و مرشد نے اپنے پدر بزرگوار سے عرض کیا کہ بادشاہ نے حضرت کے لئے
ایک لبادہ روانہ کیا ہے
جناب شیخ نے دریافت کیا کہ لبادے کا کپڑا شرعاً مباح ہے یا حرام،
اور آپ سے عرض کیا گیا کہ کپڑا غیر مشروع ہے۔ جناب شیخ نے فرمایا کہ خدا کی پناہ
اگر اس کپڑے کا پہننا حرام ہے تو یہ لبادہ فقیر کے کس کام کا ہے۔
حضرت شیخ منورؒ نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور حضرت بندگی نور الحق
کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ فعل بادشاہ کو ناگوار نہ ہو۔
حضرت بندگی نور الحق نے دو اشخاص کو لبادے کی ہر دو آستین
ہاتھ میں لے کر جب تک کہ جناب شیخ مسجد سے باہر آئیں، حضرت شیخ کے عقب میں
راہ طے کریں، اس لئے کہ بادشاہ ملوک خانے سے برابر دیکھ رہا تھا۔
یہ اشخاص لبادہ ہاتھ میں لے کر حضرت شیخ منورؒ کے عقب میں روانہ
اور بادشاہ اس منظر کو دیکھتے ہی اپنے ملازمین روانہ کئے اور الفاظ معذرت میں
پیغام دیا۔
بادشاہ نے مخدوم زادے کو پیغام دیا کہ اگر حضرت شیخ لبادے کو غیر مشروع
خیال فرما کر اس کے پہننے سے انکار فرماتے ہیں تو ان کو تکلیف دینے کی ضرورت
نہیں ہے۔

یہ حضرات دین کے بادشاہ ہیں غیر مشروع لباس کیونکر پہن سکتے ہیں۔
سبحان اللہ ہانسی میں کس قدر پاکیزہ نفوس بزرگان دین اور ان کی اولاد امجاد آرام فرما ہیں جن کے قدوم کی برکت سے خلائق شہر مغلوں کی غارت گری سے محفوظ ہے۔

صفحہ ۸۱

اگر خدا نے چاہا تو اہل ہانسی کے اس آفت سے محفوظ رہنے کی تفصیل مناسب موقع پر معرض تحریر میں آئے گی اس لیئے کہ مورخ عفیف نے اس تاریخ کی تالیف میں ایک مقصد یہ بھی ملحوظ رکھا ہے۔

بارھواں مقدمہ

شیخ نصیر الدین و شیخ قطب الدین کا ہانسی میں باہمدگر ملاقات کرنا

نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو اپنے ہمراہ ٹھٹھ لے گیا تھا۔ سلطان محمد نے ٹھٹھ میں وفات پائی اور فیروز شاہ ان کی بجائے تخت حکومت پر متمکن ہوا اور حضرت چراغ دہلی بادشاہ کے ہمراہ واپس ہوئے۔
حضرت شیخ نصیر الدین ہانسی پہنچے اور بندگی شیخ قطب الدین منوّر سے ملاقات کرنے ان کی خانقاہ کو تشریف لے گئے۔
واضح ہو کہ یہ ہر دو بزرگوار حضرت شیخ الاسلام نظام الدین محبوب الٰہی کے مُرید و خلیفہ ہیں اور ایک ہی روز حضرت شیخ ہر دو بزرگ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا ہے۔
منصب ارشاد عطا فرمانے کے بعد حضرت محبوب الٰہی نے ان ہر دو بزرگ سے فرمایا کہ تم دونوں مثل دینی بھائیوں اور نیک اندیش دوستوں کے بغلگیر ہونا چاہیئے اور باہم نہایت محبت و الفت کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیئے۔
پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق ہر دو بینظیر بزرگواروں نے برادران جانی و دوستان دوجہانی کی طرح اس عالم فانی میں سلوک کیا۔
ان ہر دو بزرگواروں کی محبت اس درجہ ترقی کر گئی تھی کہ اگر کوئی طالب ارادت

ہانسی کو جاتا اور حضرت شیخ قطب الدین منور کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضرت شیخ اُس سے دریافت فرماتے کہ تم کو کس بزرگ سے ارادت ہے۔

اگر یہ شخص عرض کرتا کہ میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا مرید ہوں تو حضرت قطب الدین منور اُس شخص سے فرماتے کہ آؤ اور میرے قریب بیٹھو اس لیے کہ تم میرے برادرزادے ہوا اور حضرت اُس شخص پر بیحد نوازش و کرم فرماتے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ہانسی سے دہلی حاضر ہوتا اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی قدمبوسی کو حاضر ہوتا اور حضرت شیخ دریافت فرماتے کہ یہ شخص کس بزرگ سے ارادت رکھتا ہے اور وہ جواب میں عرض کرتا کہ حضرت شیخ قطب الدین منورؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہے تو حضرت شیخ اُس شخص پر بیحد عنایت فرماتے اور اس کو آغوش شفقت میں لے کر مہربانی فرماتے اور اُس کو اپنی خانقاہ میں رہنے کی اجازت دیتے تھے۔

صفحہ ٨٤

اگر یہ مورخ عفیف جو بزرگان دین کا خادم و کفش بردار ہے ان ہر دو بزرگوار کے اتحاد و موافقت کو تفصیل سے گزارش کرے تو اُس کے لیے ایک جداگانہ دفتر درکار ہوگا۔

مختصر یہ کہ ان ہر دو بزرگوار کا آخر وقت آچکا تھا اس لیے حضرت شیخ نصیر الدین محمود ہانسی پہنچے تو حضرت قطب الدین منور کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔

حضرت قطب الدین منور کو معلوم ہوا کہ شیخ نصیر الدین محمود خانقاہ کے روبرو آگئے ہیں اور شیخ منور برہنہ پا دوڑے اور شیخ نصیر الدین سے ملاقات کی۔

ہر دو بزرگ باہم بغلگیر ہوئے اور شیخ قطب الدین نے اپنا ہاتھ حضرت نصیر الدین کے قدموں کی طرف بڑھایا اور حضرت نصیر الدین محمود نے شیخ قطب الدین منور کے قدم لینے کا ارادہ کیا۔

غرضکہ ایک لمحے تک ہر دو بزرگ تواضع میں مصروف ہوئے اور اس کے بعد بیحد محبت و اتحاد کے ساتھ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر خانقاہ میں تشریف لائے۔

ہر دو بزرگ ایک ہی مقام پر رونق افروز ہوئے اور اپنے پیر و مرشد حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کو یاد کر کے بیحد روئے۔

اس کے بعد غیب سے قوال پہنچ گئے اور ہر دو بزرگوار سماع میں منہمک ہو گئے۔
چند روز ہر دو بزرگ مجلس سماع میں تشریف فرما رہے اور حقیقت یہ ہے کہ
ان بزرگوں کی طرح مجلس سماع میں کم کسی شخص کو یہ مراتب عالیہ عطا ہوئے ہوں گے۔ صفحہ ۸۵
اس معاملے میں حضرت شیخ کمال الدین ہانسوی حضرت قطب الدین منور کے
جدّ امجد نے فرمایا ہے۔

برتارک دل سماع چوں تاج بود بر دوش دل حزین دیباج بود

غرضکہ ہر دو بزرگوار سماع سے فارغ ہوئے اور عالم سکر سے مقام صحو میں
نزول فرمایا۔
ظاہر ہے کہ علمائے شریعت و بزرگان طریقت میں سماع کے مسئلے میں بعید
اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہی ہے جس پر سب کو اتفاق ہے کہ السماع مباح لاھلہ
لیکن مرتبۂ اہلیت میں بھی علما کے درمیان اختلاف ہے۔
حضرت شیخ کمال الدین ہانسوی فرماتے ہیں۔

تا حکم سماع را بدانی در حال در حرمت وحل اگر سخن گفت جہال
ارباب نفوس را حرام ست حرام ارباب قلوب را حلال ست حلال

سماع سے فارغ ہونے کے بعد نماز عصر کا وقت آیا اور اذان کی آواز بلند ہوئی۔
عصر کی سنت نماز سے فارغ ہو کر حضرت شیخ قطب الدین منور سے جو صفحہ ۸۶
اہل مکنت و ولایت تھے، طالب جنت یعنی شیخ نصیر الدین محمود کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ
آپ کو امامت نماز کرنی چاہیئے۔
حضرت شیخ نصیر الدین نے جناب قطب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ امامت آپ کو
زیبا ہے۔
غرضکہ قلیل مدت تک ان ہر دو بزرگوں میں امامت نماز کے لئے لطیف
گفتگو ہوئی اور اس کے بعد حضرت نصیر الدین چراغ دہلی نے فرمایا کہ اگرچہ ہمارے
پیر و مرشد حضرت نظام الدین محبوب الٰہی نے ہم ہر دو برادران طریقت کو ایک ہی روز
خرقۂ خلافت عطا فرمایا ہے، لیکن آپ کو چاشت کے وقت خلافت عطا کی اور مجھ کو
نماز ظہر کے وقت اس شرف سے سرفراز فرمایا۔

چونکہ حضرت شیخ نے خود خرقۂ خلافت عطا فرمانے میں ایک قسم کا فرق مراتب پیدا فرما دیا ہے، اس لئے امامت کے لئے آپ ہی کو سبقت کرنی چاہیئے۔
حضرت شیخ نصیر الدین نے یہ فرمایا اور پیر و مرشد کے حوالے سے گفتگو فرمائی، اس لئے شیخ قطب الدین منورؒ امامت کے لئے آگے بڑھے۔ سبحان اللہ کیا مبارک وقت تھا جب یہ ہر دو عارفان حق ایک جا جمع ہوئے گویا فرش زمین پر قران السعدین ہوا تھا۔ ادائے نماز کے بعد دونوں بزرگ جدا ہوئے اور وداع آخری کر کے اپنے مقام عبادت گاہ کو واپس آئے اور وہیں آرام فرما ہوئے۔

صفحہ ۸۷

غرضکہ چند روز کے بعد ان بزرگان دین نے رحلت فرمائی۔
اوّل حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمتہ اللہ علیہ نے اٹھارہ رمضان المبارک کو رحلت فرمائی اور اس کے بعد حضرت قطب الدین منوّر نے اٹھائیس ذی قعدہ کو روضۂ رضواں کی راہ لی۔
ہر دو بزرگان دین کے وصال میں صرف دو ماہ چند روز کا فرق رہا۔
ظاہر ہے کہ تمام عالم طلب دُنیا میں عمر بسر کرتا ہے یا طلب آخرت میں، لیکن اہل محبت طالب دوست ہیں اور اس سعی و کوشش میں جان دیتے اور سر فروشی کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس قدر محنت شدید کے اپنی ذاتی استعداد و قابلیت پر لحاظ کر کے ہر وقت اُن کے دل دوست کی ملاقات و وصال سے نا امید رہتے ہیں۔
مورّخ عفیف ان بزرگان دین کے حالات لکھ کر اپنے اصل مقصد کی طرف توجہ کرتا ہے۔

تیرھواں مقدّمہ

فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا

صفحہ ۸۸

فیروز شاہ دہلی وارد ہوا اور شہر میں ہر طرف طبل شادیانہ بجے اور تمام شہر آراستہ کیا گیا اور ہر قسم کے نفیس و لطیف کپڑے آویزاں ہوئے اور قبےؔ بنائے گئے۔
غرضکہ تمام شہر آئین شاہی کے مطابق آراستہ کیا گیا۔

معتبر روایت یہ ہے کہ تمام شہر میں چھ قبے بنائے گئے تھے اس لئے کہ شہر فیروز آباد اُس وقت تک آباد نہ ہوا تھا۔ ہر قبے کے نیچے ایک روز مجلس جشن منعقد رہی اور ہر قبے پر ایک لاکھ ٹنکے صرف ہوئے۔

مجلس جشن عام تھی اور طعام و شربت و پھول بیحد کثرت کے ساتھ مہیا اور ہر شخص کے لئے عام تھے۔ تمام شہروں سے خلائق قبوں کو دیکھنے جمع ہوئی۔

ایام جشن میں جو شخص تماشے کے لئے دہلی آتا تھا اُس پر شاہی نوازش ہوتی تھی۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ ہر تماشائی اپنی خواہش کے مطابق خوان نعمت سے سرفراز کیا جائے۔

قبے لکڑی کے بنائے گئے تھے جو بیحد بلند تھے اور جن کی پوشش لکڑیوں کی تھی۔ قبوں میں نرم و ہر رنگ کے کپڑے لپیٹے گئے تھے اور ہر قبے کے نیچے مجلس رقص و سرود گرم تھی۔

غرضکہ فیروز شاہ کے عہد معدلت میں اکیس روز تمام خلائق شہر نے عیش و نشاط میں بسر کیا۔ صفحہ ۸۹

سبحان اللہ یہ فرمانروا الٰہی کس قدر مقبول و برگزیدہ الٰہی تھا کہ اُس کے عہد حکومت میں عالم میں اس درجہ خوشی و خرمی کا دور دورہ ہوا۔

غرضکہ فیروز شاہ کے دہلی آنے سے اور فتحمند و بامراد ہونے سے تمام خلقت خدا خوش و خرم ہوئی۔

ہر شخص عیش و نشاط کے قصر میں بیٹھا اور نشاط انگیز بادۂ خوشگوار کا دور ہر مجلس میں چلنے لگا۔

تمام شہر میں خوشی و خرمی کا بول بالا ہوا اور ہر فرد مسرت و نشاط کے ترانے گانے لگا۔

چودھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا اہل دہلی کو انعام و اکرام سے سرفراز کرنا

صفحہ ۹۰

روایت ہے کہ فیروز شاہ ساعت سعید و یوم مبارک میں شہر دہلی میں داخل ہوا۔

بادشاہ نے اپنے دست کرم سے تمام مخلوق کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔
خلائق دہلی جو قحط و وبا کی وجہ سے بیحد پریشان ہو چکے تھے اور غلہ و پارچہ کی کمی سے
بے انتہا تکلیف و مصیبت کے عالم میں تھے، بادشاہ کی اس داد و دہش سے قطعاً
مطمئن و مسرور ہوئے۔
فیروز شاہ نے تمام عالم پر جس میں شریف و اعلیٰ طبقہ، آزاد و غلام تمام اشخاص
داخل ہیں، ابر باراں کی طرح گہر باری کی۔
تمام عالم بوستان بن گیا اور بادشاہ نے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف فرمائے۔
بادشاہ نے ہر شخص کو اس کی التماس و خواہش سے دُگنی رقم عطا فرمائی اور حقیقت
یہی ہے کہ اس قسم کے فعل کو عطائے جزیل کہتے ہیں۔
واضح ہو کہ عطائے جزیل اُس انعام کو کہتے ہیں کہ جس شخص کو عطیہ عنایت ہو
وہ اُس کے اُٹھانے سے عاجز ہو۔
فیروز شاہ کے عطیہ و احسان اس حد کو پہنچ گئے کہ جو رقم قدیم بادشاہوں کے
عہد میں رعایا کے دوش پر بار تھی اُس سے مخلوق قطعاً سبکدوش ہو گئی۔
جو محاصل کہ رعایا کے ذمے واجب الادا تھے فیروز شاہ نے وہ بھی معاف
فرمادئے اور رعیت پر بیحد نوازش فرمائی، چنانچہ تمام رعیت و مخلوق نے رفاہ و آسودگی
کے ساتھ زندگی بسر کی۔
فیروز شاہ نے گزشتہ افراد کے رسوم و قانون قطعاً منسوخ کر دئے اور
غریب و مسافر و مقیم، ہر طبقہ آسودہ و خوشحال ہوا اور تمام جہاں میں از سر نو تازگی
پیدا ہوئی۔
اس زمانے میں خواجہ فخر شادی مجموعہ دار اعیان جنگ وزیر تھا۔
سلطان محمد نے اپنی حیات میں دولت آباد سے آنے کے بعد ممالک دہلی کو
آباد کرنے کے لئے دو کروڑ مال بطور سوندھار خلائق دہلی کو عطا کئے تھے۔
اس عطیئے کا مقصود یہ تھا کہ وہ قصبات و قریات جو قحط کے زمانے میں
خراب و ویران ہو گئے ہیں، آباد و معمور کئے جائیں۔
اس کی مفصل کیفیت مؤرخ عفیف سلطان محمد کے حالات میں ہدیۂ ناظرین

صفحہ ۹۱

صفحہ ۹۲

کو پہنچا ہے۔ لیکن وہ تمام مال رعایا کے پاس باقی تھا۔ اس کے ساتھ خواجہ جہاں نے سلطان محمد کی وفات کے بعد جدید نوکر رکھے اور اہل دہلی روٹی کی طمع میں اُس کے گرد جمع ہو گئے۔

خواجہ جہاں نے بھی بیشمار جواہر و الماس خلق کو تقسیم کئے۔

یہ تمام جواہرات ورقم سوندھار خواجہ فخر شادی کے دفتر میں مختلف جماعت کے نام مندرج تھے۔

خواجہ فخر شادی نے یہ تمام رقوم خزانے سے برآمد کر کے فیروز شاہ کے حضور میں پیش کیا۔

اس موقع پر بادشاہ کو تعجب ہوا اور اُس نے خانجہاں یعنی قوام الملک سے یہ راز بیان کیا۔

بادشاہ نے جواہر ورقم سوندھار خانجہاں کو دے کر اس کی بابت سوال کیا کہ آیا یہ چیزیں رعایا سے طلب کر لی جائیں، اس موقع پر قوام الملک نے کیا خوب جواب دیا اور عرض کیا کہ جب ایک بادشاہ صاحب شوکت، دُنیا سے رحلت فرماتا ہے اور اُس کی بجائے دوسرا فرمانروا تخت حکومت پر جلوس کرتا ہے تو یہ جدید حکمران اپنی عطا و کرم سے خاص و عام کو فیضیاب کرتا اور صغیرہ و کبیرہ گناہ خلق کے معاف فرماتا ہے

صفحہ ۹۲ اگر کوئی شخص کسی خیانت کی وجہ سے جلا وطن کر دیا جاتا ہے تو اس شخص کو بازگر وطن میں آنے کی اجازت دی جاتی ہے

اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ قدیم حکم منسوخ کر دئے گئے۔

چونکہ سلطان محمد نے مصلحت وقت کے لحاظ سے وجہ سوندھار میں مال خلقت کو عطا کیا اور خواجہ جہاں نے محض اپنی ذاتی غرض کی بنا پر خلائق کو جواہر تقسیم کئے ایسی حالت میں اس قسم کے مال کا رعایا سے طلب کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے سے رعایا فقیر و بینوا ہو جائے گی اور گداگری کی وجہ سے اُن کی کمر ٹوٹ جائے گی اور حد سے زیادہ حیرانی کی وجہ سے خانہ خراب ہو کر آوارہ وطن ہو جائیں گے۔

ان جواہرات ورقم میں سے ایک دانگ بھی بغیر مداخلت و بدنامی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایسی حالت میں اس وجواہر کے طلب کی ابتدا کرنا مصلحت سے قطعاً بعید ہے۔
قوام الملک نے مثل ناصحان شفیق کے یہ گفتگو بادشاہ کے روبرو کی اور فیروز شاہ
کو یہ تقریر سُن کر قلبی مسرت حاصل ہوئی۔
قوام الملک نے یہ بھی عرض کیا کہ یہ تمام دفاتر سوند معار وجواہر بے شمار
بادشاہی دربار کے روبرو مخلوق کو بخش دئے جائیں اور یہ رقم معاف فرمائی جائے تاکہ
مخلوق کے قلب سے خوف وحزن دور رہو۔
سبحان اللہ کیسا خوش کردار فرمانروا تھا اور کیسا خوش گفتار وزیر تھا۔
مختصر یہ کہ تمام دفاتر مال وجواہر بے شمار دربار شاہی کے روبرو خلائق کو
معاف کئے گئے۔ صفحہ ۹۶
اسی روز سلطان فیروز شاہ نے قوام الملک کو سند عطا کی اور چتر کے عطیے سے
سرفراز فرما کر وزیر کل مقرر کیا۔
فیروز شاہ نے محصول بندی کا آغاز کیا اور بندگی خواجہ حسام الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ
اس خدمت پر مامور ہوئے۔
بندگی مذکور نے چھ سال کامل میں تمام بلاد میں گشت لگائی اور محصول بندی کی
خدمت انجام دی۔
غرضکہ چھ کروڑ پچھتر لاکھ تنگے تمام مملکت کی جمع قرار پائی۔
فیروز شاہ کے چہل سالہ عہد حکومت میں دہلی کی جمع یہی برقرار رہی۔

پندرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا قاعدہ ہائے جدید نافذ کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے خلقت کو بیشمار وجہ معاش عطا فرمائی اور اس فریضے کو
انجام دینے کے لئے دست احسان اس قدر دراز کیا کہ تمام خلق خدا کو اطمینان نصیب ہوا۔
ایک عالم اس طمع کا بندہ ہو کر بادشاہ کے گرد جمع ہو گیا۔

صفحہ ۹۵

فیروز شاہ نے بعض اشخاص کو دس ہزار اور بعض کو پانچ ہزار تنکے اور بعض کو دو ہزار، ہر شخص کی حیثیت کے مطابق وظائف عطا فرمائے۔

بادشاہ نے تمام حشم ولشکر کو تنخواہ دار مقرر کیا۔

یہ وضع بھی خاص طور پر فیروز شاہ کے لئے مخصوص تھی جو ہندوستان میں اُس کے نام کو تازہ کرتی ہے اس لئے کہ قدیم سلاطین وفرمانروایان دہلی کے عہد حکومت میں یہ قانون نہ تھا۔

کوئی موضع تنخواہ کی مد میں نہ دیا جاتا تھا اور اس راز سے کہ موضع کا عطا کرنا رائج نہ تھا کسی شخص کو بھی آگاہ نہیں کیا جاتا تھا۔

معتبر راویوں نے اس مورّخ عفیف سے یہ نقل بیان کی ہے کہ سلطان علاء الدین نے بارہا اس معاملے میں یہی فرمایا ہے کہ تنخواہ کی مد میں مواضعات نہ دینے چاہئیں، اس لئے کہ ہر موضع میں تقریباً دو سو تین سو افراد آباد ہوتے ہیں اور اس طرح یہ تمام افراد ایک وجہ دار کے ماتحت ہو جائیں گے۔

اگر اس قسم کے چند وجہ دار غرور وفسق وفجور کی وجہ سے ایک جا جمع ہو جائیں اور کسی خیال پر متفق ہوں تو اندیشہ ہے کہ اُن کے قلوب میں فتنہ وفساد کا خیال پیدا ہو جائے گا۔

یہی وجہ تھی کہ سلطان علاء الدین نے کسی فرد کو بھی مد تنخواہ میں موضع نہیں عطا کیا بلکہ لشکر کو ہر سال خزانۂ شاہی سے رقم تنخواہ عطا کی جاتی تھی۔

فیروز شاہ کا عہد حکومت آیا اور چونکہ یہ فرمانروا اولیاء اللہ میں داخل تھا، اس بادشاہ نے چالیس سال کامل مُلک پر حکومت کی اور تمام خلقت کو اپنے انعام واحسان سے شاد ومطمئن کیا۔

بادشاہ نے اس قسم کے تمام خطرات دل سے دور کر کے خدا کے رحم وکرم پر تکیہ کیا اور مسلمانوں کے نفع رسانی کے لئے تمام قریات وقصبات لشکر کو مد تنخواہ میں تقسیم کر دئے۔

چونکہ بادشاہ دل وجان سے خدا کا بندۂ مقرب تھا، اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کامل اُس کے قصر دولت کو مستحکم وبرقرار رکھا اور اُس کے انوار سے

ملک روشن و منوّر ہو گیا۔
بادشاہ اس قاعدے کی بنا پر ملک کو اہل حشم میں تقسیم کر کے دوسرا آئین مرتب کیا اور وہ یہ کہ اگر اہل حشم میں کوئی شخص فوت ہو تو اُس کی وجہ معاش اُس کے فرزند پر منتقل کیا جائے اور اگر اولاد نرینہ نہ ہو تو داماد وارث ہو۔ اگر فرزند و داماد ہر دو موجود نہ ہوں تو میت کا غلام اُس کا وارث تسلیم کیا جائے۔ اگر متوفی غلام بھی نہ رکھتا ہو تو اُس کے دیگر اعزہ کو میراث پہنچے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو عورات میت وارث قرار پائیں۔
بہر نوع فیروز شاہ کے چہل سالہ دور حکومت میں ہر شخص مطمئن و خوشحال رہا۔
کہتے ہیں کہ ایک روز نبیسۂ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ یعنی شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے اور وجہ معاش وغیرہ کا ذکر ہو رہا تھا۔
اس موقع پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ رحلت کے وقت بندۂ مومن کے قلب پر دو رنج و الم طاری ہوتے ہیں، ایک اندوہ دینی اور دوسرا رنج دُنیاوی۔
اندیشۂ دینی سے یہ مُراد ہے کہ آخر وقت بندۂ مومن اپنی فطری خصلت و کیفیت کے مطابق رنج و غم میں مبتلا ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں اُس کو نجات کی بشارت ہوتی ہے یا عذاب آخرت کی، اس لئے کہ کسی شخص کو حسن خاتمہ کی خبر نہیں ہے اور یہ خبر انبیا علیہم السّلام و نیز عشرہ مُبشرہ کے کوئی فرد عصمت ایمان کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ صفحہ ۹۷
دوسرا اندوہ، جو بندۂ مومن کے قلب پر طاری ہوتا ہے وہ دُنیاوی رنج و الم ہے۔ ہر شخص سکرات کے عالم میں اسی فکر و الم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اُس کے بعد اُس کے زن و فرزند و خرد سال بچے کس عالم میں زندگی بسر کریں گے۔
جہاں پناہ نے جو اسباب جاری ہیں، اپنے عہد مملکت میں ہر مومن کو دُنیاوی اس رنج سے نجات دے دی ہے، یعنی یہ کہ بادشاہ نے یہ حکم صادر فرما دیا ہے کہ اہل حشم میں جو شخص وفات پائے اُس کی وجہ معاش ورثا پر منتقل کر دی جائے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کی مدد معاش ہر حال میں اُس کے لئے برقرار رہے۔

جہاں پناہ کا یہ فعل بیحد معنی خیز واحسن ہے اور اس حکم میں مخلوق کے لئے بیحد فوائد اور خود حضرت کے لئے بیشمار ثواب ہے اس لئے کہ جب جہاں پناہ نے جو مخلوق کا درجہ رکھتے ہیں، بندۂ مومن کے قلب کو دنیاوی رنج وغم سے نجات دلوادی تو پروردگار عالم جو خالق مطلق ہے اور جس کا رحم و کرم بیشمار و لامحدود ہے، بندے کو دینی فکر سے بھی مطمئن فرما دے گا اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دارالسلام میں جگہ دے گا۔

صفحہ ۹۸

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو ایمان نصیب کرے۔

غرضکہ جس روز کہ شیخ الاسلام نے الہام ربانی سے مستفید ہوکر بادشاہ دین پناہ سے یہ تقریر فرمائی اور اس طرح کے نصائح کئے تو تمام حاضرین دربار نے سر بسجدہ ہوکر دعا مانگی۔

اس موقع پر خود فیروز شاہ نے چشم پُرآب ہوکر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ شیخ الاسلام آپ کو معلوم ہے کہ قدیم سلاطین نے صرف چندروز دُنیا میں حکمرانی کی اور اس کے بعد دُنیا سے چل بسے، ہم بھی ایک روز جہان فانی سے سفر کر جائیں گے۔ بادشاہ نے یہ کہا اور مندرجۂ ذیل شعر فرمایا۔

چوں بزم ما بہ بینی خالی زما بگوئی ‌‌ ‌ ‌ روزے دریں محلت غوغا زدے حبابی

سولھواں مقدمہ

حضرت فیروز شاہ کا بحکم خدا رعیت پر نوازش کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ کو خدا کی توفیق و امداد سے رعیّت پروری میں بیحد انہماک تھا۔ بادشاہ نے اس بات میں بیحد کوشش کی اس لئے کہ قدیم سلاطین کے عہد میں بے شمار قوانین جاری تھے جن کی عدم خوبی سے تمام ممالک کی رعایا اور خلقت خدا ہلاک وتباہ ہوتی تھی۔

بعض معتبر راویوں نے مورّخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ قدیم سلاطین کے

عہد میں رعیت کے لئے یہ قاعدہ مقرر تھا کہ اگر ایک عامل رعایا کے لئے ایک مادہ گاو چھوڑ دیتا تھا تو دوسرا اُس کو بھی ضبط کر لیتا تھا۔

سلطان فیروز شاہ نے اپنے عہد معدلت میں شریعت اسلام کو اپنا راہنما بنا کر رحم و کرم سے کام لیا اور تمام غیر مشروع امور کو قطعًا منسوخ کر دیا۔ صفحہ ۹۹

بادشاہ نے جائز طور پر مال حاصل کرنے کی بھی کمی کر دی۔

فیروز شاہ نے دیوانی کے تمام مطالبات کے وصول کرنے میں یہ قاعدہ جاری فرمایا کہ ایک تنگے کے عوض دو جیتل وصول کیئے جائیں۔

اگر کوئی عامل بادشاہ کے مقرر کردہ محصول سے زیادہ وصول کرتا تو اُس کا شدید تدارک کیا جاتا تھا، اگر اسباب و اجناس وغیرہ کارخانوں میں خرید کیئے جاتے تھے تو انصاف و عدل کے قوانین کا لحاظ کر کے اُن کو قیمت واجبی و کامل ادا کی جاتی تھی۔

اہل بازار تمام خرد و بزرگ بیحد خوش تھے اور جس مقام پر بھی عمدہ اسباب و نفیس اشیا موجود ہوتیں اُن کو کارخانوں کے لئے فراہم کر لیتے تھے۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر نرخ میں بے اعتدالی پیدا ہو اور مال ایک ہی وقت میں خریدار کے حوالے کریں تو ہر شخص مطمئن و شاد ہو۔

سلطان فیروز شاہ محض خدا کے خوف سے عمال پر تاکید کرتا تھا کہ کسی شخص پر طمع و حرص کی وجہ سے جبر و ظلم نہ ہونے پائے۔ بادشاہ کی اس تاکید و حکم سے رعایا کی تعداد میں اضافہ ہوا اور ہر شخص آسودہ و مطمئن ہو گیا

رعایائے سلطنت میں اس درجہ اضافہ ہوا اور آبادی میں اس قدر ترقی ہوئی کہ ہر قطعہ اور ہر مُلک اور ہر پرگنے میں ہر چار کوس پر ایک گاؤں آباد ہو گیا۔

رعایا کے مکان میں اس قدر غلہ و مال و اسپ و اسباب فراہم ہو گئے کہ اُن کی تفصیل حد بیان سے باہر ہے۔ ہر شخص کے پاس زر و نقرہ بیشمار جمع ہو گیا اور رعایا میں کسی شخص کی عورت بھی بغیر زیور کے نظر نہ آتی تھی۔ صفحہ ۱۰۰

ہر رعایا کے مکان میں پاکیزہ بستر و عمدہ پلنگ و بیشمار اسباب راحت و مال جمع ہو گیا۔ ہر شخص کثیر مال و اسباب کا مالک ہوا اور تمام ممالکت دہلی کا ہر فرد

خدا کے فضل و کرم سے بے غم و بغیر رنج کے زندگی بسر کرنے لگا۔

سترھواں مقدّمہ

خسرو ملک و خداوندزادہ دختر سلطان تغلق کا غداری کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی مدد و عنایت سے شہر دہلی میں استحکام حکومت و آئین سیاست کے نافذ کرنے میں مشغول تھا۔

خداوندزادہ دختر سلطان تغلق و خسرو ملک، اُس کا پسر اور داور ملک اس کا شوہر ہر سہ افراد حرم شاہی میں خوش و مطمئن زندگی بسر کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ ہر جمعے کو نماز کے بعد خاص طور پر خداوندزادہ سے ملاقات کرنے کے لئے جاتا تھا۔

فیروز شاہ جب خداوندزادہ کو دیکھتا تو بجد تواضع و تعجیل کے ساتھ کھڑا ہو جاتا اور اُس کی خدمتگزاری کرتا تھا۔ فیروز شاہ اور خداوندزادہ ہر دو اراکین شاہی جامہ خانے میں بیٹھتے تھے اور داور ملک خداوندزادہ کے پس پشت بیٹھتا۔ صفحہ ۱۰۱

قاعدہ تھا کہ اس طریقۂ نشست کے بعد باہم دگر قدرے گفتگو ہوتی اور اس کے بعد خداوندزادہ فیروز شاہ کو پان دیتا اور اس کے بعد بادشاہ رخصت ہوتا تھا۔

فیروز شاہ کا قاعدہ تھا کہ ہر جمعے کو اس طرح خداوندزادہ سے ملاقات کرتا اور اتحاد و محبت کی گفتگو کے بعد واپس ہوتا تھا۔

چونکہ انسان کی سرشت میں حسد کا مادہ موجود ہے، خسرو ملک نابکار اور خداوندزادہ نے بادشاہ کے خلاف سازش کی اور یہ طے کیا کہ اب باطنی عداوت کو ظاہر کریں۔

غرضکہ بادشاہ اپنی عادت کے موافق جمعہ کے روز اُسی مقام پہ نشست اختیار کرتا، اور خداوندزادہ نے یہ طے کیا کہ بادشاہ کو اسی جگہ قتل کرے۔

خداوندزادہ و خسرو ملک ہر دو مادر و پسر نے بادشاہ کے قتل کرنے پر

کمر ہمت باندھی۔

اس مقام پر ایک سقف خانہ تھا جس کے پہلو میں دو حجرے بھی تھے۔

خسرو ملک نے ان حجروں اور سقف خانہ میں چند افراد زرہ پوش جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے، خفیہ طور پر پنہاں کر دیئے اور ان افراد سے وعدہ لیا کہ جس وقت خداوندزادہ اشارہ کرے، یہ زرہ پوش گروہ باہر آکر فیروز شاہ پر تیغ زنی کرے اور اُس کا سر تن سے جدا کر دے۔

خسرو ملک بے وفا نے چند افراد زرہ پوش دروازوں کے تختے کے عقب میں بھی پنہاں کر دیئے کہ اگر بادشاہ اندرون خانہ سے سلامت نکل کر باہر جائے تو یہ اشخاص

صفحہ ۱۰۲

دروازے پر بادشاہ کا کام تمام کر دیں۔

خسرو ملک نے ان افراد کو یہ فہمائش کر دی کہ بادشاہ کے دروازے سے برآمد ہوتے ہی یہ گروہ برق کی طرح فیروز شاہ پر گر پڑے اور اس کا سر تن سے جدا کر دے۔

غرضکہ اس قرار داد کے موافق خسرو ملک اور خداوندزادہ اپنے کام میں مصروف ہوئے اور فیروز شاہ نے نماز جمعہ کے بعد حسب دستور خداوندزادہ سے ملاقات کی۔

ملاقات کے بعد فیروز شاہ اور خداوندزادہ سقف خانہ سے نیچے اُترے اور حسب قاعدہ داور ملک بادشاہ کے عقب میں بیٹھا۔

معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ خسرو ملک داور ملک کے صلب سے نہ تھا بلکہ خداوندزادہ کے دوسرے شوہر کا نطفہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ داور ملک اس غدر و مکاری سے پرہیز کرتا تھا۔

غرضکہ اس موقع پر داور ملک سعید ازلی نے بادشاہ کو دیکھتے ہی حیرت سے انگلی دانت کے نیچے دبائی اور آنکھوں سے اس امر کا اشارہ کیا کہ اس مقام سے جلد چلا جانا اور دربار آراستہ کو نامناسب ہے۔ غرضکہ فیروز شاہ الہام الٰہی سے اُسی وقت کھڑا ہو گیا۔

ہر چند خداوندزادہ نے اصرار کیا کہ پان آنے تک توقف کرنا لازم ہے،

لیکن بادشاہ یہ جواب دے کر کہ فتح خاں کا مزاج ناساز ہے، میں نہیں رُک سکتا انشاء اللہ روز دیگر آؤں گا اور دیر تک بیٹھ کر کلمہ و کلام کروں گا، جلد سے جلد واپس ہوا۔

صفحہ ۱۰۳

فیروز شاہ خداوندزادہ کے مکان سے صحیح وسالم واپس آیا اور زرہ پوش گروہ کو جو پہلو کے حجروں میں پنہاں تھا، اس گفتگو سے قطعاً واقف نہ ہوا۔

فیروز شاہ صحیح وسالم مکان سے باہر آگیا اور وہ گروہ جو دروازے کے تختوں کے عقب میں پنہاں اور بادشاہ کے مکان میں داخل ہونے سے آگاہ تھا، فیروز شاہ کے باہر نکل آنے سے واقف نہ ہوا اور فیروز شاہ خدا کے لطف وکرم سے صحیح وسالم خداوندزادہ کے مکان سے باہر نکل آیا۔

بادشاہ ان بدبختوں کے مکان سے صحیح وسالم باہر آگیا اور بہ آواز بلند ہر بہی خواہ کو طلب کیا۔ چونکہ یہ جمعے کا دن تھا، ملوک وامرا میں ہر شخص اپنے مکان کو واپس جا چکا تھا۔

اُس وقت رائے بھیرو بھٹی حاضر تھا اور فیروز شاہ نے شاہانہ آواز میں اُس سے کہا کہ بھیرو، جو تلوار تیرے ہاتھ میں ہے مجھ کو دے۔

بھیرو نے یہ دریافت کر کے کہ کام ہاتھ سے نکل چکا ہے، عرض کیا کہ خداوند عالم تشریف لے چلیں، فدوی تیغ کشیدہ حضرت کے عقب میں آئے گا، اور حضرت شاہ بدولت واقبال قصر شاہی کو روانہ ہوں۔

فیروز شاہ نے یہ معروضہ قبول نہ کیا اور بھٹو کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور تلوار کو نیام سے نکالا۔ قصر کے درمیان پہنچ کر فیروز شاہ سلطان محمد کی حرم کے ہمراہ قصر کے بالائی حصے میں پہنچ گیا

صفحہ ۱۰۴

بادشاہ نے اُس وقت تمام ملوک وخوانین کو طلب کیا۔

ان امیروں نے خسرو ملک وخداوندزادہ کے مکان کو گھیر لیا اور زرہ پوش گروہ کو بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔

اس جماعت سے حقیقت حال کا استفسار کیا گیا اور اُنھوں نے ہر شے کو تفصیل وار بیان کر دیا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے ان زرہ پوشوں سے سوال کیا کہ تم کو میرے حال سے واقفیت ہوئی تھی یا نہیں۔ اس جماعت نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے

عقل چشم پر پردے ڈال دئیے، ہم کو بادشاہ کے مکان میں داخل ہونے کا تو حال معلوم ہے لیکن حضرت کے باہر تشریف لانے سے ہم قطعاً بےخبر رہے۔

غرضکہ اس واقعے کے ثبوت کے بعد سلطان فیروز شاہ نے خداوندزادہ کا وظیفہ مقرر کر کے اُس کو گوشہ نشین ہونے کا حکم دیا۔

خداوندزادہ کے قبضے میں بیشمار مال تھا جو تمام و کمال ضبط کر کے خزانۂ شاہی داخل کیا گیا۔

واضح ہو کہ خسرو ملک نے اسی خزانے کی قوت پر بادشاہ کے مقابلے میں غدّاری کا ارادہ کیا تھا۔

خسرو ملک جلاوطن کیا گیا اور قانون جہانداری و روش شہریاری کی بنا پر داور ملک کی بابت حکم ہوا کہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ بارانی اوڑھ کر اور کفش پہن کر بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوا کرے۔

یہ امر قطعاً صحیح ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حفظ و امان میں رکھے اُس کو کس کی طاقت ہے کہ ضرر و نقصان پہنچائے۔

اٹھارھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا جمعہ و عیدین کی نماز کے خطبے میں قدیم سلاطین کا نام داخل کرنا و سکّہ ہائے سلاطین کا ذکر

صفحہ ۱۰۵

یہ امر تمام مورخین کی رائے میں صحیح و متفق علیہ ہے کہ فیروز شاہ نے چالیس سال کامل آئین جہانداری و قوانین شہریاری کو منوّر و روشن کیا۔

تمام مورخین کو اتفاق ہے کہ سلطان فیروز شاہ پر رسوم تاجداری کا خاتمہ ہوا۔

اس کے علاوہ فیروز شاہ نے آئین فہم و فراست سے اپنے عہد حکومت میں سلاطین قدیم کے اسما خطبے میں داخل کئے اور تقریباً چالیس سال اسی پر عملدرآمد ہوتا رہا۔

بادشاہ نے چالیس سال کے عہد حکومت میں اکیس سکّے جو تاجداری کے آثار ہیں اور اکتیس علامات و آداب جہانداری کو روشن و منوّر کیا۔
مورّخ عفیف جس نے چالیس سال کامل فیروز شاہ کو دیکھا اور جو اکثر اوقات اصحاب دیوان و وزارت کے ہمراہ آداب گاہ میں حاضر ہوکر سعادت مجرئی سے سرفراز ہوا، حال و استقبال کے دستور کے لئے اُن سکہ جات و آداب کو تین ذکر میں مفصّل بیان کرتا ہے۔

ذکر اوّل۔ بادشاہ کا سلاطین قدیم کے اسما کو جمعہ و عیدین میں اختیار کرنا

یہ امر زمانہ قدیم سے مقرر تھا کہ سلاطین دہلی کے عہد میں۔ جمعہ و عیدین کے خطبوں میں صرف فرمانروائے زندہ کا نام پڑھا جاتا تھا۔
قدیم سلاطین کا ذکر خطبوں میں قطعاً نہ ہوتا اور نہ اُن کے لئے دعا کی جاتی تھی سلطان فیروز شاہ پہلا فرماں روا ہے جس نے خدا کی توفیق و امداد سے اس میں ترمیم کی۔
واضح ہو کہ سلطان فیروز شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور وہ وقت آیا کہ بادشاہ کے نام کا خطبہ جاری ہو۔
فیروز شاہ نے حکم دیا کہ اس کے نام کا خطبہ پڑھنے سے یہ مُراد نہیں ہے کہ قدیم بادشاہوں کا نام خطبے سے نکال دیا جائے۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ اوّل قدیم سلاطین کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور بعدہٗ اس کے خود بادشاہ کا تذکرہ ہو جیسا کہ حضرت شیخ سعدی نے گلستان و بوستاں میں ذکر فرمایا ہے کہ اُس شخص کو بزرگ نہیں کہتے جو بزرگوں کا نام عزت سے نہ لے۔
فیروز شاہ نے تمام سلاطین ماضیہ میں سے جو تخت دہلی پر متمکن ہوئے جن بادشاہوں کا نام خطبے میں اختیار فرمایا وہ حسب ذیل ہیں۔
اوّل، حضرت شہاب الدین محمد بن سام (۲) حضرت سلطان شمس الدین التمش، (۳) حضرت سلطان ناصر الدین محمود (۴) حضرت سلطان غیاث الدین بلبن،

(۵) حضرت سلطان جلال الدین (۶) حضرت سلطان علاء الدین (۷) حضرت سلطان قطب الدین (۸) حضرت سلطان غیاث الدین تغلق (۹) حضرت سلطان محمد تغلق۔
(۱۰) حضرت سلطان فیروز شاہ۔

فیروز شاہ کے بعد دو بادشاہوں کے نام اور خطبے میں داخل کئے گئے، اول سلطان محمد بن فیروز شاہ، دوم سلطان علاء الدین بن سلطان محمد شاہ۔

غرضکہ تمام دور فیروز شاہی میں ان تاجدار ان نامدار کے اسما خطبوں میں پڑھے جاتے تھے اور خطیب و شیریں کلام واعظ ان حضرات کے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ دیں پناہ فیروز شاہ نے الہام الٰہی و فراست و دانائی کی بنا پر وہ کام کیا کہ اس کا نام نیک تا قیام قیامت زندہ رہے گا۔

اب مورخ سکہ ہائے تاجداران کا حال معرض تحریر میں لاتا ہے۔

ذکر دوم در بیان سکہ ہا در قسم تاجداری

تمام جہان و اہل جہان کو معلوم ہے کہ فیروز شاہ نے الہام الٰہی کی بنا پر بمناسبت ملک و طریقۂ جہانداری میں اکیس سکے وضع کئے۔

مورخ عفیف ان کے اسما تفصیل کے ساتھ ذیل میں درج کرتا ہے تاکہ ناظرین اس سے آگاہ ہو جائیں۔ یہ اکیس سکے حسب ذیل ہیں۔

خطبہ۔ تخت صندلی۔ مہر بر عقیق۔ طغرا و رتیغ و تبلیغ۔ نگیں زان بانگ پاس۔ درۂ غاشیہ پارہ۔ سلاح ہر وقت۔ زنجیر پیش دراخول۔ در۔ محل نوبت در سواری۔ سیاہ کلاہ ملک۔ چتر سیاہ۔ ترکش سفید۔ کتابت تواریخ بار ریبیلاں۔ آمدن ملوک در سرا اول وقت۔ بانگ جرس بوقت بر آمد۔ درہ بید کوش۔

مختصر یہ کہ یہ اکیس سکہ قانون آئین تاجداری میں داخل ہیں۔

فیروز شاہ نے اپنے عہد میں دو سکے اپنے ادراک صحیح سے اور ایجاد کئے۔ ایک طاس گھڑیال جو ٹھٹھہ سے واپسی کے بعد وضع کیا گیا اور دوم منارہ چتر جس کو فیروز شاہ نے بعد میں وضع کیا۔

غرضکہ فیروز شاہ تخت حکومت پر متمکن ہوا اور اُس نے امن و امان کے قواعد جاری کئے کہ تمام عالم کو مطمئن و مسرور کیا۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ سلاطین و غیر سلاطین کے چتر میں فرق ہونا چاہیے اس لئے کہ چتر میں بہترین رموز جاہ و جلال کے اسرار مضمر ہیں۔

درگاہ فیروز شاہ کی بلندی و مراتب کا کیا کہنا جس نے نشان چتر کی رسم الہام الٰہی کی بنا پر وضع کر کے تمام ممالک دہلی کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

قسم دوم

لکھنوتی کا بیان اور بادشاہ کا دو مرتبہ جاج نگر و نگر کوٹ کا سفر

اس قسم میں اٹھارہ مقدمے ہیں۔

اوّل مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا لکھنوتی روانہ ہونا

اوّل مرتبہ بادشاہ نے اپنی سواری کے ہمراہ سنجری روانہ کیا اور ایک ہزار کشتیاں رواں ہوئیں اور بند کشا کہاروں کے دوش پر روانہ کیا گیا۔

اس مقام پر صادق البیان و راست گفتار راوی نقل کرتے ہیں کہ بادشاہ نے بجاہ شان و شوکت کے ساتھ سفر کیا۔

ان راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ خانان و ملوک دریا کی سیر سواریاں تیار ہوئیں اور اس طرح پر بادشاہ ان امرا کے ہمراہ نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بنگالہ روانہ ہوا۔

فیروز شاہ اس سفر میں باربار امراء مقرب اہل دربار کی طرف متوجہ ہوتا اور

اپنی محاسن پر ہاتھ پھیر کر اُن کو یہ شعر سناتا تھا۔

ہمیں گویم وباز گویم ہمیں مجنباں مرا تا نہ جنبد زمیں

مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کے فضل وکرم سے لکھنوتی پہنچا اور خان جہاں دہلی میں مقیم رہا۔

دوسرا مقدّمہ

فیروز شاہ کا لکھنوتی پہنچ کر شہر کا محاصرہ کرنا

نقل ہے کہ فتحمند بادشاہ تمام ممالک کی سیر کرتا ہوا بیحد جاہ وجلال کے ساتھ بنگالہ پہنچا۔

سلطان شمس الدین کا لشکر بھی ساحل دریا پر بیحد شان وشوکت کے ساتھ نمودار ہوا۔

دریائے سرو گنگ وکوہی کے ساحل پر لشکر نے مقام کیا۔

فیروز شاہی لشکر بید کتا کشتیوں میں ستارہ پروین کی طرح تھا اور پہلوان وتبر انداز شیر گیراں ودُر فشاں سنان کے ساتھ کشتیوں میں نمودار ہوئے اور دشمن کو تیروں اور تیر کے بینظیر ناوک کے زخموں سے پسپا کرنے لگا۔

فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ دریائے کوسی کے ساحل پر پہنچا اور بادشاہ نے قدرے آرام کیا۔ بادشاہ نے اس لئے گھوڑے کی باگ روکی کہ دریائے دوم کے کنارے سلطان شمس الدین بے شمار لشکر کے ہمراہ استادہ تھا اور اس دریا کو عبور کرنا بیحد مشکل تھا۔

فیروز شاہ دریائے کوسی سے سو کوس کے فاصلے پر پہنچا

جس مقام پر کہ دریائے کوسی کا دہانہ پہاڑ سے نکلا ہے اس مقام پر دریا پایاب تھا۔

راست گفتار اشخاص نے مؤرخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ اس مقام پر پانی زور سے رواں تھا۔ دریا اس قدر زور پر تھا کہ پانچ سو من کا پتھر سفال کی طرح

سطح آب پر غلطان بہتا تھا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے حکم دیا کہ پایاب مقام کے فرودست و بالا دست ہر دو سروں پر ہاتھی استادہ کئے جائیں تاکہ مخلوق آسانی کے ساتھ دریا کو عبور کر سکے۔ بالا دست اس لئے جانور استادہ کئے گئے تاکہ پانی کا زور کم ہو جائے۔

ان جانوروں کے جسم میں طنابیں باندھی گئیں اور فرودست کی جانب اس غرض سے استادہ کئے گئے کہ اگر اہل لشکر میں کوئی شخص غرق ہونے لگے تو جانوروں کی طناب پکڑ کر اپنے کو محفوظ رکھ سکے۔

غرضکہ سلطانی لشکر نے خدا کی عنایت و مہربانی سے دریائے کوسی کو عبور کیا اور کوہ گراں کی طرح سلطان شمس الدین کی طرف بڑھا۔

سلطان شمس الدین کو معلوم ہوا کہ لشکر بالا دست دریائے کوسی کے ساحل پر پہنچ گیا اور شمس الدین پر اس قدر خوف و ہراس طاری ہوا کہ حاکم بنگالہ مع اپنے بے شمار لشکر کے اکدالہ روانہ ہو گیا۔

بعض راویوں نے مؤرخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ جس وقت بادشاہی لشکر دریا کو عبور کر رہا تھا فیروز شاہ نے رائے جیارمن کو چتر عطا کیا۔

غرضکہ سلطان شمس الدین نے شہر پنڈوہ کو خالی کر کے اکدالہ میں پناہ گزیں ہوا اور سلطان فیروز نے اُس کا تعاقب کر کے بیحد اہتمام کے ساتھ اکدالہ کا محاصرہ کر لیا اور اپنے لشکر کے گرد اگرد کٹگرے تیار کرائے اور خندق کھدوائے۔

سلطان شمس الدین کی فوج ہر روز اکدالہ سے باہر آ کر نمودار ہوتی تھی اور اس جانب سے فیروز شاہی فوج تیر کے زخم سے حریف کو پسپا و پامال کرتی تھی۔

سلطان شمس الدین باوجود لایعنی و غرور آمیز کلام کے بیحد اضطرار و خوف کی وجہ سے جزائر اکدالہ کے اندر حصاری ہو گیا۔

راؤ و رایان و زمینداران بنگالہ فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہو کر امان کے طلبگار ہوتے تھے اور اس طرح بنگالے کے باشندوں کا بہت بڑا حصہ فیروز شاہ کے لشکر کا جزو بن گیا۔

طرفین سے ہر روز فوج کا ایک حصہ نمودار ہو کر اپنی قوت و جرأت کا اظہار

کرتا تھا۔

مختصر یہ کہ چند روز ہر دو بادشاہ اسی طرح ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوتے رہے یہاں تک کہ آفتاب برج سرطان میں داخل ہوا۔

سلطان فیروز شاہ نے اپنے امرا و اہل دربار سے مشورہ کیا اور بعید قیل وقال کے بعد امرائے دربار نے عرض کیا کہ سلطان شمس الدین حصار بند ہو گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جزائر اکدالہ کے گرد تمام پانی ہی پانی ہے۔

سلطان شمس الدین نے یہ طے کیا ہے کہ موسم برسات آجائے گا اور تمام بنگالہ سیلاب سے گھر جائے گا اُس وقت فیروز شاہ مجبور ہو کر اس مُلک سے واپس جائے گا۔ اس وقت یہ مناسب ہے کہ ہم اپنی فرودگاہ سے چند کوس عقب میں ہٹ جائیں اور دیکھیں کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اور دبیران قضا کا کیا منشا ہے۔

فیروز شاہ نے امرا و مقربان بارگاہ کی رائے کو پسند کیا۔

دوسرے روز بادشاہ نے دہلی کی سمت کوچ کیا اور سات کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا اور چند قلندروں کو اکدالہ کی جانب روانہ کیا۔

بادشاہ نے قلندروں کو فہمائش کر دی کہ اگر تم کو حریف گرفتار کر کے شمس الدین کی بارگاہ میں لے جائے اور حاکم بنگالہ تم سے ہمارا حال دریافت کرے تو تم یہ جواب دینا کہ فیروز شاہ فراریوں کی طرح مع تمام لشکر و حشم کے بھاگ رہا ہے۔

قلندران مذکور اکدالہ پہنچے اور حریف کے ملازم اُن کو گرفتار کر کے سلطان شمس الدین کے حضور میں لے گئے۔ ان قلندروں نے بیان کیا کہ فیروز شاہ نے مع تمام لشکر و فوج کے راہ فرار اختیار کی ہے۔

سلطان شمس الدین نے قلندروں کی گفتگو کو راست خیال کیا اور حاضرین مجلس سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ فیروز شاہ فراریوں کی طرح بھاگ رہا ہے اس کا تعاقب کرنا اور مثل شاہانِ عالی مرتبہ کے اُس کو قہر و ظلم سے زیر کرنا ہمارا فریضہ ہے۔

سلطان شمس الدین نے یہ طے کیا اور اپنے جرّار لشکر کے ساتھ اکدالہ سے باہر آیا۔

تیسرا مقدمہ

فیروز شاہ اور سلطان شمس الدین کی جنگ، فیروز شاہ کا پچاس ہاتھی حاصل کرنا اور ایک لاکھ اسی ہزار بنگالیوں کا قتل

نقل ہے کہ سلطان شمس الدین کو معلوم ہوا کہ فیروز شاہ نے دہلی کی سمت راہ فرار اختیار کی۔

اس موقع پر بعض اشخاص نے شمس الدین سے بیان کیا کہ فیروز شاہ نے تمام اسباب و سامان کو چھوڑ دیا اور بعض نے بیان کیا کہ بادشاہ نے لشکر گاہ میں آگ لگا دی اور دہلی واپس ہوا۔

غرضکہ سلطان شمس الدین دس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں اور پچاس ہاتھیوں کے ہمراہ اکدابہ سے باہر نکلا اور فیروز شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

فیروز شاہ اپنی فوج کے ہمراہ سات کوس کے فاصلے پر مقیم تھا اور حریف کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ اس مقام پر جہاں کہ ساحل دریا غرقاب تھا اور اب پایاب ہو چکا تھا فیروز شاہ نے دریا کو عبور کیا تھا کہ ناگاہ سلطان شمس الدین حاکم بنگالہ پہنچا اور اُس نے بغیر ساعت و وقت کا انتظار کئے ہوئے فیروز شاہی لشکر کی طرف دوڑا۔

فیروز شاہ کو اس واقعے سے اطلاع ہوئی اور اخبار رساں افراد نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شمس الدین الوندی کا رئیس بیشمار لشکر و بے انتہا سواروں اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ہمراہ مثل افسر رہزنان کے نمودار ہوا ہے۔

فیروز شاہ نے مثل تاجداران عالی مرتبہ کے اپنے لشکر کو درست و آراستہ کیا اور دشمن سے مقابلہ کرنے پر تیار ہوا۔

بادشاہ نے بھی اسی معاملے میں سعی بلیغ کی اور اپنی فوج کو تین حصوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ میمنے پر ملک دیلان میر شکار کو تیس ہزار سواروں کے ہمراہ مقرر کیا اور میسرے پر

مع تیس ہزار سواروں کے ملک حسام نور کے سپرد کیا اور قلب لشکر میں تاتار خاں کو تیس ہزار نامور و بہادر سواروں کے ہمراہ متعین کیا۔
فیروز شاہ نے خود اپنی فوج کے ہر حصّے میں گشت لگایا اور بادشاہوں کی طرح اہل لشکر سے کلمات تسکین بیان کیے۔
اس فوج میں ہر شخص فولاد میں غرق تھا اور ہر حصہ لشکر میں پیلان مست بھی استادہ تھے اور تمام نشانات ظاہر و نمودار تھے۔
تمام خانان و ملوک دربار اُس روز فیروز شاہ کے برابر جمع تھے اور اسی طرح پانچ سو نشان بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔
اُس وقت فیروز شاہ نے عالی مرتبہ سلاطین کی طرح ہتھیار باندھے اور چتر بادشاہی کو اپنے سے دور کر دیا۔ غرضکہ یہ تمام طبل و دمامے یکبارگی بجائے گئے اور ہر دو لشکر میں شور برپا ہو گیا۔
سلطان شمس الدین نے فیروز شاہی لشکر و فوج کو دیکھا کہ سمندر کی طرح لہریں لے رہا ہے اور اس جرار و عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر بحید خوف زدہ ہوا اور اپنے ملازمین سے کہا کہ ان قلندروں نے ہم کو دھوکا دیا اور فریب سے ہم کو حصار سے باہر لے آئے لیکن اب کیا ہوتا ہے خدا کا جو حکم ہوگا وہی ظاہر ہو گا۔
شمس الدین نے تقدیر الٰہی پر تکیہ کر کے جنگ آزمائی شروع کی اور ملک جام نوا اور اہل بنگالہ میں لڑائی شروع ہوئی۔
میسرے سے ملک جام نوا نے بھی قدم آگے بڑھایا اور سوار نے ہتھیار ہاتھ میں لیا اور لڑائی کا بازار گرم ہوا شمسی فوج اور ملک جام نوا کے لشکر میں آویزش شروع ہوتی تھی کہ میمنے کی جانب سے ملک جام نوا نے بھی جنگ کا ارادہ کیا۔
غرضکہ ہر شخص نے اہل غزا کی طرح کمر ہمت باندھی اور دشمن کو قتل کرنے پر مستعد ہوا۔
خدا کے حکم سے فریقین میں شدید و خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔
جنگ آزمائی کا یہ عالم تھا کہ تلوار کے بیکار ہونے کے بعد چاقو سے کام لینے لگے اور ہر فریق نے دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسی طرح آویزش کی۔ میدان کارزار

نمونۂ قیامت بن گیا۔

جنگ و جدال کی انتہا نہ رہی اور عین معرکہ کارزار میں تاتار خاں نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ نسبت الٰہی نے بد خواہ دشمن کو حضرت کی فتح کے لئے ہمارے روبرو پیش کر دیا ہے۔

فیروز شاہ نے جواب دیا کہ اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ شمس الدین اسی وقت ہمارے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے گا۔

غرضکہ بے شمار قتال و خوں ریزی کے بعد شمس الدین نے راہِ فرار اختیار کی اور خدا کے حکم سے براہِ راست اپنے ملک کو روانہ ہو گیا۔

صحیح روایت یہ ہے کہ جب قلب گاہ سے خان اعظم تاتار خاں نے غلبہ کیا اور میمنہ و میسرہ سے ملک جام نوا اور ملک میلان نے حملہ کیا تو بنگالے کا لشکر پنڈوا سے اکدالہ تک تمام و کمال فراری ہو گیا۔

تاتار خاں نے اہل بنگالہ کا تعاقب کیا۔

ہرچند تاتار خاں بہ آواز بلند یہ کہتا تھا کہ اے شمس سیاہ رو کہاں جاتا ہے مرد کو چاہیئے کہ پشت نہ دکھائے ایک لمحہ توقف کر کہ تجھ کو فیروز شاہی خدام کی جرأت و قوت کا اندازہ ہو جائے لیکن سلطان شمس الدین ایسا فراری ہوا کہ اس نے ایک نہ سنی

غرضکہ سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت و کرم سے فتحمند ہوا اور تمام خانان و ملوک نے بادشاہ کی درازی عمر و اقبال کی دعا کی۔

اس معرکے میں سینتالیس ہاتھی فیروز شاہ کے ہاتھ آئے اور تین جانور مارے گئے۔

شاہ بنگالہ باوجود قوت و شوکت کے فراری ہوا اور صرف سات سواروں کے ہمراہ بھاگا اور اس کا بقیہ لشکر پراگندہ ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ اس ساحل دریا پر جہاں کہ فیروز شاہ مقیم تھا اور جو اکدالہ سے سات کوس کے فاصلے پر واقع تھا فیروز شاہی فوج نے حریف کا تعاقب کیا۔

شاہ بنگالہ بیحد دقت و خرابی کے ساتھ فراری ہوا اور اس کے سوار و پیادے

اس قدر قتل کئے گئے کہ خرمن غلہ کی طرح کشتوں سے میدان بھر گیا بلکہ بعض راویوں نے یہ بیان کیا ہے کہ بیحد سعی وکوشش کرنے کے بعد جو طرفین سے ظہور میں آئی اس قدر افراد قتل کئے گئے کہ میدان کارزار کی زمین نظر نہ آتی تھی۔ اس کے علاوہ سلطان شمس الدین فراری ہوکر حصار کے نیچے آیا اور کوتوال حصار نے بیحد کوشش کے ساتھ دروازۂ حصار کھولا۔ شہر اکدالہ کے اندر فیروز شاہ کا خیمہ نصب کیا گیا۔

اس مقام پر صحیح روایت یہ ہے کہ تمام عورات و مستورات نے جو اندرون حصار مقیم تھیں فیروز شاہ کی آمد کی خبر سنی اور بالائے حصار پہنچ کر بادشاہ کے دیکھنے کے لئے اپنے سروں سے دامن کو اٹھایا اور سر برہنہ ہوکر بیحد پریشانی کے عالم میں آہ وزاری شروع کی۔

فیروز شاہ نے عورات کو اس قدر پریشان و مضطر دیکھ کر اور ان کی گفتگو کو سن کر فرمایا کہ میں نے تسلیم کیا کہ میں شہر کے اندر داخل ہوگیا اور چند مسلمانوں کو گرفتار بھی کیا اور اس ملک کو فتح کرکے اپنے نام کا خطبہ بھی جاری کر دیا لیکن جب میں حصار کے اندر داخل ہوں گا اور اہل قلعہ کو جو تمام و بکمال مسلمان ہیں، زیر کرلوں گا تو یہ عورات پردہ نشین نا اہل افراد کے ہاتھ میں گرفتار ہوکے بے عزت ہوں گی ایسی حالت میں میرے اور مغلوں کے درمیان کیا فرق باقی رہے گا اور میں خدا کو کیا منھ دکھاؤں گا۔

بادشاہ کی تقریر سن کر تاتار خاں نے عرض کیا کہ فتح شدہ ملک سے دست بردار ہونا مناسب نہیں ہے۔ فیروز شاہ فرشتہ خصلت نے فرمایا کہ اکثر سلاطین دہلی اس ملک پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے بنگالے کو فتح کیا لیکن ان میں سے کسی شخص نے اپنی فراست کی وجہ سے اس سرزمین میں قیام نہ کیا جس کی وجہ یہ ہے کہ بنگالے کا ملک رذیلوں کی بستی ہے اور یہاں کے تمام امرا اپنی سعی وکوشش سے جزائر کے اندر رہتے ہیں اس لئے سلاطین دہلی کی رائے وتقلید کی مخالفت کرنا مصلحت سے بعید ہے۔

فیروز شاہ الہام الٰہی کی وجہ سے اسی اندیشے پر واپس ہوا آزادپور کے نام سے موسوم کیا۔ اس مقام پر خان اعظم تاتار خاں سے اور فعل ایسے سرزد ہوئے

کہ اُن کی وجہ سے فیروز شاہ خان اعظم سے بیحد خوش ہوا۔

کہتے ہیں کہ خان اعظم نے شیر کی طرح سلطان شمس الدین کا تعاقب کیا اور اس امر میں بیحد سعی کی کہ حریف تک جلد پہنچ جائے۔

سلطان شمس الدین نے تاتار خاں کے خوف سے راہ فرار اختیار کی، اور خان اعظم نے حریف کے سر پر پہنچ کر ارادہ کیا کہ اُس پر تلوار کا وار کرے۔

خان اعظم کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور اُس نے سلطان شمس الدین پر تلوار نہ چلائی اور اُس کے تعاقب سے دست بردار ہو گیا۔

جنگ کے بعد فیروز شاہ نے تاتار خاں سے دریافت کیا کہ تم نے حریف پر اس قدر قابو پاکر تلوار نیام سے نکالی لیکن عقل کام نہیں کرتی کہ بغیر تلوار کا وار کئے تم کیوں واپس آئے۔

تاتار خاں نے بیحد خوب و عمدہ جواب دیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ خیال کیا کہ تاجداران عالم پر مجھ کو تلوار چلانا مناسب نہیں ہے اور اس خیال و فعل کے اسرار و آثار کو واضح کرنا میرے ذمے ہے۔ غرضکہ تاتار خاں نے اپنے فعل و خیال کو توضیح سے بیان کیا جس کو فیروز شاہ نے بیحد پسند کیا۔

چوتھا مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے خدا کی مدد سے بنگالے کو فتح کیا اور ہر خاص و عام کو راحت نصیب ہوئی

بادشاہ نے حکم دیا کہ بنگالے کے تمام مقتول افراد کے سر جمع کئے جائیں۔

فیروز شاہ نے وعدہ کیا کہ جو شخص مقتول بنگالیوں کے سر لائے گا فی سر ایک تنگہ نقرہ انعام پائے گا۔ اس حکم کی بنا پر تمام لشکریوں نے اس حکم کی تعمیل میں کمر ہمت باندھی اور کشتوں کے سر لاکر انبار کرنے لگے۔ ان سروں کا شمار کیا گیا اور معلوم ہوا کہ

ایک لاکھ اسّی ہزار سر بلکہ اس سے زیادہ جمع ہوئے اس لئے کہ سات کوس کے فاصلے تک یہ کوشش جاری رہی۔

فیروز شاہ نہایت جاہ و جلال کے ساتھ انبار کے قریب تھا اور ان سروں کا ملاحظہ کر رہا تھا۔

بادشاہ بچشم عبرت ان سروں کو دیکھتا اور اپنے مقرب اہل دربار سے روکا اور آہ بھر کر کہتا تھا کہ ان غریبوں نے تعلّق نان کی وجہ سے یہ روز سیاہ دیکھا اگر شکم کا تعلّق اور اہل و عیال و اطفال کا خیال نہ ہوتا تو اس روز بد میں گرفتار نہ ہوتے۔

اس واقعے کے بعد بادشاہ بصد شان و شوکت کے ساتھ دار الملک دہلی واپس ہوا۔

بادشاہ پنڈوا پہنچا اور اس شہر میں اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

فیروز شاہ نے پنڈوہ کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا۔

چونکہ فیروز شاہ نے اکدایہ کو آزاد پور اور پنڈوہ کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا اس لئے اب تک ان شہروں کے سلاطین یمن و برکت کے لحاظ سے ان ممالک کو انھی ناموں سے یاد کرتے ہیں اور سرکاری دفاتر میں ابتک یہی لکھتے ہیں آزاد پور عرف اکدایہ اور فیروز آباد عرف پنڈوہ۔

فیروز شاہ دریائے کوسی کے کنارے پہنچا اور برسات کا موسم آ گیا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ شاہی لشکر مثل جیش شاہ فغفور کے بند کشا کشتیوں میں دریا کو عبور کرے۔

غرضکہ تمام حشم و خدم سے بند کشا کشتیوں کے ذریعے دریا کو عبور کیا۔

سلطان شمس الدین اکدایہ میں داخل ہوا اور اُس کوتوال کو جس نے شہر کا دروازہ بند کر دیا تھا قتل کیا۔ مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ فتحمند واپس آیا اور فتح نامہ دہلی روانہ کیا۔

اس زمانے میں خواجۂ جہاں مقبول یعنی وزیر بتو تدبیر دہلی میں نائب غیبت تھا اور شہر کی حفاظت میں بجید کوشش کر رہا تھا۔

یہ فتح نامہ دہلی پہنچا اور خان جہاں و تمام اہل دہلی کو دو مسرت حاصل ہوئیں ایک خوشی تو فتح بنگالہ کی اور دوسری اس امر کی کہ فیروز شاہ صحیح و سالم واپس آ رہا ہے۔

فتحمند لشکر نے دہلی میں اکیس روز طبل شادیانہ بجوائے۔

اس درمیان میں فیروز شاہ دہلی کے قریب پہنچا اور خان جہاں نے بے شمار

اسباب و خدمتی مہیا کئے، شہر میں چھ قبے بنائے گئے اس لئے کہ اب تک فیروز آباد آباد و معمور نہ ہوا تھا۔

جس روز کہ بادشاہ دہلی میں داخل ہوا اس قدر بیرق جمع ہوئیں کہ اُن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ واضح ہو کہ بیرق بھی فیروز شاہ کی ایجاد ہے سلاطین گزشتہ کے عہد میں اس کا نام و نشان نہ تھا۔

بادشاہ شہر میں داخل ہوا اور سینتالیس ہاتھی جو لکھنوتی میں حاصل ہوئے تھے اس طرح لشکر کے آگے آگے تھے کہ جانور مختلف رنگوں سے رنگے ہوئے تھے اور اُن پر زر منیہ کی عماری اور جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔

بادشاہ کے داخلے کے وقت ہر صغیر و کبیر نے فیروز شاہ کا استقبال کیا اور ہر مرد و عورت، جوان و ضعیف فیروز شاہ کی ترقی عمر و اقبال کے لئے دعا کر رہا تھا۔

معتبر اشخاص نے مورّخ عفیف سے روایت کی ہے کہ فیروز شاہ مرتبۂ اوّل جبکہ اُس نے لکھنوتی کی مہم کو سر کر کے شاہ بنگالہ کو زیر کیا، گیارہ ماہ لکھنوتی کی طرف رہا اور اس مدّت کے بعد دہلی واپس آیا۔

پانچواں مقدّمہ

شہر حصار فیروزہ کی بنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت سے شہر میں آیا اور چند سال متواتر شہر دہلی میں مقیم رہا۔

بادشاہ لکھنوتی سے واپس ہو کر ڈھائی سال حصار فیروزہ کی طرف رہا اور مُلک کے انتظام میں اُس نے بجد کوشش کی اور تمام عالم کو اپنے احسان سے شاد و مطمئن کیا۔

اس زمانے میں بادشاہ نے حصار فیروز آباد کی بنیاد رکھی۔

جب کبھی کہ فیروز شاہ شہر میں آتا تو چند روز تو پائے تخت میں قیام کرتا اور بعد اس کے حصار فیروزہ کو واپس جاتا۔

بادشاہ کے دل میں حصار فیروزہ آباد کرنے کا خیال ہوا اور اس مقام پر جہاں کہ اب فیروز آباد واقع ہے قبل سے دو بڑے مواضع آباد تھے۔
یہ موضع کداس بزرگ و کداس خرد کے نام سے مشہور تھے۔
کداس بزرگ میں پچاس کھڑک اور خرد میں چالیس داخل تھے، اس لئے کداس ملک میں کوئی موضع ایسا نہیں ہے جس میں کھڑک موجود نہ ہو۔
فیروز شاہ نے کداس بزرگ کی زمین کو پسند کیا اور یہ فرمایا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس مقام پر ایک عمدہ بزرگ شہر آباد ہو اس لئے کہ خدا کی مشیت و حکمت سے یہ مقام بے آب تھا، بلکہ موسم گرما میں جبکہ عراق و خراسان سے راہرو اس مقام پر آتے تو ایک کوزۂ آب کی قیمت چار جیتل ادا کرتے تھے۔
فیروز شاہ نے اس مقام پر فرمایا کہ مجھ کو خدا کے رحم و کرم سے امید ہے کہ جب میں مسلمانوں کے نفع رسانی کے لئے اس مقام پر جدید شہر آباد کروں گا تو خداوند کریم بھی اپنے رحم و کرم سے اس سرزمین کو پانی سے سیراب فرما دے گا۔
فیروز شاہ نے اس سرزمین میں قیام فرمایا اور اس کام میں بیحد سعی و کوشش کر کے شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ فیروز شاہ نے چند سال تمام خانان و ملوک درگاہ کے اس کار خیر میں مصروف رہا اور پتھروں کو کوہ نر م سے لاکر پختہ چونہ کھور سنگ میں ملاکر ایک بیحد طویل و عریض و بلند حصار تعمیر کرانا شروع کیا، بادشاہ کے تمام اعوان و انصار کے لئے اس شہر میں خاص خاص فرودگاہیں تجویز کی گئیں اور ہر امیر اپنی فرودگاہ میں بیحد سعی و کوشش کے ساتھ پختہ و جدید عمارت تعمیر تیار کرنے میں مصروف ہوا۔
غرضکہ حصار مرتب ہو گیا اور ایک مدت اس کی تکمیل و تعمیر میں صرف ہوئی اور بادشاہ نے اس حصار کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا۔
حصار کے مرتب ہونے کے بعد خندق کھودنا شروع کیا۔
خندق اس طرح کھودا گیا کہ اُس کی تہ اور بازو سے ریختہ اُٹھایا گیا اور خندق کے بازوؤں کے اوپر کنگرہ باندھا گیا۔
اس کے علاوہ ایک بینظیر حوض حصار کے اندر بنایا گیا جس کا پانی خندق میں گرتا تھا۔

ہر سال یہ ہوتا کہ ایک برس کامل اس حوض کا پانی خندق میں جاری رہتا تھا۔

حصار کے اندر ایک کوشک بھی تیار کیا گیا۔ یہ کوشک ایسا بے نظیر تھا کہ باوجود بیحد سعی و کوشش کے اس کی نظیر دریافت نہ ہو سکتی تھی۔

اس کوشک میں بے شمار محل تعمیر کیے گئے اور محل میں بیحد تکلف و آراستگی پیدا کی گئی اور ان میں بیشمار حکمتیں رکھی گئیں۔

اس کوشک میں ایک حکمت یہ تھی کہ اگر کوئی صاحب فہم و فراست شخص کوشک کے محل کے اندر آتا تو اگرچند محل کی سیر کرتا تو اس کوشک کے درمیان پہنچ جاتا۔

کوشک کا زیرین حصہ قطعاً تاریک تھا کہ اگر نگہبان راہنمائی نہ کرے تو اُس تاریکی سے باہر آنا محال ہو جائے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک فرّاش تنہا اُس مقام پر آیا اور چند روز غائب رہا، بعد اس کے نگہبان بھی اُس مقام پر پہنچے اور فرّاش کو تاریکی سے باہر لے آئے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے شاہان عالی مرتبہ کی طرح حصار فیروز آباد تعمیر کیا اور ایسا کوشک عجیب و پراسرار تیار کیا۔

اس کے بعد حریم شہر میں حصار فیروز آباد واقع تھا اور اس کے اطراف میں تمام خانان و ملوک و امراء و اعیان دولت نے اپنے اپنے مکان تعمیر کیے اور بیحد نفیس و عمدہ محل و قصور تیار ہو گئے۔ فیروز شاہ کو معلوم تھا کہ یہ مقام بے آب ہے۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ یہاں پانی پہنچائے۔ بادشاہ نے خود اس کام میں کوشش کی اور دو دریا کے ساحل نہر حصار فیروزہ میں لے آیا۔ ایک نہر دریائے جمنا اور دوسری دریائے ستلج سے۔

دریائے جمنا کے ساحل سے جو نہر لائی گئی وہ نہر مثل نہر رجیواہ و الغخانی کے تھی۔

ان ہر دو نہروں کا دہانہ کرنال کے سنگم سے نکالا گیا اور اسّی کوس کے فاصلے تک حصار فیروزہ میں لایا گیا۔

مؤرخ عفیف کے والد نے جو اُس زمانے میں بادشاہ کے مخصوص اہل دربار میں داخل اور عہدۂ شب نویسی پر ممتاز تھا، خاکسار مؤلف سے بیان کیا کہ حضرت فیروز شاہ نے حصار فیروزہ کی تعمیر میں ڈھائی سال صرف کیے اور بادشاہ کے ساتھ تمام رعایا و خلقت نے بھی اس کام میں بیحد کوشش کی۔ فیروز شاہ نے بیحد خوشی و مسرّت کے ساتھ

حصار فیروزہ آباد کیا اور حصار میں باغات و اشجار لگائے، چنانچہ ان باغات میں ہمہ قسم کے میوے پائے جاتے ہیں۔

سدا پھل و خیری و نارنگ اسکندریول اور ہر قسم کے پھول و نیشکر بے شمار و ہر اقسام و ہر جنس کے اس باغ میں پائے جاتے ہیں۔

نیشکر سیاہ و پونڈا ہر دو قسم کے اس باغ میں پائے جاتے ہیں اور یہ نیشکر اس قدر عمدہ و نرم تھے کہ اگر کوئی شخص ان میں دانت لگاتا اور ان کا چھلکا دانتوں سے چباتا تو ایکبارگی سرے سے اخیر تک چھلکا علیحدہ ہو جاتا۔ یہ امر البتہ تھا کہ حصار فیروزہ میں فصل خریف تو عمدہ ہوتی لیکن فصل ربیع خوب نہ ہوتی اس لیئے کہ گندم بغیر پانی کے پیدا نہیں ہوتا۔

فیروز شاہ کے ان نہروں کے حصار میں لے جانے سے ہر دو فصل عمدہ ہونے لگیں۔

اس سے قبل سلاطین گزشتہ کے عہد حکومت میں اس حصے کو ملک کے دفاتر سرکاری میں شق ہانسی تحریر کرتے تھے، لیکن جب حصار فیروزہ آباد ہوا تو اس تاریخ سے اس نواح کو شق فیروزآباد لکھنے لگے اور ہانسی واگرودہ و فتح آباد و سرستی سامورہ و خضر آباد و دیگر اقطاعات تک تمام و کمال حصار فیروزآباد کی شق میں داخل ہو گیا۔

غرضکہ ایک عظیم الشان شہر بن گیا جس میں آبادی و زراعت کی کثرت ہوئی۔

حصار فیروزہ کی شقداری ملک دیلان کے سپرد ہوئی۔

جب پانی کی کثرت ہوئی اور متعدد نہریں حصار میں آگئیں تو بیشمار پانی جمع ہو گیا اور ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق باغ و کھیت کے قریب کنواں کھود سکتا تھا۔

پانی اس قدر کثرت سے جمع ہو گیا کہ اگر چار گز زمین کھودی جاتی تو پانی بر آمد ہو جاتا تھا۔

چھٹا مقدمہ

استقامت املاک کے بیان میں

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے ہر دو شہر بر دیگر کے طریقے پر آباد کیئے، ایک فتح آباد

جس کی بابت قسم اول میں تذکرہ ہو چکا اور دوم حصار فیروزہ جس کی شرح سابق میں کی جا چکی۔
ان ہر دو مقامات میں بیشمار و بکثرت نہریں جاری کی گئیں اور تمام نہریں اسی یا نوے کوس تک جاری ہوئیں۔
نہروں کے درمیان تمام تر قصبات و قریات آباد تھے، چنانچہ قصبۂ جنید و قصبۂ دمعاترتھ و شہر ہانسی و تغلق پور عرف سیدم وغیرہ حصۂ ملک ان نہروں سے سیراب ہوتے تھے۔
ہر قصبہ و موضع میں نہریں جاری تھیں اور ان نہروں کے پانی سے رعایا و خلقت کو بیشمار نفع حاصل ہوتا تھا۔
اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ ممالک محروسہ کے تمام علما و مشائخ کو جمع کیا جائے اور اُن سے یہ فتویٰ طلب کیا جائے کہ اگر کوئی شخص اپنی ذاتی کوشش اور ذاتی مال کے صرف سے آب غرقاب کے کنارے سے پانی کی نہریں جاری کرے اور یہ نہریں حدود و قصبات و قریات میں جاری ہوں اور ان مقامات کے باشندے ان نہروں سے نفع حاصل کریں تو آیا اس جاری کرنے والے کو بھی حق سعی حاصل ہے یا نہیں۔
علما نے جواب دیا کہ سعی کنندہ کو حق شُرب حاصل ہے، یعنی یہ کہ قریات و قصبات کی آمدنی میں دسواں حصّہ اس شخص کا ہے۔
اس کے بعد فیروز شاہ نے ان نہروں کا حق شُرب اپنی املاک میں داخل کیا۔
اسی طرح بادشاہ دین پناہ نے بیشمار مردہ زمین کو آباد کر کے اُن کے محاصل اپنی املاک میں شامل کئے۔ بادشاہ نے ان مقامات کی آمدنی علما و مشائخ کے نام مقرر کی اور اُس کو بیت المال سے خارج تصور فرمایا۔
بادشاہ نے ان رقوم کو سہام یعنی حصّوں میں تقسیم کیا۔
واضح ہو کہ اُس زمانے میں دو چیزیں املاک میں داخل تھیں، ایک حاصل حق شُرب، اور دوسرے آباد قصبات کے محاصل، اور اس طرح تقریباً دو لاکھ تنگے فیروز شاہ کی مِلک قرار پائے تھے۔
سبحان اللہ جس قدر املاک فیروز شاہ کے قبضے میں تھیں کسی بادشاہ دہلی کو میسّر نہ ہوئی ہوں گی۔ شاہی املاک کی کثرت اس درجہ پہنچ گئی کہ املاک خاص کے عہدہ دار

علیحدہ مقرر کیئے گئے اور اس کا خزانہ جدا قائم کیا گیا۔
اگر برسات کا موسم آتا اور بارش شدید ہوتی تو بادشاہ اپنے بعض مخصوص اہل دربار کو اس امر پر مقرر کرتا کہ یہ امرا ہر نہر کے دہانے کا دورہ کریں اور بادشاہ کو مطلع کریں کہ سیلاب کس مقام تک پہنچ گیا ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ مورخ عفیف کے پدر و برادر اس امر کی تشخیص کے لئے (دربار شاہی) سے مقرر کیئے گئے ہیں کہ نہروں کے گرد سفر کر کے اس امر کا اندازہ لگائیں کہ سیلاب کہاں تک پہنچا ہے۔
اگر بادشاہ کو معلوم ہوتا کہ سیلاب نے ایک بہت بڑے حصّۂ ملک کو سیراب کر دیا ہے اور نہروں کا پانی مشرق سے مغرب تک پہنچ گیا ہے تو بادشاہ بیحد خوش ہوتا اور اپنے جامے میں پھولا نہ سماتا۔ اگر کوئی قریہ یا قصبہ ویران و تباہ ہو جاتا تو اس مقام کے عہدہ داروں سے شدت و سختی کے ساتھ بازپرس کی جاتی تھی۔

ساتواں مقدّمہ

فیروز شاہ کا مورخ کے پیرومرشد سے ہانسی میں ملاقات کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ حصار فیروزہ سے خاصکر مورخ کے پیرومرشد سے ملاقات کرنے کے لئے ہانسی حاضر ہوا۔ واضح ہو کہ اس زمانے میں حضرت شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز مورخ کے مرشد کے پیرومرشد نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی اور مورخ کے پیرومرشد سجادۂ طریقت پر رونق افروز تھے۔
فیروز شاہ حضرت کی خانقاہ کے قریب پہنچا اور جناب شیخ نے ارادہ کیا کہ بادشاہ کی تعظیم کے لئے سجادۂ ارشاد پر کھڑے ہوں لیکن فیروز شاہ نے حضرت کو قسم دے کر اس تعظیم سے منع فرمایا۔
ملاقات کے بعد مصافحہ ہوا اور ہر دو بادشاہ برگزیدۂ خلائق ایک ہی جگہ بیٹھے اور حضرت شیخ نے قاعدے کے مطابق وعظ و نصیحت شروع کی۔
مقررہ گفتگو کے بعد فیروز شاہ نے شاہانہ انداز میں کلام شروع کیا اور حضرت شیخ سے عرض کیا کہ میں نے محض بندگان خدا کی آسائش و امن کے اور اہل اسلام کو راحت

پہنچانے کی غرض سے حصار فیروزہ تعمیر کیا ہے، اگر جناب شیخ بھی رحمت و شفقت کے لحاظ سے اس حصار میں قیام فرمائیں تو بیحد مناسب ہوگا۔

حضرت کے قیام کے لئے خانقاہ تعمیر کر دی جائے گی اور مصارف خانقاہ کے لئے ہر صادر و وارد کے لحاظ سے اخراجات مقرر کر دئے جائیں گے۔

حضرت شیخ اگر حصار میں قیام فرمائیں گے، تو امید ہے کہ حضرت کے قدوم کی برکت سے اہل حصار تمام بلّیات و گردش روزگار سے محفوظ رہیں گے۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ دعاگو کا حصار میں قیام کرنا فرمان شاہی خیال کیا جائے گا یا خود دعاگو کا اختیاری فعل ہوگا۔ فیروز شاہ نے فرمایا کہ خدا ایسا نہ کرے کہ میں حضرت کو کسی قسم کا حکم دوں، اگر حضرت شیخ خود قیام اختیار فرمائیں تو حصار کی سعادت اور اہل حصار کی خوش قسمتی ہوگی۔

جناب شیخ نے فرمایا کہ دعاگو کا اختیاری مقام یہی شہر ہانسی ہے جو دعاگو کے جد و پدر کا مسکن ہے اور حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ و حضرت محبوب الٰہی نے اسلاف کو یہ مقام عطا فرمایا ہے۔

فیروز شاہ نے حضرت شیخ کے جواب کو بیحد پسند فرمایا اور کہا کہ مناسب یہی ہے کہ حضرت اسی شہر ہانسی میں قیام فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے امید ہے کہ حضرت کی برکات سے حصار فیروزہ تمام آفات ارضی و سماوی سے محفوظ و آباد و معمور رہے گا۔

سبحان اللہ جو کلمہ کہ فیروز شاہ کی زبان پر جاری ہوا آخر میں اس کا ظہور ہوا یعنی اسی آخری دور میں جبکہ سنگ دل گروہ نے خدا کی مشیئت کے مطابق دہلی کو تاخت و تاراج کیا اور اہل اسلام و ذمّی افراد کا مال و اسباب تباہ و برباد ہوا تو حضرت شیخ کے قدوم کی برکت سے اہل ہانسی قطعاً محفوظ رہے بلکہ حصار فیروزہ کا وہ حصہ بھی جو حصار ہانسی کے مضافات میں داخل ہو چکا تھا تمام بلّیات سے محفوظ و مامون رہا۔

انشاء اللہ تعالیٰ شہر ہانسی کا تمام حوادث سے محفوظ رہنا اور حضرت شیخ کی کرامت سے اہل شہر کا محفوظ رہنا، جس کا مفصّل بیان اس تصنیف کا ایک اہم ترین مقصد ہے آخر کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔

واضح ہو کہ مؤرخ عفیف کا ایک مقصد اس تاریخ کی تالیف سے یہ ہے کہ اس واقعے کو مفصل بیان کرے۔

آٹھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دریائے جون کے ساحل پر فیروز آباد کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ کو خیال پیدا ہوا کہ شہر فیروز آباد بسائے۔ بادشاہ نے اس امر کے لئے کوشش شروع کی اور دہلی کے جوار میں اکثر مقامات کی محض انتخاب کی غرض سے سیر کی۔

آخر کار بادشاہ نے دریائے جمنا کے ساحل پر ایک قطعۂ زمین اختیار فرمائی۔

واضح ہو کہ فیروز آباد کی بنا بادشاہ کے بار دوم لکھنوتی روانہ ہونے سے قبل کی گئی۔

مختصر یہ کہ منتخبہ زمین میں کوشک کی تعمیر شروع ہوئی اور عمارت کے عہدہ دار و ماہر و تجربہ کار کاریگر تعمیر میں مصروف ہوئے۔

تمام خانان و ملوک بارگاہ نے بھی اس کوشک میں اپنے محل تعمیر کرائے۔

کہتے ہیں کہ فیروز آباد کی بنا میں اٹھارہ مواضع کی زمین شہر میں داخل ہو گئی چنانچہ قصبۂ اندرپت و سرائے شیخ ملک یار پرانی و سرائے شیخ ابوبکر طوسی و زمین موضع کاویں و زمین کیشواڑہ و زمین اندھاولی و زمین سرائے ملکہ و زمین مقبرۂ سلطان رضیہ و زمین بہاری و زمین مہرولیہ و زمین سلطان پور وغیرہ مواضع شہر میں داخل ہو گئے۔

فیروز آباد میں خدا کی عنایت و مہربانی سے اس قدر آبادی میں اضافہ ہوا کہ قصبۂ اندرپت سے کوشک شکار تک تمام حصۂ ملک آباد و معمور ہو گیا۔

واضح ہو کہ اندرپت سے کوشک شکار تک پانچ کوس کا فاصلہ ہے جس میں ایک کوس سے دوسرے کوس تک مسلسل آبادی پائی جاتی ہے۔

مخلوق نے شہر میں کچ کے پختہ مکانات تعمیر کرائے اور اس قدر کثرت سے مساجد

تعمیر کرائیں کہ اُن کا شمار مشکل ہے۔

شہر میں ہر قسم کے طویل بازار قائم ہوئے اور یہاں کے باشندے خوش حال و فارغ البال ہوئے۔

اسی طرح شہر میں آٹھ مساجد تعمیر کی گئیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایک مسجد خاص، مسجد نائب باربک، مسجد ملک بحر شحنہ بھمنی مسجد ملک نظام الملک۔ مسجد جمعہ در کوشک شکار، مسجد اندرپت۔

یہ آٹھوں مسجدیں بیحد بزرگ اور اس قدر بڑی تھیں کہ ہر مسجد میں دس ہزار نمازی نماز پڑھ سکتے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ کے چہل سالہ دورِ حکومت میں شہر دہلی و فیروز آباد میں ہمیشہ پانچ کوس کا فاصلہ رہا۔

خلائق شہر اپنی ضروریات کے پورا کرنے اور نیز اپنے دیگر تعلقات کی وجہ سے دہلی سے فیروز آباد آتے اور اسی طرح فیروز آباد سے دہلی جاتے تھے۔

غرضکہ اس پانچ کوس کی مسافت میں جو دہلی و فیروز آباد کے درمیان میں تھی، خلائق کی آمد و رفت شبانہ روز مور و ملخ کی طرح جاری تھی۔

اس پانچ کوس کے فاصلے میں خلقت مور و ملخ کی طرح آمد و شد رکھتی تھی۔

آمد و رفت کے لئے بیگاریوں کا گروہ، سواریاں و جانور اور گھوڑے تیار رکھتے تھے۔

جس وقت بھی کوئی شخص دہلی سے فیروز آباد یا فیروز آباد سے دہلی کی روانگی کا ارادہ کرتا تو گاڑی، بیل یا گھوڑا، جو سواری وہ پسند کرتا، اختیار کر کے چند جیتل مقررہ کرایہ ادا کرتا تھا اور ایک ہی وہلے میں اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتا تھا۔

اس کے علاوہ کہاروں کا ایک گروہ ڈولہ لئے ہوئے ہر وقت حاضر رہتا تھا اور جو شخص چاہتا ڈولے پر سوار ہوتا تھا۔

فی کس کرایہ گاڑی کا چار جیتل اور بیل کا چھ جیتل اور گھوڑے کا بارہ اور ڈولے کا نیم تنگہ مقرر تھا۔ غرضکہ اسی طریقے پر چالیس سال کامل یہ راہ جاری رہی اور مزدوروں کا ایک گروہ شہر سے نزدیک و دور کرائے میں مشغول ہوتا تھا اور اُن کی زندگی بخوبی بسر ہوتی تھی۔

سبحان اللہ ایسا آباد و معمور شہر جو آسمان کبود کے نیچے دار الملک دہلی کے نام سے مشہور ہے، خدا کی مشئیت اور اس کے حکم سے اس درجہ تباہ و برباد ہو گیا اور اس شہر کی خلقت و رعایا مرضی و تقدیر الٰہی کے مطابق مغلوں کے ہاتھ سے تباہ و تاراج ہوئی اور باقی ماندہ اطراف میں آوارہ وطن ہو گئی۔ سچ ہے کہ خدا کی مشئیت و مرضی میں دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔

نواں مقدمہ

ظفر خاں کا سنار گاؤں سے فریاد رسی کے لئے بادشاہ کی قدمبوسی کو حاضر ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ حصار فیروزہ کی تکمیل میں حد سے زیادہ کوشش کر رہا تھا کہ خان اعظم ظفر خاں سنار گاؤں سے قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔
اس امیر کی حاضری کا قصہ معتبر روایت کے مطابق یہ ہے کہ شمس عفیف سے راست گفتار اشخاص نے یہ بیان کیا کہ ظفر خاں بادشاہ سنار گاؤں مسمی سلطان فخر الدین کا داماد تھا۔
واضح ہو کہ سنار گاؤں تخت گاہ پنڈوہ سے قبل کا آباد کیا ہوا ہے، اور اس لئے فاصلے پر ہے۔
فیروز شاہ کی اول واپسی کے بعد سلطان شمس الدین کشتی میں سوار ہو کر چند روز میں سنار گاؤں پہنچا۔
سلطان فخر الدین جس کو عام اشخاص فخرا کہتے ہیں، سنار گاؤں میں مطمئن زندگی بسر کر رہا تھا۔
سلطان شمس الدین نے فخر الدین کو زندہ گرفتار کر کے اسی دم قتل کیا اور سنار گاؤں پر قابض ہو گیا۔
سلطان فخر الدین ان حوادث میں مبتلا ہوا اور اس کے اعوان و انصار متفرق و پراگندہ ہو گئے۔ ظفر خاں اس زمانے میں تمام عمال کے کارناموں کی تحقیقات

اور تحصیل مال کے لئے مملکت سنار گاؤں میں دورہ کر رہا تھا۔

ظفر خاں نے یہ داستان سنی اور بید کی مانند خوف سے لرزنے لگا۔

خان مذکور سنار گاؤں سے فراری ہو کر جہاز میں سوار ہوا اور دریا کی مشکل و خطرناک راہ طے کر کے ایک مدت کے بعد بے شمار حیلہ و تدبیر سے جہاز میں دریا کا سفر طے کیا۔

خان مذکور بہزار دقت و خرابی ٹھٹھہ میں وارد ہوا اور ٹھٹھہ سے دہلی پہنچا۔

مختصر یہ کہ ظفر خاں نے بادشاہ کی قدمبوسی حاصل کی اور اس امیر کے حالات کا معروضہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا۔

فیروز شاہ اُس زمانے میں حصار فیروزہ میں مقیم تھا۔

بادشاہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ دربار عام آراستہ کیا، اور ہر شخص کو بار عطا ہوا۔

تمام خانان و ملوک بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ہر شخص اپنے مناسب مقام پر استادہ ہوا۔

مورخ عفیف نے ظفر خاں کی حاضری و پائے بوسی کا قصّہ اپنے والد ماجد کی زبان سے سُنا جو اُس زمانے میں بادشاہ کے خادم خاص تھے۔

مورخ کے والد ماجد نے بیان کیا کہ ظفر خاں بادشاہ کے حضور میں لایا گیا اور خان مذکور نے محل حجاب سے آداب بجالایا۔

ظفر خاں داب بادشاہی و رعب دربار سے بے ہوش ہو گیا، اس لئے کہ اُس نے لکھنوتی میں کبھی ایسا دربار نہ دیکھا تھا۔ غرضکہ ظفر خاں نے ایک خدمتی سبیل بادشاہ کے حضور میں پیش اور شرف قدمبوسی حاصل کیا۔

مختصر یہ کہ بادشاہ دیں پرور نے رحم و کرم سے کام لیا اور ظفر خاں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تم مطمئن رہو اور کسی طرح کا اندیشہ و خوف دل میں نہ لاؤ۔ اگرچہ تم نے بیحد شدائد برداشت کئے اور بے انتہا خوف و خطر کی وجہ سے تم پر خواب و خور حرام رہا ہے لیکن خدا کا شکر ادا کرو کہ تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور تمھاری سنار گاؤں کی املاک سے دوچند تم کو یہاں عطا کی جائیں گی۔

غرضکہ ظفر خاں نے خاص بندگان بادشاہی کی طرح سرزمین پر رکھا اور فیروز شاہ کی تعریف میں چند کلمات عرض کئے ۔ ظفر خاں نے عرض کیا کہ بندۂ مسکین اپنے وطن میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا اور اہل اسلام کی حفاظت کررہا تھا کہ سلطان شمس الدین زیدی نے جو بادشاہ کا ضرب خوردہ و طمانچہ زدہ و نیز امیران بارگاہ سے شکست خوردہ ہے، مکاری سے کام لیا اور یکایک سنارگاؤں میں وارد ہو کر سلطان فخرالدین کو زندہ گرفتار کر لیا۔ پروردگار عالم نے اس بندۂ درگاہ کو دشمنوں کے شر سے نجات دی۔

فدوی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ سلطان شمس الدین سے میرا انتقام دنیا کا کوئی تاجدار نہیں لے سکتا صرف اگر خداوند عالم و بادشاہ گیتی پناہ توجہ فرمائیں تو ممکن ہے کہ فدوی اپنی مراد کو پہنچے۔

یہ بندہ تمام عالم میں سرگرداں و پریشان پھر کر خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے تاکہ حضرت شاہ اپنی جہابت بادشاہی سے اس مظلوم و مغموم کا انتقام دشمن سے لیں اور انصاف فرمائیں۔

ظفر خاں نے اپنی تقریر ختم کی اور بادشاہ نے نہایت عزت وجاہ کے ساتھ جواب دیا کہ تم مطمئن رہو اور دیکھو کہ خدا کی مرضی کیا ہے۔

ظفر خاں اور اس کے رفقا نے شرف قدمبوسی حاصل کیا اور ان کو زردوزی و زربفت خلعت عطا ہوئے۔

ظفر خاں کو اول ہی روز بادشاہ نے بصیغۂ جامہ شوئی تیس ہزار تنگے مرحمت کئے اور آئین سلطانی کے مطابق اس کو ظفر خاں کا خطاب بھی عطا کیا۔

فیروز شاہ نے ظفر خاں اور اس کے اعوان و انصار کے لئے چار لاکھ کی رقم بطور انعام مقرر کی۔

ظفر خاں کے ہمراہ ہزار سوار اور بے شمار پیادے تھے۔

خان مذکور کو نائب وزیر کا عہدہ بھی عطا ہوا لیکن آخر میں یہ امیر مرتبۂ وزارت پر فائز ہوا جیسا کہ مورخ عفیف اس سے پیشتر تحریر کر چکا ہے۔

غرضکہ ظفر خاں بادشاہ کے حضور سے بہ ہزار خوش و کامیاب واپس آیا اور

اور فارغ البال و مرفہ الحال اپنے مقام پر زندگی بسر کرنے لگا۔

دوسرے روز آفتاب افق مشرق پر طلوع ہوا اور فیروز شاہ نے بے حد شان و شوکت کے ساتھ دربار عام کیا۔ ظفر خاں غمگین و رنجیدہ حاضر ہوا اور بے حد پریشانی کے عالم میں اُس نے تین بار زمین ادب کو بوسہ دیا۔

فیروز شاہ نے ظفر خاں کو دیکھ کر اُس سے دریافت کیا کہ میں تجھ کو تمام حاضرین میں زیادہ فکر مند پاتا ہوں۔ ظفر خاں نے بار دگر زمین ادب کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ بادشاہ کو معلوم ہے کہ اہل غم سکون سے عاری اور مظلوم صبر سے مبرا ہوتے ہیں اور ضبط و ثبات کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں۔ اگر بادشاہ اپنی عنایت خاص سے اس بندے پر رحم و کرم فرمائیں اور میرے احوال پر متوجہ ہو کر فریاد رسی کریں تو البتہ میری خاطر پریشان کو تسلی ہو سکتی ہے۔

ظفر خاں نے بادشاہ کے حضور میں یہ تقریر کی اور فیروز شاہ نے اُس سے کہا کہ تم اس وقت دہلی میں خان جہاں کے پاس جاؤ، ہم بھی تمھارے عقب میں روانہ ہوتے اور خدا کے حکم کا انتظار کرتے ہیں۔

ظفر خاں نے بادشاہ سے رخصت ہو کر خان جہاں سے ملاقات کی اور اس امیر نے بھی خان مذکور پر نوازش فرما کر بے حد تسکین و تشفی کی۔

خان جہاں نے ظفر خاں کو چبوترہ سبز میں جو علائی بارہ کا مقام تھا فرد کش ہونے کی دعوت دی۔

چند روز کے بعد فیروز شاہ بھی دہلی سے برآمد ہوا اور خان جہاں سے ظفر خاں کے متعلق گفتگو کی۔

فیروز شاہ نے خان جہاں سے کہا کہ ظفر خاں اپنا انتقام لینے ہمارے پاس حاضر ہوا ہے، اس معاملے میں تمھاری کیا رائے ہے۔

خان جہاں نے عرض کیا کہ سلطان شمس الدین، بادشاہ دین پناہ سے خائف ہوا اور چونکہ یہ فرماں روا صاحب قوت و شوکت تھا، اُس نے خیال کیا کہ جزائر اکدالہ میں قیام کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس فرماں روا نے یہ طے کر کے کہ سنارگاؤں تمام ممالک بنگالہ کے مقابلے میں قلب میں واقع ہے اس لئے اسی شہر میں قیام کرنا اور دشمن سے اپنے کو محفوظ رکھنا

بہتر و مناسب ہے۔

اس خیال کی بنا پر شمس الدین نے سنارگاؤں پر حملہ کر کے اُس مُلک کو فتح کیا اور شہر پر خود قابض ہوگیا۔

سنارگاؤں کی رعایا پریشان و آوارہ وطن ہوکر بادشاہ عالم پناہ کی درگاہ میں فریاد رسی کے لئے حاضر ہوئی۔

اگر حضرت شاہ ملک بنگالہ میں تشریف لے جاکر اُس ظالم کو سزا دیں گے تو حضرت کا نام نیک دُنیا میں باقی رہے گا اور تمام مخلوق ہمیشہ یہی کہے گی کہ فریاد رس فیروز شاہ نے مظلوم افراد کی فریاد رسی فرمائی۔

وزیر نے اپنی رائے عرض کی اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ تم خدا کی عنایت پر بھروسہ کر کے بنگال کے سامان سفر کا انتظام کرو۔

دسواں مقدّمہ

فیروز شاہ کا بار دوم لکھنوتی کی جانب روانہ ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے بار دوم لکھنوتی کا سفر کیا۔

اس مرتبہ بادشاہ نے آئین جہانداری و مراسم بادشاہی کے مطابق حشم و لشکر کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور ہر خاص و عام پر نوازش فرمائی۔

غرضکہ بادشاہ کے جود و عطا سے ہر شخص رنج و غم سے آزاد ہوکر مطمئن سفر کی منزلیں طے کرنے لگا

بار اوّل کی طرح اس مرتبہ بھی اسّی ہزار سوار و بے شمار پیادے اور چار سو ستر عدد ہاتھی اور بند کشا کشتیاں فیروز شاہ کے ہمراہ تھیں۔

اس کے علاوہ اس مرتبہ بادشاہ کی سعی و کوشش سے بعید اشخاص دہلی میں جمع ہوئے اور یہ گروہ بھی لکھنوتی کی مہم پر روانہ کیا گیا۔

اسی طرح دو دہلیز اور دو بارگاہ و دو خوابگاہ، دہلیز مطبخ و مراتب اور

ایک سو اسّی نشان ہر قسم کے اور شتری ، خری ، اسپی چوراسی ، ماہی اور طبل بادشاہ کے ہمراہ تھے۔

غرضکہ بادشاہ اس شان و شوکت و جاہ و جلال کے ساتھ روانہ ہوا اور اُس کے ہمراہ جرار لشکر جس میں نامور و مشہور جنگجو و بہادر سپاہی شامل تھے، بنگالے کے سفر کو راہی ہوئے۔

خان جہاں جو صاحب فہم و فراست وزیر تھا، بادشاہ کی نیابت میں دہلی میں مقیم رہا۔

خان اعظم تاتار خاں چند منزل بادشاہی نشان کے ہمراہ سفر کرتا رہا اور اس کے بعد بادشاہ نے اُس کو واپس کر دیا اور حصار فیروزہ کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیا۔

اُس زمانے میں مورخ عفیف کے والد نے جو بادشاہ کے مقرب ملازم و اہل دربار تھے، خاکسار عفیف سے بیان کیا کہ تاتار خاں کو واپس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فیروز شاہ آغاز جلوس میں گاہ گاہ شغل شراب کرتا تھا اور اس بادہ نوشی میں احتیاط برتتا تھا۔

فیروز شاہ نے ایک مقام پر نزول فرمایا اور امور جہانداری ہر قسم کی ہوشیاری و بیداری سے کام لیتا تھا۔

اتفاق سے ایک روز نماز صبح کے بعد بادشاہ کے لئے شراب لائی گئی۔ عجیب و غریب شراب تھی جس سے بادشاہ شغل کرتا تھا۔

یہ شراب مختلف رنگ کی ہوتی اور زعفرانی و لال و سپید ہر طرح کا بادہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوتا تھا جس کا مزہ بیحد شیریں و خوشگوار ہوتا تھا۔

بادشاہ کی طرح شاہی امرا و اہل دربار بھی مختلف قسم کی شراب استعمال کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے نماز و وظائف سے فراغت حاصل کر کے بادہ نوشی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اس وقت پاسبان نے تاتار خاں کی حاضری کی اطلاع دی۔

فیروز شاہ تاتار خاں کے ورود سے بیحد ناخوش ہوا اور شاہزادہ فتح خاں کو

روانہ کیا کہ تاتار خاں سے معذرت کر کے اُس کو واپس کر دے۔

فتح خاں نے ہر چند اصرار کیا کہ تاتار خاں واپس ہو لیکن اس امیر نے واپسی سے انکار کیا۔

تاتار خاں بارگاہ شاہی کے روبرو بیٹھ گیا اور کہا کہ مجھ کو ایک ضروری معروضہ پیش کرنا ہے میری حاضری ضروری ولابدی ہے۔

فیروز شاہ کو اس واقعے سے اطلاع ہوئی۔

بادشاہ اُس وقت شیر کی طرح پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا لیکن تاتار خاں کو اپنے حضور میں طلب کرنے کے بعد پلنگ سے اُترا اور نہالچے پر بیٹھ گیا اور شراب کے ظروف پلنگ کے نیچے پنہاں کر دئے اور پلنگ پر ایک چادر بچھا دی۔

تاتار خاں حاضر ہوا اور اُس نے پلنگ کے نیچے نظر کی اور دیکھا کہ علامات بادہ خواری موجود ہیں۔

خان مذکور اپنے دل میں بیحد فکر مند ہوا اور قلیل مدت تک سر در گریبان بادشاہ کے روبرو بیٹھا رہا۔

اس مدت میں نہ بادشاہ نے ایک لفظ کہا اور نہ تاتار خاں نے کچھ عرض کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد تاتار خاں نے مُہر سکوت توڑی اور بہی خواہوں کی طرح عرض کیا کہ ہم اس وقت حریف سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اس وقت خلوص قلب سے توبہ کرنا لازم ہے۔

یہ وقت توبہ واستغفار کا ہے، اس محل برکات سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے اور ہر لمحہ خدا کی بارگاہ میں دعا کرنا مناسب ویقینی ہے۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ شاید میری ذات میں تم نے ناپسندیدہ اوصاف ملاحظہ کئے ہیں جو اس قسم کی تقریر کر رہے ہو ورنہ اس موقع پر اس گفتگو کا کیا محل ہے۔

تاتار خاں نے عرض کیا کہ بندے کو پلنگ کے نیچے مجھے علامات مےخواری نظر آتے ہیں۔

فیروز شاہ نے جواب دیا کہ ظفر خاں مجھ کو گاہ گاہ مےنوشی کا خیال ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس کا شغل کرتا ہوں۔ تاتار خاں نے بار دگر عرض کیا کہ یہ موقع توبہ واستغفار کا ہے

اس وقت ان مکروہات میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے تاتار خاں سے فرمایا کہ میں بقسم عہد کرتا ہوں کہ جب تک تم لشکر شاہی میں رہو گے میں ہرگز مے نوشی نہ کروں گا۔

تاتار خاں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے واپس آیا۔

فیروز شاہ نے تاتار خاں کو رخصت کرنے کے بعد اس گفتگو پر غور کیا۔

بادشاہ کو خیال ہوا کہ تاتار خاں نے شاہی رعب و داب و بادشاہی عظمت و جلال کا لحاظ نہ کیا اور بے ادبانہ گفتگو کی۔

غرضکہ چند روز اس گفتگو کو گزرے اور فیروز شاہ نے کہا کہ چونکہ حصار فیروزہ دور ہے اور اس نواح میں اشرار کا مجمع بہت ہے، اس لئے اس حصۂ ملک کی حفاظت بیحد ضروری ہے۔

بادشاہ نے تاتار خاں کو حصار فیروزہ پر متعین کیا تاکہ وہاں کی مخلوق اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرے اور تاتار خاں بادشاہ سے رخصت ہو کر حصار فیروزہ روانہ ہوا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کی اعانت وکرم سے بہرہ اندوز ہو کر اودھ اور قنوج کے درمیان سفر کرتا ہوا جون پور پہنچا۔

اس زمانے تک جونپور آباد نہ ہوا تھا۔ بادشاہ اس مقام پر پہنچا اور خوش گوار مقامات و دلنشین صحرا دیکھ کر فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ اس مقام پر ایک بزرگ شہر آباد کرے۔

فیروز شاہ نے چھ ماہ یہاں قیام کیا اور دریائے گومتی کے کنارے پر شہر آباد کیا اور سلطان محمد بن تغلق شاہ کے نام پر شہر کو موسوم کیا۔

چونکہ سلطان محمد کا نام جونا تھا شہر بھی جونان پور مشہور ہوا۔

بادشاہ نے خان جہاں کو دہلی میں اس واقعے سے اطلاع دی اور شہر کی حکومت خواجۂ جہاں یعنی سلطان الشرق کو عطا کیا۔

مورخ خواجۂ جہاں کے ابتدائی و انتہائی حالات سلطان محمد کے تذکرے میں معرض بیان میں لائے گا۔

غرضکہ فیروز شاہ نے چھ ماہ کے بعد جون پور سے بنگالے کا رخ کیا اور متواتر کوچ کرتا ہوا جلد سے جلد بنگالہ وارد ہوا۔

اس زمانے میں سلطان شمس الدین نے وفات پائی اور اس کا فرزند سلطان سکندر باپ کا جانشین ہوا۔ سلطان سکندر نے فیروز شاہ کی آمد کی خبر سنی اور بادشاہی لشکر و حشم کے خوف سے مع اپنی تمام فوج کے جزائر اکدالہ کے درمیان روپوش ہوگیا۔

فیروز شاہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ تمام جزیرے کا محاصرہ کرلیا۔ بادشاہ نے تمام لشکر کو آراستہ کرکے جنگ و جدل کا منتظر تھا اور بیحد ہوشیاری کے ساتھ فوج و حشم کی حفاظت کررہا تھا۔

گیارھواں مقدّمہ

سلطان سکندر کا فیروز شاہ کے خوف سے قلعہ بند ہونا اور قلعے کے ایک برج کا گرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ بنگالے میں وارد ہوا اور حاکم بنگالہ بادشاہ کے خوف سے جزائر اکدالہ میں پناہ گزیں ہوا۔

فیروز شاہی لشکر نے جزیرے کا محاصرہ کرلیا اور جنگ و قتال کا انتظار کرتا رہا۔ ہر جانب سے عرادہ و منجنیق کے ذریعے سے حصار کے رو برو تیر و ناوک کی بارش ہونے لگی۔

غرضکہ فریدوں وکَے کے مانند ہر روز متواتر جنگ ہونے لگی۔

چونکہ سلطانی لشکر حصار کے اندر سے باہر نہ آسکتا تھا اس لئے شب و روز جانبین کے جنگجو سپاہی قتال کا انتظار کررہے تھے۔

تقدیر الٰہی سے ایک روز حصار اسکندریہ کا ایک برج گرا جس کی وجہ یہ تھی کہ بالا حصار کے پناہ گزیں افراد بہ کثرت جمع تھے جن کا بار برج نہ سنبھال سکا اور گرپڑا۔

برج حصار کے گرتے ہی فیروز شاہی فوج درمیان میں آگئی اور ہر دو لشکر میں شور برپا ہو گیا۔

طرفین نے جنگ کی تیاری کر کے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا۔

اس شور و بے شمار غوغے کی آواز فیروز شاہ کے کان تک پہنچی اور فیروز شاہ نے حاضرین درگاہ کی طرف نظر کی۔ اس درمیان میں شاہزادہ فتح خاں نے عرض کی کہ ممکن ہے کہ بنگالے کا لشکر ہماری فوج پر حملہ آور ہوا ہو۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ شاہی جامہ لائیں اور بادشاہ خود سوار ہوگا

غرضکہ فیروز شاہ نے جامہ و چوالیس پر کالہ اسلحہ جسم پر لگائے اور گھوڑے پر سوار ہو کر شور گاہ کی طرف چلا۔ اس اثنا میں میدان کارزار کا شیر یعنی ملک حسام الملک ابن نوا دور سے نمودار ہوا اور جلد سے جلد بادشاہ کے قریب پہنچ گیا۔

اس امیر نے عرض کیا کہ خلائق کی کثرت کی وجہ سے حصار کا شہ برج گر گیا ہے، اگر بادشاہ ارشاد فرمائیں تو ہماری فوج فوراً بالائے حصار پہنچ کر حریف پر غالب آئے اور اُس کو تباہ و تاراج کرے۔

فیروز شاہ نے یہ سُن کر تامل کیا اور اس کے بعد جواب میں فرمایا کہ حسام الدین بغیر ہمارے لشکر کے حصار میں داخل ہونے کے یہ قلعہ فتح ہو جائے تو بہتر و مناسب ہے اس لئے کہ اہل حصار کو تاراج کرنے میں اس امر کا احتمال ہے کہ ہزارہا باعفت و پردہ نشین عورات بدکار و نااہل افراد کا شکار ہوں گی، تم آج صبر کرو اور خدا کے حکم کے منتظر رہو۔

اُس روز تمام فوج سلطانی بالائے حصار جانے کی منتظر تھی لیکن بادشاہ کا یہ حکم سنتے ہی ہر شخص اپنے مقام پر رُک گیا۔

غرضکہ دن تمام ہوا اور شب کے وقت ماہتاب طلوع ہوا اور اہل حصار نے شبا شب باہمد گر محنت و مشقت کر کے برج کو درست کر لیا اور کارزار کے لئے مستعد ہوئے۔

معتبر و راست گفتار راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ حصار اکدالہ گلین قلعہ تھا جس کے اوپر برج تیار کیا گیا تھا اور جانبین کا لشکر جنگ و جدال میں مشغول تھا۔ غرضکہ چند روز ہر دو فرماں روا معرکہ آرائی میں مصروف رہے جیسا کہ اوپر

بیان ہو چکا ہے لیکن آخر میں حصار کے اندر چارہ و غلہ کم ہوا اور اہل بنگالہ کو فکر لاحق ہوئی۔ ادھر فریقین کے بہادر سوار و پیادے جنگ و جدال سے تنگ آئے لیکن آخر میں اللہ تعالیٰ نے صلح کی راہ پیدا فرمائی جیسا کہ خواجہ نظامی نے فرمایا ہے۔

بارھواں مقدمہ

سلطان سکندر کا فیروز شاہ سے صلح کرنا اور چالیس عدد ہاتھی عطا کرنا

نقل ہے کہ سلطان سکندر محاصرے سے بیحد پریشان ہوا اور اپنی جان سے بیزار ہو گیا۔

سکندر شاہ نے اپنے مآل کار پر غور کیا اور وزراء سے مشورہ طلب کیا۔

سکندر شاہ نے کہا کہ ہماری رعایا سخت مشکل میں گرفتار ہے۔ ایسی حالت میں غور و فکر سے کام لے کر اس اژدہے کو ملک سے باہر کرنا چاہیئے۔

سلطان سکندر کے اہل دربار نے عرض کیا کہ عالم اسباب کا مقررہ قاعدہ ہے کہ زیر دست کبھی بالادست افراد پر غالب نہیں آئے اور ظاہر ہے کہ خدا کی مشیت و پروردگار کی مرضی کا تقاضا یہی ہے۔ اگر بادشاہ ارشاد فرمائیں تو ہم کسی معتبر شخص کو وزرائے فیروز شاہی کے دربار میں گفتگوئے صلح کے لئے روانہ کریں اور جہاں تک ممکن ہو نرمی و نصائح سے خلقت کو محفوظ رکھیں۔

سلطان سکندر نے اس تقریر کا جواب نہ دیا اور خاموش ہو رہا۔

وزرائے سکندری بادشاہ کے دربار سے رخصت ہوئے اور باہم مشورہ کیا۔

ان وزراء میں یہ طے پایا کہ بادشاہ نے اگرچہ صراحتہً ہماری تقریر کا جواب نہیں دیا ہے لیکن ہماری گفتگو سن کر سکوت فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ سکوت ہی رضامندی کی علامت ہے۔

غرضکہ سلطان سکندر کے وزیروں نے ایک صاحب فہم و فراست شخص کو وزرائے فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے نہایت نرم و نصیحت آمیز پیام سے

صلح کی گفتگو ان الفاظ میں شروع کی کہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ اس جنگ و جدال کا جس میں طرفین سے اہل اسلام قتل و ہلاک ہوں سبب کیا ہے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ اگر بادشاہان صاحب جاہ کینہ وری یا کسی دوسرے سبب سے دشمن سے معرکہ آرائی کریں اور اس جنگ و جدال میں مسلمانوں کو جانی و مالی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وزرائے صاحب عقل کا فریضہ ہے کہ اپنی فہم و فراست و تیز خوبی سیاست سے بادشاہ کو ایسی معرکہ آرائی سے باز رکھیں۔

ظاہر ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دیگر سلاطین جہاں کشا کی تقلید کی اور اس ملک پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ کے حملہ کرتے ہی شمشیر زنی شروع ہوئی اور اہل اسلام و ذمی و آفاقی، غرضکہ ہر گروہ کو شدید مضرت و نقصان پہنچنا شروع ہوا۔

آپ حضرات کو جو فیروز شاہ کے وزرا و ندیم ہیں، لازم ہے کہ بادشاہ کو نصائح کر کے اس ملک سے واپس فرمائیں۔ ہم یہ بھی عرض کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ سلطان سکندر کی جانب سے سوا خیال صلح کے اور دوسرا ارادہ نہیں ہے۔

غرضکہ شاہ بنگالہ کے وزرا نے فیروز شاہی مقرب اہل دربار کو ان الفاظ میں اور مثل دوستان بہی خواہ کے نصیحت کی اور فیروز شاہی وزرا مثل نیک خواہ احباب کے ایک مقام پر جمع ہوئے اور اپنی فہم و فراست و عقل و سیاست کی بنا پر اس رائے پر متفق ہوئے کہ عقل و ایماں کا تقاضا یہی ہے کہ ہم سلطان سکندر کے وزرا کی نصیحت اور ان کے پیغام صلح کو قبول کریں اور بادشاہ کے حضور میں اس پیغام صلح کو مناسب الفاظ میں عرض کر کے انتظار کریں۔ غرضکہ وزرا و مقرب اہل دربار فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سلطان سکندر کے وزرا نے بادشاہ کے جاں نثار گروہ کو پیغام دیا ہے، اگر بادشاہ کا حکم ہو تو بہی خواہ دولت پیغام مذکور حضرت کے حضور میں عرض کریں۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ ضرور بیان کرو اور حتی الوسع راست گفتاری سے کام لو۔

وزرا نے عرض کیا کہ حریف نے عاجزانہ طریقہ اختیار کیا ہے اور بے حد منت و زاری کی ہے، ایسی حالت میں اس کے عجز کا لحاظ رکھنا مناسب ہے اور

اور اُس کے الفاظ و پیغام کو قبول کرنا ضروری ہے۔
ظاہر ہے کہ سلطان سکندر صلح کا خواہاں ہے اور اگر حضرت شاہ بھی جنگ سے کنارہ کشی فرمائیں تو اہل اسلام کے درمیان جو جنگ و جدال ہو رہی ہے وہ قطعاً موقوف ہو جائے۔
فیروز شاہ یہ تقریر سن کر خاموش ہوا اور غور و فکر کرنے لگا۔
بادشاہ نے بعد تامل کے بعد فرمایا کہ تم وزرا کی رائے معاملات سلطنت و امور جہانداری میں عین میری رائے ہے' اس لئے کہ تم سلطنت کے ویسے ہی بہی خواہ ہو جیسا کہ میں۔ لیکن صلح کی شرط یہ ہے کہ خان اعظم ظفر خاں کو سنار گاؤں کا تخت حکومت عطا کیا جائے۔
فیروز شاہ نے مشروط صلح کو منظور فرمایا اور مقربان شاہی بادشاہ سے رخصت ہوئے اور انھوں نے مشروط صلح سے وزرائے سلطان سکندر کو اطلاع دی۔
سکندری وزرا نے بعد عاجزی کے ساتھ تحریر کیا کہ ایک معتبر شخص بطور قاصد روانہ کیا جائے تاکہ ہر دو فرمانروا کے درمیان صلح بخوبی طے پا جائے۔
غرضکہ اس جانب سے خان اعظم ہیبت خاں بطور قاصد صلح کا پیغام لے کر شاہ بنگالہ کے دربار میں حاضر ہوا۔
غرضکہ ہیبت خاں حصار اکدالہ کے اندر سکندر خاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔
ہیبت خاں نے پیشتر سلطان سکندر کے وزرا سے ملاقات کی اور تمام وزرا جمع ہو کر خان مذکور کو سکندر خاں کے حضور میں لے گئے۔
اگرچہ سکندر خاں کو جانبین کے وزرا کی گفتگو کا بخوبی علم تھا لیکن قصداً اپنے کو بیخبر ظاہر کیا۔
ہیبت خاں نے سلطان سکندر کے حضور میں حاضر ہو کر بعد فصیح و شیریں الفاظ میں بادشاہ کی تعریف کی اور زمین خدمت کو بوسہ دے کر ایلچیوں کی طرح مودب استادہ ہو گیا۔
صحیح روایت یہ ہے کہ ہیبت خاں خود بھی بنگال کا باشندہ تھا اور اُس کے

دو فرزند سکندر خاں کے ملازم تھے۔

ہیبت خاں نے بیحد عقل و فراست کے ساتھ صلح انگیز و محبت خیز گفتگو کی۔

اس موقع پر سلطان سکندر نے کہا کہ حضرت فیروز شاہ میرے مخدوم و ولی نعمت و میرے عم بزرگوار ہیں، میری یہ مجال نہ تھی کہ میں ممدوح کے مقابلے میں معرکہ آرائی کروں۔

ہیبت خاں نے قاصدانہ انداز میں جو کچھ بادشاہ سے عرض کیا بے حد مناسب و برمحل تھا۔

خان مذکور نے نرم و گرم ہر قسم کے الفاظ میں تقریر کی۔

ہیبت خاں نے یہ معلوم کرکے کہ سلطان سکندر نے بھی الفاظ صلح انگیز میں تقریر کی، عرض کیا، سلطان فیروز شاہ کے اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ حضرت شاہ سنار گاؤں کی حکومت ظفر خاں کو عطا فرمائیں۔

اس تقریر میں سلطان سکندر نے اور زیادہ محبت انگیز جواب دیا اور فرمایا کہ اگر عم نامدار کا یہ منشا ہے تو میں بھی اُس کو قبول کرتا ہوں اور سنار گاؤں ظفر خاں کو عطا کرتا ہوں۔

اگر حضرت شاہ کا صرف یہی مقصد تھا تو اس کے لئے اس قدر مشقت کیوں گوارا فرمائی، حضرت شاہ دہلی سے اس مضمون کا فرمان صادر فرماتے اور حضرت کے حکم کی تعمیل میں سنار گاؤں ظفر خاں کو حوالے کر دیا جاتا۔

ہیبت خاں بیحد خوش و مطمئن واپس ہو کر سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان سکندر کی گفتگو حرف بحرف بادشاہ سے عرض کی۔

فیروز شاہ نے دریافت کیا کہ سنار گاؤں کے بارے میں سکندر خاں نے کیا گفتگو کی۔

ہیبت خاں نے عرض کیا کہ سلطان سکندر نے جواب دیا ہے کہ اگر حضرت شاہ کی مرضی یہی ہے کہ ظفر خاں سنار گاؤں کی حکومت پر فائز ہو تو مجھ کو کوئی عذر نہیں ہے۔ حضرت اسی وقت ظفر خاں کو سنار گاؤں کی حکومت عطا فرما سکتے ہیں۔

فیروز شاہ اس تقریر سے بیحد خوش ہوا اور فرمایا کہ آج کے بعد سے خدا کے

فضل و کرم سے ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کن نہ ہوگی۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ سلطان سکندر میرا برادرزادہ ہے اور امید ہے کہ ہم ہر دو فرمانروا کے دائرۂ حکومت میں خدا کے فضل و کرم سے ہمیشہ امن و سکون رہے گا۔

غرضکہ ہیبت خاں فیروز شاہ کے حضور میں واپس آیا اور رازکی گفتگو شروع کی اور عرض کیا کہ حضرت شاہ کے رعب و جلال و بے انتہا خوف سے سلطان سکندر بیحد مضطر و پریشان ہے۔ اگر حضرت شاہ شاہان نیک نام کی تقلید فرماکر کوئی شئے بطور انعام عطا فرمائیں تو مناسب ہے۔ سلطان سکندر خود ایسی عنایت و مہربانی کا طالب ہے اور امید ہے کہ حضرت کی ایسی شاہانہ نوازش کے معاوضے میں سلطان سکندر بھی حضرت کی خدمت بجالائے گا۔

فیروز شاہ نے ایک بندۂ درگاہ مسمی ملک قبول کو جو تورابانہ کے عرف سے مشہور تھا، حصار اکدالہ میں روانہ کیا۔

بادشاہ نے تورابانہ کی معرفت ایک کلاہ دولت قیمتی اسی ہزار تنگہ جو مرصع و جواہر نگار تھی، اور پانچ اسپ تازی ملک قبول کی معرفت بطور تحائف روانہ کئے۔

فیروز شاہ نے ملک قبول کو ہدایت کردی کہ سلطان سکندر سے کہہ دے کہ آئندہ سے ہمارے اور اُس کے درمیان تلوار نہ چلے گی۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے سفر کرکے دو منزل پر قیام کیا۔

ملک قبول حصار کے اندر گیا اور معتبر روایت کے مطابق خندق حصار کے کنارے جس کا عرض بیس گز تھا کھڑا ہوا۔

اس موقع پر ملک قبول نے اپنی حیرت کا اظہار کیا اور بیحد سعی و کوشش سے اپنے گھوڑے کو کاوادے کر چابک ماری اور گھوڑا کود کر خندق کے اُس پار آگیا۔

ملک قبول کے اس فعل سے تمام اہل بنگالہ حیران و متعجب ہوئے۔

مختصر یہ کہ ملک قبول شاہ بنگالہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور زمین بوس ہوکر سات مرتبہ اُس کے تخت کے گرد گھوما اور کلاہ دولت جو فیروز شاہ نے روانہ کی تھی، سلطان سکندر کے سر پر رکھی اور خلعت پہنایا۔

ملک قبول نے عرض کیا، آپ اور سلطان فیروز شاہ ہر دو نیک نفس تاجدار ہیں

کیونکر دشمنی ہوسکتی ہے اس لئے کہ فیروز شاہ اُس کا عمّ نامدار اور آپ اُس کے برادر زادہ ہیں۔ اگر بادشاہ اپنی تاثیر محبت سے آپ کے مُلک میں بطور مہمان تشریف لائے تو کیا مضائقہ ہے۔

جو شخص آپ حضرات کے درمیان کسی قسم کی عداوت و مخالفت کی گفتگو کرے اُس کا چنداں اعتبار نہیں ہے۔ اور آپ ہر دو فرماں روا کو باہم گرجنگ وجدال نہ کرنا چاہیئے۔

سلطان سکندر نے سوال کیا کہ تمھارا کیا نام ہے اور ملک قبول نے ہندی میں جواب دیا کہ اس کو تورا باندا کہتے ہیں۔ سلطان سکندر نے کہا کہ تمھارے ایسے کس قدر غلام اُس کے دربار میں موجود ہیں اور ملک قبول نے عرض کیا کہ میرا مرتبہ غلامی دو یم ہے، میرے ایسے دس ہزار بندگان دولت تیغ دار دوم رتبہ کے موجود ہیں۔

سلطان سکندر اس گفتگو سے حیران ہوا اور اس صُلح سے بیحد خوش ہوا اور اُس کو اطمینان قلب حاصل ہوگیا۔

سکندر شاہ نے چالیس عدد ہاتھی اور دیگر بے شمار وقیمتی اسباب بطور تحفہ روانہ کرکے یہ پیغام دیا کہ حضرت یقین رکھیں کہ اگر اس برادر زادے پر بادشاہ اسی طرح شفیق ومہربان رہیں تو ہر سال تحائف روانہ کرنے کی رسم جاری رکھی جائے۔

سبحان اللہ جب تک کہ ہر دو بادشاہ زندہ رہے کلاہ دولت و نیز ہر قسم کے تحائف ارسال کرنے کا طریقہ جانبین سے جاری رہا چنانچہ اس واقعے سے ہر دو مملکت کی رعیت واقف وآگاہ ہے۔

جبکہ ان ہر دو بادشاہ نے رحلت فرمائی تو خلقت خدا نے اپنی راہ لی اور ہر شخص کا طریقہ بدل گیا۔

غرضکہ سلطان سکندر نے چالیس ہاتھی مع دیگر نفائس کے روانہ کرکے اپنے حالات سے اطلاع دی۔ یہ تحائف فیروز شاہ کی خدمت میں پہنچے اور بادشاہ بیحد خوش ہوا اور ایک ہاتھی ملک قبول کو عطا کیا۔ فیروز شاہ ان تحائف کو دیکھ کر بیحد خوش ہوا اور ملک قبول نے عرض کیا کہ سلطان سکندر نے عرض کیا ہے کہ اگر بادشاہ ظفر خاں کو سنار گاؤں روانہ فرمائیں تو میں اُس مُلک سے کنارہ کش ہوجاؤں گا۔

فیروز شاہ نے ظفر خاں کو طلب فرما کر اُس کو حقیقت حال سے اطلاع دی اور فرمایا
کہ اگر تم مصلحت خیال کرو تو میں مع اپنے تمام لشکر کے ان حدود میں قیام کروں اور تم
سنار گاؤں روانہ ہو۔
ظفر خاں نے اپنے یاران مجلس سے مشورہ کیا اور ہر شخص نے یہ جواب دیا کہ
اگر آپ اس زمانے میں سنار گاؤں روانہ ہوں گے تو وہاں قیام کرنا مشکل ہو جائے گا۔
اس لیے کہ خیل خانے کے تمام آشنا و بیگانہ افراد تلف ہو گئے ہیں۔
ظفر خاں نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ خداوند عالم کی خدمت ہیں میں اور میرا
تمام خیل خانہ دہلی میں اس قدر آرام و آسائش سے ہے کہ بالطور سے سنار گاؤں تک تمام
حصّہ ملک قلوب سے فراموش ہو گیا ہے۔
یہ بندہ درگاہ قطعاً مطمئن ہے۔ ہر چند کہ فیروز شاہ نے اصرار کیا لیکن ظفر خاں
نے انکار کیا اور سنار گاؤں نہ گیا۔
فیروز شاہ اس مقام سے اپنے ملک کو واپس ہوا اور فرمان مرحمت و
پروانہ جات شفقت خان جہان کے نام ارسال فرمائے۔ چند روز کے بعد فیروز شاہ
جون پور پہنچا اور جون پور سے جاج نگر کی طرف روانہ ہوا۔
اس زمانے میں لکھنوتی سے چالیس ہاتھی پہنچ گئے اور بادشاہ تمام ہاتھیوں
کے ہمراہ جاج نگر روانہ ہو گیا۔

تیرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا جون پور سے جاج نگر روانہ ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے بنگالے سے جون پور وارد ہوا
اور ارادہ کیا کہ اب جاج نگر روانہ ہو۔
بادشاہ نے از سرِ نو لشکر مرتب کیا اور بادشاہ کے ارادے سے واقف ہو کر
تمام عمّال درگاہ و خدام دولت نے سامان سفر درست کیا۔

ہر اہل لشکر نے تیاری و درستی سامان میں بیحد سعی و کوشش کی۔

فیروز شاہ نے بنگاہ کڑہ میں چھوڑی اور خود کڑہ سے جاج نگر روانہ ہوا اور بہار کا ملک طے کر کے جاج نگر پہنچا۔

ولایت جاج نگر بیحد خوش حال و معمور ملک ہے اور یہاں کی رعایا مطمئن و خوش حال ہے۔

بادشاہ کے اس سفر میں مؤرخ کے والد ماجد ہمرکاب تھے اور ممدوح نے اس ملک کا حال اور یہاں کی نعمتوں کی تفصیل مؤرخ سے اس طرح بیان کی ہے کہ ملک جاج نگر تعجب خیز و بیحد سرسبز ہے۔

اس ملک میں غلہ و میوہ اس کثرت سے پیدا ہوتا ہے کہ تمام لشکر و جانور سیر و آسودہ ہو گئے۔

جاج نگر میں وارد ہوتے ہی لشکر کی تمام ماندگی و خستگی رفع ہو گئی اور بادشاہ نہایت اطمینان و مسرت کے ساتھ بنارسی میں قیام کیا۔

اُس زمانے میں اوسیر (ادایہ) نام رائے جاج نگر نے کسی مصلحت ملک کی بنا پر بنارسی کی سکونت ترک کر کے کسی دوسرے شہر میں سکونت اختیار کیا تھا۔

فیروز شاہ نے بنارسی میں قیام کیا۔

معتبر راویوں نے مؤرخ ضعیف شمس سراج عفیف سے اس طرح بیان کیا ہے کہ حصار بنارسی کا دور تیس کوس ہے۔

جاج نگر کے راجاؤں نے' جو قوم کے برہمن تھے' اس امر کو بطور فال نیک اختیار کیا تھا کہ ہر جدید فرماں روا اس حصار کے دور میں اضافہ کرے۔

غرضکہ ہر رائے جو تخت حکومت پر قدم رکھتا حصار بنارسی کی عمارت میں کچھ نہ کچھ ضرور اضافہ کرتا تھا جس کی وجہ سے یہ قلعہ ایک بزرگ حصار بن گیا تھا۔

غرضکہ راجہ جاج نگر کو معلوم ہوا کہ فیروز شاہی لشکر اُس کے ملک میں آ گیا اور راجہ نے خائف ہو کر خجار کی سواری اختیار کی اور دریان کے درمیان ایک مقام قلب میں پناہ گزین ہوا۔

راجہ کی تمام ولایت پراگندہ ہوئی اور اُس کی رعایا کا بیشتر حصہ اسیر ہوا اور

اور بعض نے پہاڑ کے دامن میں سکونت اختیار کی اور بردے اور جانور بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

کہتے ہیں کہ اس قدر جانور تمام قسم کے جمع ہوئے کہ کوئی شخص اُن کو ہاتھ نہ لگاتا تھا۔

ایک بردہ کی قیمت ایک جیتل تک پہنچ گئی اور جانوروں کو تو کوئی مفت بھی نہ خریدتا تھا۔

مویشی اس قدر کثرت سے جمع ہوگئے کہ اُن کا شمار مشکل ہوگیا۔ ہر منزل میں جہاں کہیں کہ قیام ہوتا اہل لشکر گوسفند لاتے اور اُن کو ذبح کرتے اور جس قدر جانور باقی رہتے اُن کو فرودگاہ میں چھوڑ دیتے۔

دوسری منزل میں دوسرے جانور دستیاب ہوجاتے تھے۔

ان سطور کے تحریر میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ خدا کی حکمت سے اُس سرزمین میں نعمت دُنیاوی کی اس درجہ کثرت تھی کہ حد بیان سے باہر ہے۔

معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ اس ملک کی رعایا کے مکانات اس قدر وسیع وکشادہ تھے کہ احاطۂ مکان میں باغات تھے جس میں بکثرت میوے پیدا ہوتے تھے۔

غرضکہ اندرون خانہ کشت وزراعت بھی کرتے تھے اور جائے سکونت مکان وکشت وباغ ہر قسم کی زمین نظر آتا تھا۔ سبحان اللہ کیسی پرنعمت وسرسبز زمین تھی کہ اس کی تعریف محال ہے لیکن تقدیر الٰہی سے اس سرزمین میں ایک مسلمان کا بھی وجود نہ تھا اور تمام اہل ملک غیر مسلم تھے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح ارشاد فرمایا ہے کہ دُنیا مومن کے لئے قید خانہ اور غیر مسلم کے لئے باغ ہے۔

اگر بندۂ مومن تاج شاہی سر پر رکھ کر نعمت بادشاہی سے بھی بہرہ اندوز ہو تو بھی یہ تمام دولت وآرام جنت کی نعمتوں کے مقابلے میں ہیچ ہے اور اگر غیر مسلم نان شبینہ کو بھی محتاج ہو تو دُنیا اُس کے لئے بہشت ہے کیونکہ عذاب آخرت جو روز قیامت میں نصیب ہوگا اُس کے مقابلے میں تکالیف دُنیاوی کی کوئی ہستی نہیں ہے نہ کہ مومن کو دُنیا میں

فقر و فاقہ نصیب ہوا ور غیر مسلم طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال ہو۔
غرضکہ مومن کے لئے دُنیا خوب و بہتر نہیں ہے بلکہ اس کے لئے آخرت ہی
نیک و باقی ہے اور دُنیا فانی و چند روزہ ہے۔
غرضکہ فیروز شاہ نے رائے جاج نگر کے تعاقب کے ارادے سے بنارسی سے
کوچ کیا۔
راجہ خوف و خطر کی وجہ سے اس سے قبل ہی فراری ہو چکا تھا اور دریا کے
درمیان پناہ گزین تھا۔
راجہ نے ایک مست ہاتھی اپنے دربار کے روبرو چھوڑ دیا تھا کہ خلق اس تماشے میں
مصروف ہو کر اس کے عقب میں نہ آسکیں۔
یہ ہاتھی اس قدر مہیب تھا کہ کوئی دوسرا ہمجنس جانور اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔
تین روز فیروز شاہی لشکر نے اس ہاتھی کو گرفتار کرنے میں محنت و مشقت برداشت کی
چونکہ اس جانور کو زندہ گرفتار کرنا ممکن نہ تھا، تین روز کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ ہاتھی
ہلاک کیا جائے۔
اس جانور کے ہلاک ہونے کے بعد فیروز شاہ مع اپنی فوج و لشکر کے حصار
کے اندر داخل ہوا۔
اس درمیان میں معلوم ہوا کہ اس مقام سے متصل ایک جنگل ہے جس میں
بیشمار پشتے مثل کوہ کے موجود ہیں اور اس جنگل کے اندر ستر خونخوار ہاتھی اور ایک
مادہ فیل موجود ہیں۔
فیروز شاہ نے اس واقعے کو سن کر ارادہ کیا کہ اول ہاتھیوں کا شکار کرے اور
اس کے بعد راجہ کا تعاقب کرے۔

چودھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ہاتھیوں کو گرفتار کرنا اور راجہ کی اطاعت

نقل ہے کہ فیروز شاہ کو ان جنگلی ہاتھیوں کا حال معلوم ہوا اور بادشاہ بعد

شان وشوکت وجرأت ومردانگی کے ساتھ اس جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ جانوروں نے جنگل کے درمیان دس سے پندرہ کوس تک اپنی قیامگاہ وتاراج گاہ مقرر کی ہے۔

فیروز شاہ کے حکم سے تمام نیک خواہ لشکر ونیز تمام خان وملوک وسرداران نامدار واصحاب دربار وافراد اہل بازار اس جنگل کے ہر چہار جانب طویلہ وار اس طرح مقیم ہوئے کہ اُن کی فرودگاہ ایک کٹھرہ بن گئی اور ہر دو طرف راہ بجید مضبوط ومستحکم ہوگئی۔ اس کٹھرے کا عرض دس گز اور بلندی سات گز کی مقرر کر کے تمام جنگل مٹی سے پاٹ دیا گیا اور درمیان میں دو راہ چھوڑ کر کٹھرے کو مضبوط ومستحکم کر دیا گیا۔

فیروز شاہ ہر روز خود سوار ہو کر آتا اور کٹھرے کو مضبوط ومستحکم کرنے کی تاکید کرتا تھا۔

غرضکہ کٹھرہ تمام ہوا اور چند خونخوار ہاتھی شاہی فیل خانے سے لائے گئے اور چالاک پیلبان دامن چاک کر کے اُن جانوروں پر سوار ہوئے۔

جنگل کے ایک جانب شہنا وارغون ونفیری بجانے والوں کا گروہ جنگل میں داخل ہوا اور یکبارگی باجوں کی آواز سے میدان گونجنے لگا اور شور وغوغا بلند ہوا۔

وہ آٹھوں ہاتھی جو جنگل کے درمیان میں بھاگ گئے تھے مہیب آوازیں سُن کر صحرا کی طرف بھاگے۔

بعض راویوں کا بیان ہے کہ جب جنگلی ہاتھی صحرا میں بھاگے تو ان کی ٹکر سے جو بجید قوی تن تناور درخت بھی زمین پر گر پڑے۔

جنگلی جانور جنگل کے کنارے پہنچے تھے اور تمام خلق کٹھرے کے اوپر آکر شور وغوغا بلند کرتی تھی اور کٹھرے کے اوپر بھی ڈھول اور ارغون بجائے جاتے تھے اور ہاتھی مثل شغال کے حیران ہو کر کنارے سے بار دگر جنگل کے درمیان میں چلے جاتے تھے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے چند روز اسی طرح جانوروں کو کشاکش میں رکھا اور اس کام میں جان ودل سے کوشش کی۔ چند روز کے بعد اقبال شاہی نے ان ہاتھیوں کو خستہ وماندہ کر دیا اور یہ چارہ کھانے سے باز رہے۔

جوان پیلبان جو بیحد قوی تھے جنگل کے اندر درختوں پر سوار ہوئے اور ہاتھی جو جنگل کے اندر بغیر چارے کے سست ہو گئے تھے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے۔

جوان پیلبان درختوں سے کود کر ان کی پیٹھ پر سوار ہو گئے اور طنابوں اور زنجیروں سے ان کو مقید کر لیا۔ غرضکہ اس طلسمی کارروائی سے فیروز شاہ نے ان مہیب جانوروں کا شکار کیا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے ان ہاتھیوں کے شکار سے فارغ ہو کر راجہ کی طرف توجہ کی۔

بادشاہ نے قوت شاہانہ سے کام لیا اور راجہ کے محل میں داخل ہوا اور ملاحظہ کیا کہ محل شاہی کی عمارات مختلف اقسام کی بیحد مضبوط و مستحکم ہیں جن کی خوبی و استحکام حد بیان سے باہر ہے۔

روایت ہے کہ حصار کے اندر پتھر کا ایک بت تھا جس کو ہندو جگنناتھ کہتے ہیں۔

یہ بت ہندوؤں کا معبود تھا۔

فیروز شاہ نے بھی سلطان محمود غزنوی کی تقلید کی اور اس بت کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر دہلی میں لایا اور اس طرح اس کو ذلیل و خوار کیا۔

ان واقعات کے بعد بادشاہ نے ارادہ کیا کہ جزائر اکدالہ کے اندر راجہ کا تعاقب کرے۔

راجہ بادشاہ کے خوف سے بیحد پریشانی اور ہراس کے سبب بدحواس ہوا اور اس نے چند پاتر بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے عاجزی کا اظہار کیا اور اپنے اصلی حال سے خبر دی۔

واضح ہو کہ جس طرح سلاطین نامدار کے حضور میں وزرا ہوتے ہیں اسی طرح رایان و رایگان و زمینداران ہند مہنتوں کو اپنا مقرب بناتے ہیں۔ انھی مہنتوں کو جاج نگر میں پاتر کہتے ہیں۔

رائے جاج نگر کے دربار میں بیس پاتر موجود تھے۔

غرضکہ راجہ نے بیحد خوف و خطر کی وجہ سے اپنے پانچ پاتر بادشاہ کی بارگاہ میں

روانہ کرکے اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔
راجہ کے پاتر فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہوکر بادشاہ کے قدمبوس ہوئے اور زمین خدمت کو بوسہ دے کر اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے مالک کا حال بیان کرکے عرض کیا کہ رائے جاج نگر بادشاہ کا اطاعت گزار بندہ اور قدیم بندہ زادہ ہے۔
یہ بندۂ مسکین ہمیشہ سے بادشاہ کا فرماں بردار ہے، اب حضرت اپنے قدیم خانہ زاد کے لئے کیا ارادہ رکھتے ہیں۔
پاتروں نے یہ گفتگو کی اور بادشاہ نے فرمایا کہ اس حدود میں آنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ معتبر روایت کے ذریعے سے معلوم ہوا تھا کہ اس نواح میں یعنی راجہ کے ملک و قیامگاہ کے متصل ایک جنگل ہے جس میں بے شمار پشتے پہاڑوں کے پائے جاتے ہیں اور اس جنگل میں دشتی ہاتھی بکریوں کی طرح ہر چہار طرف گشت کرتے ہیں۔
یہ خبر سن کر ہم ہاتھیوں کے شکار کے لئے اس نواح میں آئے تھے لیکن راجہ کسی وہم میں گرفتار ہوا کہ ہمارے خوف سے راہ فرار اختیار کی۔
مختصر یہ کہ مقررہ گفت و شنید کے بعد راجہ نے چھبیس ہاتھی بطور خدمت بادشاہ کے حضور میں روانہ کرکے اقرار کیا کہ ہر سال چیدہ و منتخب ہاتھی بطور خراج بارگاہ شاہی کو روانہ کرتا رہے گا۔
فیروز شاہ نے رائے کے لئے زردوزی جامہ و علم ہائے زربفت پاتروں کے ذریعے روانہ کئے۔
غرضکہ ہمنتان مذکور کو جو بادشاہ کی بارگاہ میں بطور قاصد حاضر ہوئے تھے خلعت عطا ہوئے۔
مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے فتحمند و بامراد لکھنوتی و جاج نگر سے تہتر ہاتھیوں کے ہمراہ واپس ہوا۔
بادشاہ نے دو سال سات ماہ ان ممالک میں بسر کی اور بادشاہ کی مراجعت سے ہر شخص مسرور و شاداں ہوا۔

پندرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا جاج نگر سے واپس ہونا اور راہ قلب میں آنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ لکھنوتی سے واپس ہو کر دہلی کی جانب روانہ ہوا۔ راہبروں نے غلطی کی اور بادشاہ کوہستان و دربازن کے ساحل پر پہنچا۔

مورخ کے والد ماجد بیان کرتے تھے کہ ہر کوس پر ایک بلند پہاڑ نمودار ہوتا تھا اور خلقت اُس پہاڑ سے اُتر کر دوسرے کوہ پر آتی اور نیچے اُترتی تھی۔

غرضکہ تمام اشخاص پہاڑوں اور جنگلوں میں حیران و پریشان پھر رہے تھے اور نشیب و فراز کی کثرت کی وجہ سے تمام مخلوق خستہ و ماندہ ہو گئی تھی۔

غلہ و کپڑا گراں ہو گیا اور خلقت جد اتلف و ہلاک ہونے لگی اور چھ ماہ کامل بادشاہ کی سلامتی کی خبر دہلی میں نہ پہنچی۔

خان جہاں بجد فکر مند ہوا اور اس امیر نے ہر روز حوالی شہر میں سواری کرنا شروع کیا اور اُس کی ہیبت سے تمام ملک میں امن و امان رہا۔

چھ ماہ کے بعد خدا کے فضل و کرم سے راہ کا نشان پیدا ہوا اور بادشاہ نے بجد فکر کی وجہ سے ارادہ کیا کہ دہلی میں اطلاعی فرمان روانہ کرے۔

بادشاہ کے حکم سے تمام لشکر میں ندا کر دی گئی کہ ہر شخص اپنی خیریت و سلامتی کا خط اپنے اعزہ کے نام روانہ کرے اور دولت سرائے شاہی تک پہنچا دے۔

اس ندا کو سُن کر تمام خلقت خوش و شاداں ہوئی اور تمام خلائق لشکر نے اپنے حالات کے مکتوب تحریر کئے اور سرائے شاہی میں پہنچا دئے۔

اس قدر خطوط جمع ہوئے کہ ایک شتر پر بار کیا گیا اور یہ تمام خطوط دہلی پہنچے۔

خان جہاں نے حکم دیا کہ شہر میں طبل شادی بجوائے جائیں اور ندا کر دی جائے کہ ہر شخص حاضر ہو کر اپنا مکتوب لے جائے۔

اشتر بار دربار دہلی کے روبرو بٹھایا گیا اور خطوط زمین پر انبار کر دئے گئے

ہر شخص آتا اور اپنا خط لے جاتا تھا۔

سبحان اللہ کیا شان الٰہی ہے کہ اس قسم کے حادثات مخلوق کو پیش آتے ہیں، جن کی وجہ یہ ہے کہ الوہیت وعبودیت یعنی خدائی وبندگی میں فرق وامتیاز رہے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ چھ ماہ کامل کوہ وجنگل میں حیران وسرگرداں رہا اور اس مدت کے بعد خدا کے فضل وکرم سے اس مصیبت سے نجات پائی۔

بادشاہ نے اس سفر میں بیحد محنت ومشقت برداشت اور بیحد شدائد ولاانتہا تکالیف ومختلف تدابیر سے ان پہاڑوں اور دریاؤں کو عبور کرکے چھ ماہ کے بعد کوہستان سے صحرا میں آیا۔

بادشاہ واہل لشکر نے خدا کا شکر ادا کیا اور ہر شخص کو مسرت وشادمانی نصیب ہوئی۔

فیروز شاہ چند روز متواتر کوچ کرتا ہوا کامیاب وبامراد اپنی بنگاہ میں پہنچ گیا۔

اس مدت میں جبکہ بادشاہ ولایت جاج نگر میں مقیم رہا۔ بنگاہ کڑہ میں جیسا کہ بادشاہ چھوڑ کر گیا تھا، قائم رہی۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ صحیح وسالم کوہستان سے نکل کر باہر آیا اور بادشاہ نے واپسی کا فرمان دہلی میں خان جہاں کے نام روانہ کیا۔

خان جہاں استقبال شاہی کی تیاری میں مصروف ہوا اور شہر میں ہر مقام پر انتظامات ہونے لگے۔

سولھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا اور شہر میں قبوں کا تیار ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ شہر کے قریب پہنچا اور ہر شخص اپنے اعزہ سے ملاقات کرنے کے لئے دوڑا۔ خان جہاں نے بادشاہ کے ورود پر بیحد ساز وسامان کیا تھا، اور جس طرح کہ فیروز شاہ کے سفر اول سے واپس آنے پر قبے تیار کئے گئے تھے اسی طرح اس مرتبہ بھی انتظام ہوا اور ان قبوں میں بیحد تکلف کیا گیا جس کی وجہ سے تمام بلدے میں خاص وعام

ہر شخص مسرت و شادمانی میں سرشار ہوا۔

ہر قبے میں رنگ برنگ کے کپڑے، زمینہ، سفید و ریشمی کپڑے لگائے گئے تھے۔

بعض معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ اس زمانے میں فیروز آباد معمور ہو چکا تھا لیکن کوشک و حصار کی تعمیر مکمل نہ ہوئی تھی لیکن باوجود اس کے ایک قبہ فیروز آباد کے درمیان باندھا گیا تھا۔

غرضکہ فیروز شاہ دہلی پہنچا اور تمام شریف و رذیل بیرق و نشان ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے استقبال کو حاضر ہوئے۔

تہتر ہاتھی جو لکھنوتی سے حاصل ہوئے تھے اُن کو مختلف الوان سے رنگ کر اور ہر قسم کے نقش و نگار سے آراستہ کر کے چتر سلطانی کے روبرو قطار میں کھڑے کیے گئے اور بکریوں کی طرح شہر میں لائے گئے۔

اس آرائش کا مقصد یہ تھا کہ رعایا کو معلوم ہو جائے کہ بادشاہ نے اس قدر ہاتھی بنگالے میں شکار کیے ہیں۔

ان تمام ہاتھیوں کو بکریوں کی طرح گلہ کر کے بغیر فیلبانوں کے شہر میں داخل کیا۔

غرضکہ تمام اہل شہر اپنے اہل و عیال سے ملے اور مجلس صحبت گرم کر کے غم و فکر سے آزاد باہم گفتگو میں مشغول ہوئے اور اپنے سفر و عجائب و غرائب و نیز محنت و شدائد کا اپنے اعزہ سے تذکرہ کیا۔ غرضکہ تمام اہل لشکر نے اہل و عیال کے دیدار اور دوستوں کی ملاقات کی عیش و خوشی میں شدائد و مصائب سفر کو گوشۂ دل سے فراموش کر دیا۔

فیروز شاہ نے شہر میں قیام کر کے مُلک کے انتظام کی طرف توجّہ کی۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ نے عجیب حیرت انگیز کام انجام دیا۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ کو فن تاریخ سے بیحد دلچسپی تھی، جس زمانے میں کہ مولانا ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی نے وفات پائی بادشاہ نے اپنے ہر عاقل سے اپنے دل کا راز بیان کیا اور بارہا یہ فرمایا کہ عہد دولت کے واقعات صحت و صداقت و نیز حسن و خوبی سے معرض تحریر میں لانا عالی فہم ملازم کا کام ہے۔

غرضکہ بادشاہ کو اپنے عہد حکومت کے واقعات کی کتابت سے ناامیدی ہوئی۔

اور فیروز شاہ نے کوشک حصار و کوشک نزول کے گنبدوں اور منارہ سنگین کی
عمارت پر جو کوشک شکار و فیروز آباد میں تعمیر ہوئی تھیں، اپنی زبان سے یہ عبارت
پتھروں پر نقش کرائی کہ میں نے اس قدر ہاتھیوں کا شکار کیا اور اس طرح ہاتھیوں کو
شہر میں لایا اور یہ یہ عمدہ و خوب کام انجام دئیے اور یہ سب اہتمام اس لئے کیا تاکہ
یہ امور بطور سبق خلائق کے روبرو رہیں اور بادشاہ کے یہ کارنامے یادگار زمانہ رہیں
اور تمام خلق و اہل عالم ان واقعات سے عبرت حاصل کریں۔

سبحان اللہ بادشاہ بحید پسندیدہ و نیک کردار و فرماں روا تھا جس کے
اخلاق بحید پاکیزہ و قابل تعریف تھے۔

فیروز شاہ نے چالیس سال کمال عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی اور
اس مدت میں اُس کی تمام تمنائیں پوری ہوئیں۔

سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح ارشاد فرمایا ہے کہ پروردگار کا فضل و کرم
خلقت سے پیشتر ہی انسان کے لیے مقدور ہو جاتا ہے۔

سترھواں مقدمہ

عہد فیروز شاہی میں رعایا کی خوشی و خرمی کا تذکرہ

نقل ہے کہ لکھنوتی کے سفر سے واپس آکر فیروز شاہ نے تعمیر عمارات کی طرف
توجہ کی۔

فیروز شاہ نے کوشک شہر فیروز آباد کی عمارت بحید سعی و کوشش کے ساتھ
تمام کی اور اس درمیان میں عمارت کوشک جنداوری (ھندواری) کو بھی بحید
تکلف کے ساتھ تعمیر کیا۔

چونکہ لشکر ڈھائی برس کے بعد واپس ہوا تھا ہر شخص اپنے وطن روانہ ہوا۔
فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں اپنے مذاق طبیعت کے موافق ان تین

اشغال میں وقت صرف کیا۔

اوّل یہ کہ فیروز شاہ نے ہر قسم کے شکار میں وقت گذارا اور چرند و پرند ہر قسم کے جانوروں کو شکار کیا۔

بادشاہ کبھی تو شکرے کو پرندان ہوائی کے پیچھے چھوڑتا اور کبھی جنگلی چرندوں کے عقب میں سواری کرتا۔ غرضکہ بادشاہ کو ہر قسم کے شکار کا بیحد شوق تھا۔

بادشاہ کا دوسرا مشغلہ یہ تھا کہ فیروز شاہ سلاطین با اقتدار کی طرح ملک و اہل ملک کے انتظام میں وقت صرف کرتا تھا اور یہ تمام خصائل بادشاہ کی اعلیٰ فطرت کی وجہ سے تھے۔

امر سوم جس سے فیروز شاہ کو شغف تھا، عمارات کی تعمیر تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بادشاہ کے ان ہر سہ مشاغل کا مفصّل حال ہر مشغلے کے محل تحریر میں بیان کیا جائے گا۔

اس مقام پر مؤرخ صرف اہل ٹھٹھہ کے واقعات ہدیۂ ناظرین کرتا ہے اور اس قوم کے حالات سے واقعات کا اظہار کرتا ہے۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ نے جلوس کے بعد تین یا چار مہم متواتر حل کیں یعنی دو بار لکھنوتی کا سفر کیا اور ایک مہم جاج نگر کی اور ایک ٹھٹھہ کی سر کی۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کے انتظام و حسن سیاست سے ہر سال مملکت میں اضافہ ہوتا تھا اور سال بسال سلطنت کی آبادی میں ترقی ہو رہی تھی۔

فیروز شاہ کی ہمّت کی برکت سے خلائق کو خوشی و خرمی بیحد حاصل ہوتی تھی چنانچہ بادشاہ نے علماء و مشائخ و صالحین کو چھتیس لاکھ تنکے بطور مدد معاش عطا فرمائے تھے۔

اسی طرح فقراء و مساکین کے گروہ کو جو درماندہ و عاجز تھے ایک کروڑ تنکے سالانہ مرحمت فرمائے تھے تاکہ یہ گروہ اطمینان قلب کے ساتھ دین پروری کرے اور حاجات دنیوی سے بے نیاز ہو کر آخرت کی نعمتیں حاصل کرے۔

بادشاہ کے عہد میں اس طرح خانان و ملوک و نیز اعیان ملک کو بیحد اطمینان و آرام حاصل تھا۔

اہل تجارت کو ہر سال اپنے پیشے میں زیادہ نفع ہوتا تھا اور اہل بازار و اہل اجرت کو ہر سال بہ نسبت گزشتہ سال کے زیادہ رقم منافع کی حاصل ہوتی تھی۔

اسی طرح خدا کے فضل و کرم سے اضطراری فقر اغیت کی تکالیف سے نجات پاتے اور ان کا شمار فارغ البال طبقے میں ہو جاتا تھا۔

اہل زراعت نے اپنے کام میں اس درجہ ترقی کی تھی کہ اگر یہ طبقہ ایک مشت تخم زمین میں بوتا تھا تو ایک کے عوض ستر اور سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ حاصل کرتا تھا۔

غیر مسلم گروہ جس میں ذمّی و امانی داخل ہیں، فیروز شاہ کے عہد میں رفاہیت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور دارالحرب کے باشندے ہر سال تباہ و تاراج کئے جاتے تھے اور دارالحرب میں جس قدر مُلک تاراج ہوتا تھا، بادشاہ کے فضل و کرم سے اُس سے زیادہ آباد و معمور ہو جاتا تھا۔

اسی طرح سادات و قضات و دیگر اعیان مُلک فیروز شاہ کی جود و سخا سے خرد سالی میں اپنی لڑکیوں کو بیاہتے تھے اور لڑکیوں کو اُن کے شوہروں کے حوالے کر دیتے تھے۔ یہ تمام امور اس لئے تھے کہ لڑکیوں کے مادر و پدر خوش حال و مرفہ الحال تھے اور جن کے پاس رقم نہ تھی اُن کو خزانۂ شاہی سے کار خیر کے لئے روپیہ دیا جاتا تھا۔

اسی طرح مسلمانوں کے نوعمر بچے علم دین کی تحصیل میں دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے مشغول ہوتے تھے اور عالم و ادیب و خطاط لڑکوں کو تعلیم دیتے تھے اور اُن کو اجرت خزانہ شاہی سے ادا کی جاتی تھی اور اس کام سے حد سے زیادہ سعی و کوشش کرتے۔

سوداگر بھی بادشاہ کے قدموں کی برکت سے فارغ البال و خوشحال رہتے تھے۔ اور تین تین چار چار برس متواتر مشہور ممالک میں سفر کر کے بیشمار منافع حاصل کرتے تھے۔

تختگاہ دہلی میں خدا کے فضل و کرم سے اس درجہ بے فکری تھی کہ اُس کی نظیر کسی اور دور میں نہیں ملتی، بلکہ فیروز شاہ کے خلوص و نیک نیتّی سے تمام عالم کے سلاطین و حکمراں کا یہی حال تھا۔

غرضیکہ بادشاہ نیک سیرت یعنی سلطان فیروز شاہ کا عہد بھی کس قدر بابرکت تھا کہ بے شمار نعمتیں خلق خدا کے لئے مہیّا و موجود تھیں اور اب امید نہیں کہ بعد یہ باخیر زمانہ میسّر آئے۔

اس موقع پر بندۂ ضعیف مورّخ عفیف کو ایک حکایت یاد آئی جو قدیم سلاطین و پیشوایان دین کی عجب سبق آموز یادگار ہے۔

حضرت بندگی شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ خیر المجالس میں فرماتے ہیں کہ

قدیم زمانے میں کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا جو بے حد حلیم و کریم، نیک اعتقاد و خوش کردار تھا۔

اس بادشاہ میں تمام پسندیدہ صفات جمع تھے، چنانچہ اُس کے عقیدے کی برکت سے تمام ملک خوش حال تھا۔

ایک روز یہ بادشاہ یگانہ شکارگاہ کو تشریف لے گیا اور ایک جانور کے عقب میں گھوڑا دوڑایا۔

جانور کے ایک تیر لگا اور بادشاہ فوج و لشکر سے جدا ہو کر حیران و تنہا ایک مقام پر پہنچا۔

بادشاہ نے قدم آگے بڑھایا اور ایک پر فضا باغ میں پہنچا۔

بادشاہ باغ میں داخل ہوا اور سایہ دار درختوں کے نیچے تھوڑی دیر آرام لیا۔

خدا کی قدرت سے ایک بوڑھی عورت جو نہایت بدحال و بدصورت تھی، باغ کے اندر سے باہر نکلی۔

بادشاہ نے عورت سے باغ کے مالک کو دریافت کیا کہ کون ہے اور باغ میں کس قسم کے میوے موجود ہیں۔ ضعیفہ نے جواب دیا کہ باغ تمام و کمال میری ملکیت ہے۔

بادشاہ بیحد گرسنہ تھا اور اُس عورت سے کہا کہ کوئی شئے کھانے کے لئے لے آؤ۔

عورت نے جواب دیا کہ غذا کی قسم میں کوئی شئے موجود نہیں ہے، اگر تم کہو تو چند خوشۂ انگور لے آوں۔ بادشاہ نے اجازت دی اور ضعیفہ باغ کے اندر گئی۔

اس عورت کو معلوم نہ تھا کہ اس مُلک کا بادشاہ سائل ہو کر اُس کے در پر آیا ہے۔

غرضیکہ عورت باغ کے اندر گئی اور چند خوشۂ انگور توڑ کر بادشاہ کے حضور میں لے آئی۔ بادشاہ نے انگور کھائے جو بیحد شیریں تھے۔

بادشاہ کو یہ میوہ بیحد پسند آیا اور اُس نے ضعیفہ سے دریافت کیا کہ اس باغ محصول کیا ہے۔ عورت نے جواب دیا کہ اس کا محصول چند تنگے مقرر ہیں۔

بادشاہ کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ تمام مملکت کے شہروں کے حالات کی تحقیق کرنی چاہیئے، اس لئے کہ ملک کے کارگزار دعامل خزانۂ شاہی کے محاصل ومال جمع کرنے میں غلطی کرتے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ ایسا معمور و آباد باغ کا جس میں اس قدر کثرت سے شیریں میوے اور انگور موجود ہیں محصول چند تنگے کیونکر ہو سکتے ہیں۔

اگر کارکن سعی و کوشش سے کام لیں، اس قدر مال ضائع و تلف نہ ہو۔

بادشاہ نے عورت سے انگور لانے کی بار دگر فرمائش کی اور عورت نے بار دوم بھی چند خوشے انگور کے بادشاہ کے روبرو پیش کئے۔

بادشاہ نے انگور کھائے اور معلوم ہوا کہ یہ انگور بے حد ترش ہیں۔

شاہ نے عورت سے دریافت کیا یہ انگور تو اس مقام اس درخت سے نہیں لائی جہاں سے کہ بار اوّل لائی تھی اور عورت نے جواب دیا کہ وہ ہر دو مرتبہ انگور ایک ہی محل و مقام سے لائی ہے۔ بادشاہ نے یہ معلوم کر کے عورت سے کہا کہ بیشتر کے انگور شیریں تھے اور یہ ترش ہیں۔

یہ عورت بیحد صاحب فہم و فراست تھی، اس نے سنتے ہی فوراً کہا کہ اے شخص ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج تک اس ملک کا بادشاہ خلق خدا پر بیحد مہربان تھا اور اس کے عقیدہ و نیک نیتی کا یہ ثمرہ تھا کہ ہر شئے بابرکت تھی اور ہر میوہ شیریں و لطیف پیدا ہوتا تھا، لیکن اللہ کی مشیئت نے بادشاہ کے قلب کو رعایا کی طرف سے برگشتہ کر دیا ہے اور کوئی مذموم و بد خطرہ اس کے قلب میں پیدا ہوا ہے تاکہ رعایا کو بار گراں سے پریشاں خاطر کرے۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے اس مذموم و بد خطرے کے شر نے ہر شے میں سرایت کی اور تمام ملک سے برکت اٹھ گئی اور اس وجہ سے کہ شیریں انگور ترش ہو گئے۔

اس کے بعد عورت نے بادشاہ سے کہا کہ اے شخص خدا خیر کرے اس لئے کہ جب بادشاہ کے قلب میں کوئی بد خطرہ گزرتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ اس کو عملی جامہ پہنائے۔

کیا عجب ہے کہ بادشاہ کے ظالمانہ افعال کے بد اثرات سے یہ ملک چند ہی روز میں تباہ و برباد ہو جائے اور اس کے ملک کے باشندے راہ غربت اختیار کر کے آوارہ وطن ہو جائیں۔

بادشاہ نے تقریر سنی اور پیر زال کے بیان کے مطابق اپنے ارادے پر خائف ہو کر بید کی مانند کانپنے لگا اور اپنے دل میں عہد کیا کہ اپنی قدیم روش و قاعدے سے سر مو تجاوز نہ کرے گا۔

مورخ کا مقصود اس حکایت کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ سلاطین دین پرور کی خوش عقیدگی ہر شے کو بابرکت بناتی ہے اور بادشاہ کی نیت نیک رعایا پر نزول رحمت کا باعث ہو کر ملک کی نعمتوں میں اضافہ اور خلقت کے آرام میں زیادتی پیدا کرتی ہے۔

اسی طرح چونکہ فیروز شاہ جو برگزیدۂ حق تھا خلقت کے فوائد میں اضافہ کرنے کی بیحد کوشش کرتا تھا۔ اس بادشاہ نے چالیس سال کامل حکومت کی اور اُس کے عہد میں تمام خلقت خدا نے عیش و راحت کے ساتھ زندگی بسر کی اور ہر خاص و عام کے قلوب تمام خطرات سے خالی ہو گئے۔

فیروز شاہ کی وفات کے بعد دیگر فرماں روا بادشاہ ہوئے اور خدا کی مشیّت و حکم نے تمام شیرازۂ ملک کو پراگندہ کر دیا اور ہر شخص نے غربت و آوارہ وطنی اختیار کی۔ تمام عالم زیر و زبر ہو گیا، بلکہ آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ دہلی کے تمام خرد و بزرگ مغلوں کی تاخت و تاراج کا شکار ہوئے جیسا کہ مورخ عفیف نے خرابیٔ دہلی کے زیر عنوان اس واقعے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اٹھارھواں مقدمہ

قلعۂ نگرکوٹ کی فتح

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے سفر لکھنوتی سے واپس ہو کر شکار کے مشغلے میں دولت آباد کا رخ کیا۔

راست گفتار مورخین نے بندۂ ضعیف شمس سراج عفیف سے روایت کی ہے کہ فیروز شاہ نے سفر کی تیاری کی اور تمام حشم و خدم کو دس گونہ انعام عطا فرمایا۔

بادشاہ نے دو دہلیز دو بارگاہ دو خواب گاہ و نیز تمام مراتب و حشم کے ہمراہ دولت آباد کا رخ کیا اور متواتر کوچ کرتا ہوا بھیانہ تک پہنچا۔

بادشاہ نے بھیانہ کے حدود میں قدرے آرام کیا اور اس کے بعد الہام الٰہی سے بہرہ مند ہو کر مصلحت ملکی کے لحاظ سے دہلی کی جانب واپس ہوا۔

فیروز شاہ اپنے اطاعت شعار لشکر کے ہمراہ دہلی پہنچا اور دہلی سے نگر کوٹ روانہ ہوا۔

بادشاہ ناریخ نے زمینداروں کی سرکوبی کے ارادے سے نگر کوٹ کے نواح میں وارد ہوا۔

فیروز شاہ کو معلوم ہوا کہ نگر کوٹ کا قلعہ بحید مضبوط و مستحکم ہے۔

نگر کوٹ کا راجہ حصار کے بالائی حصے میں پناہ گزیں ہوا اور شاہی لشکر نے راجہ کے تمام ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ جوالامکھی کا بت جو غیر مسلم افراد کا مشہور معبد ہے، راہ میں واقع تھا، جس کی بابت معتبر راویوں نے مورخ سے بیان کیا ہے کہ مذکورہ بالا بت ایک حجرے میں نہاں تھا اور ہندو اس حالت میں اُس بت کی پرستش کرتے تھے۔

بعض غیر مسلم روایت کرتے ہیں کہ فیروز شاہ اس مقام پر پہنچا اور بادشاہ بت کی زیارت کے لئے گیا اور اُس کے سر پر ایک زریں چتر رکھا۔ لیکن یہ روایت غلط ہے اس لئے کہ مورخ کے والد ماجد جو بادشاہ کے مقرب اور اس سفر میں فیروز شاہ کے ہمرکاب تھے، بیان فرماتے تھے کہ غیر مسلم گروہ نے بادشاہ پر جو پسندیدہ اخلاق کا مجموعہ تھا، یہ افترا کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ فیروز شاہ نے جو دیندار و دین پرور و خداترس فرماں روا تھا، چالیس سال حکومت کی اور اس مدت میں کسی احکام شریعت و طریقت سے قطعاً تجاوز نہیں کیا، ایسے بادشاہ دیں پرور سے اس فعل کا صادر ہونا قطعاً بعید از قیاس ہے۔ والد ماجد فرماتے تھے کہ بادشاہ اس مقام پر پہنچا اور اُس نواح کے تمام رائے و راجگان و نیز زمینداران نواح کو اپنے حضور میں طلب فرمایا۔

فیروز شاہ نے ان بندوں سے کہا کہ اے کم عقل تم کو اس پتھر کی پرستش کرنے سے کیا فائدہ ہوگا اور اس کے حضور میں اپنی التجا پیش کرنے سے تم کو کیا مل جائے گا۔ شریعت اسلام کی پیروی کرو، اس لئے کہ جو شخص اسلام کا مخالف ہے اُس کی نجات

ممکن نہیں ہے۔

چونکہ فیروزشاہ نے خدا کے خوف سے اس سنگی بت کی اس قدر تحقیر کی تاکہ ہندو اپنے عقیدے سے باز آئیں اور غیر مسلم گروہ نے اپنے تعصب کی وجہ سے بادشاہ کی نصیحت پر توجہ نہ کی، اس لئے انھوں نے بادشاہ کی بابرکت ذات پر اس قسم کا افترا باندھا ہے۔

بعض غیر مسلم انکار مذہب و نیز اپنے تعصّب کی وجہ سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ سلطان محمد شاہ بن تغلق شاہ نے بھی ایک چتر اس بت کے سر پر رکھا تھا، حالانکہ یہ روایت ہی محض غلط ہے۔ اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس قسم کی دروغ بیانی کو راست نہ خیال کریں، اس لئے کہ فیروزشاہ و محمد شاہ ہر دو فرماں روا اہل سنت وجماعت میں داخل و دیندار حکمراں تھے، ان فرماں رواؤں نے اپنی عقل و دانش کی وجہ سے اپنے عہد معدلت میں ہزار ہا بت خانے مسمار کئے ہیں، ان سے اس قسم کے افعال کا صادر ہونا قطعاً محال ہے۔ ہندوؤں نے یہ افترا بندی کی ہے، جس کی قطعاً اصلیت نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ فیروزشاہ خدا کے حکم سے نگرکوٹ پہنچا اور اس نے دیکھا کہ قلعہ بےحد مستحکم و مضبوط ہے۔

رائے نگرکوٹ نے حصار کے بالائی حصّے میں پناہ لی اور شاہی لشکر نے خدا کی عنایت و مہربانی سے قلعے کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا۔

فیروزشاہی فوج نے مختلف دائروں میں صف آرائی کر کے حصار کے گرد قیام کیا۔

فریقین نے منجنیق نصب کر کے عرادۂ سنگ سے کام لینا شروع کیا، چنانچہ جانبین کے پتھر منجنیق کے بلوں سے اڑ کر ہوا میں باہم دھکا کھاتے تھے اور پاش پاش ہو کر زمین پر گرتے تھے۔

غرضکہ شاہی لشکر نے چھ ماہ کامل قلعے کا محاصرہ جاری رکھا اور طرفین کے بہادر سپاہیوں نے غالب آنے کی بےحد سعی و کوشش کی، لیکن چھ ماہ کے بعد خدا کے فضل و کرم سے فیروزشاہ کی فتح کے آثار نمایاں ہوئے

رائے نگرکوٹ بالائے حصار سے نیچے آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ فیروزشاہ

قلعے کا دورہ دیکھنے اور غیر مسلموں پر فتح حاصل کرنے کے لئے ایک روز سوار ہوا۔
رائے اُس زمانے میں بالائے قلعہ تھا اور اُس نے دیکھا کہ فیروز شاہ قلعے کا
دور ملاحظہ کر رہا ہے۔
رائے کی نظر بادشاہ پر پڑی اور اُس نے اطاعت شعار ماتحت کی طرح دست بستہ
ایستادہ ہو کر بادشاہ کو سلام کیا۔
فیروز شاہ نے ملاحظہ کیا کہ رائے اظہار عاجزی کر کے بندگان مجبور کی طرح
سر تسلیم خم کر رہا ہے، بادشاہ نے اپنا ہاتھ بغل کے اندر لے گیا اور دستارچہ بغل سے
کھینچ کر رائے کی طرف رحم و کرم سے نگاہ ڈالی اور گویا یہ اشارہ کیا کہ میری بارگاہ میں
حاضر ہو۔
رائے کے تمام پاتر ایک جا جمع ہوئے اور تمام افراد نے بالاتفاق کہا کہ سلطان
فیروز شاہ تاجداران عالم کے درمیان صفات شاہی میں یگانۂ روزگار ہے، اور
کسی مُلک میں کوئی بادشاہ اس عظمت و جلال کا نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی ملک میں
کوئی بادشاہ اس طرح دلداری نہیں کرتا۔
جبکہ بادشاہ خود اس عنایت و مہربانی سے طلب کرتا ہے تو بلاتوقف
اُس کے حضور میں جانا چاہیئے۔
غرضکہ رائے مذکور نے غرور و تکبر کو اپنے سر سے دور کیا اور قلعے سے اُتر کر اپنا سر
بادشاہ کے قدموں پر رکھا اور بیحد معذرت کی۔
فیروز شاہ نے رائے کی پشت پر دست شفقت رکھا اور خلعت زر دوزی
و زربفت عطا کر کے ایک چتر عطا کیا۔
بادشاہ نے رائے کو شاہانہ نوازش سے سرفراز فرما کر واپس کیا اور رائے
بیحد شاد و کامیاب اسپان دریائی و تر کی بطور انعام ہمراہ لے کر واپس آیا۔
عمال خزانہ نے مال کے توڑے بادشاہ کے حکم سے رائے کے ہمراہ کئے
اور رائے مذکور بیحد مسرت و خوشی کے ساتھ واپس آیا اور خدا کی مدد سے نگر کوٹ
فتح ہوا۔
غرضکہ یہ تمام واقعات ٹھٹھ کی مہم کے قبل رونما ہوئے اور ٹھٹھ کی مہم کے بعد

فیروز شاہ نے جنگی مہمات سے قطعاً کنارہ کشی کرلی اور مصلحت ملکی کا تقاضا یہی خیال کیا کہ اب جنگ سے قطعاً دست بردار ہو جائے۔

غرضکہ فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ نگرکوٹ سے واپس ہوا ور رائے نے قلعے سے بیشمار اہل خدمت اور بیش قیمت اسباب بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور فیروز شاہ دہلی روانہ ہوا۔

قسم دوم کے اٹھارہ مقدمات ختم ہوئے اور اب مصنف قسم سوم کے مقدمات معرض تحریر میں لاتا ہے۔

قسم نہم

ٹھٹھہ کے حالات میں

بادشاہ کا جام و بابنیہ کو اپنے ہمراہ لانا اور طاس گھڑیال کا وضع کرنا۔ اس قسم میں بھی اٹھارہ مقدمات ہیں۔

پہلا مقدمہ

بادشاہ کا مہم ٹھٹھہ کی بابت خانجہاں سے اتفاق کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ لکھنوتی اور جاج نگر سے واپس ہو کر شکار کے لئے حوالی دہلی میں سیر کرتا اور کسی غیر مسلم راجہ پر حملے کا خیال دل میں نہ لاتا تھا۔ لیکن بادشاہ کی محفل میں گاہ گاہ اہل ٹھٹھہ کا تذکرہ ہوتا تھا۔

جب کبھی کہ اہل ٹھٹھہ کا ذکر آتا تو بادشاہ اپنی ریش پر ہاتھ پھیر کو فرماتا کہ

افسوس ہزار افسوس کہ خدائگان مغفور کے دل میں یہی ایک آرزو باقی رہی، یعنی یہ کہ سلطان محمد شاہ ٹھٹھہ کو فتح نہ کر سکا۔

بادشاہ کے کلام سے اہل دربار کو اس امر کا شبہہ ہوتا تھا کہ فیروز شاہ ٹھٹھہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور بادشاہ اس مہم کی جانب ضرور مائل ہے۔

ایک روز بادشاہ نے خان جہاں وزیر کو خدمت میں طلب فرمایا اور اکثر امور راز کی بابت گفتگو فرمائی۔

بادشاہ نے خان جہاں سے سوال کیا کہ اہل ٹھٹھہ کس قسم کے جنگجو ہیں اور ان کا کیا طریقہ ہے کہ حضرت خدائگان مغفور اُن کے مُلک پر حملہ آور ہوئے اور بادشاہ مرحوم نے اُن کے وطن میں پہنچ کر اُن کو مغلوب کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن یہ گروہ مرحوم کے مقابلے میں صف آرا ہوا اور حضرت کی اطاعت قبول نہ کی اور نہ اس گروہ شوریدہ سر نے طغی حرام خوار کو اپنے ملک میں قیام کرنے دیا۔ چونکہ حضرت مرحوم کا پیمانہ عمر لبریز ہو چکا تھا حضرت واپس آئے۔ لیکن عین شدّت مرض میں مجھ سے تخاطب کر کے فرمایا کہ افسوس ہزار افسوس اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور مجھ کو اس مرض سے صحت حاصل ہو تو میں ٹھٹھہ کے باشندوں کو مغلوب کر کے اپنا مطیع و فرماں بردار بناؤں اور اگر خدا کی مشیّت اس کے خلاف ہے اور قلم تقدیر نے کچھ اور تحریر فرمایا ہے تو یہی ایک آرزو دُنیا سے لے جاؤں گا جس کا بیحد افسوس ہے۔

اس کے بعد فیروز شاہ نے خان جہاں سے فرمایا کہ خدا کی مشیت سے بادشاہ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور مرحوم کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی، چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مرحوم کا جانشین مقرر فرمایا، مجھ کو یہ زیبا ہے یا نہیں کہ میں مرحوم کا انتقام حریف سے لوں۔

خان جہاں نے بادشاہ کی تقریر سُن کر قدرے تامّل کیا اور کچھ دیر غور کرتا رہا اور اس کے بعد نہایت صائب رائے دی اور عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارادہ بے حد نیک ہے اس لئے کہ اس مہم میں دو فائدے ہیں۔

ایک یہ کہ بزرگان گزشتہ کی وصیتوں اور ان کی نصائح کی تعمیل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ دُنیا کا دستور ہے کہ ہر شخص اپنے بزرگوں کے اعدا سے انتقام لیتا ہے اور فرزند و برادر مرحوم مورث کی بجائے حریف کو زیر کرتے ہیں اور یہ آئین

سلاطین کے حق میں بیحد خوب و پسندیدہ ہے۔ دوسرا نفع یہ ہے کہ بادشاہان عالم کا طریقہ یہ ہے کہ ہر سال اپنی قوت و طاقت کو ظاہر کرتے اور قلعہ کشائی کے لیے سعی و کوشش فرماتے ہیں۔

غرضکہ وزیر مذکور نے بادشاہ کے حضور میں صاف صاف عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارادہ جو الہام الٰہی ہے، بیحد پسندیدہ و قابل عمل ہے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے خان جہاں کو حکم دیا کہ ٹھٹھ پر حملہ آور ہونے کے لئے لشکر کا سامان درست کرے۔

وزیر مذکور نے اسباب سفر کی تیاری شروع کی اور غائب و حاضر ہر قسم کے لشکر کا جائزہ شروع کیا۔

غرضکہ سوار و پیادے، شمشیر گزار و جیہدار و غیر جیہدار ہر دو قسم کی فوج کا اندازہ کیا گیا اور بادشاہ کے حضور میں حقیقت حال سے اطلاع دی گئی۔

تمام خلق میں مشہور ہو گیا کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے ٹھٹھ روانہ ہوگا۔

سبحان اللہ ظاہر ہے کہ فیروز شاہ نے جلوس کے بعد متواتر چند سفر کئے۔ چونکہ سلطنت کے تمام افراد بیحد خوشی و مسرت کے ساتھ مطمئن و فارغ البال زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر شخص اس خبر کو سن کر بیحد خوش ہوا اور تمام فوج میں شادمانی و مسرت کا دور دورہ ہوا۔

غرضکہ تمام لشکر کا جائزہ لیا گیا اور سوار و پیادوں کی عدد شماری کی گئی۔

بادشاہ نے اپنے جود و سخا سے کام لیا اور لشکر کے ہر شخص کو انعام و اکرام سے سرفراز و مالامال کیا۔ فیروز شاہ نے غیر وجیہی لشکر کو چار گنا انعام عطا کیا اور لشکر وجیہدار مالی راحت و آرام اور نیز آسودگی کی وجہ سے اسپ و ہتھیار کے ساتھ حاضر ہو گیا۔

فیروز شاہ نے آئین جہانداری کے مطابق مثل سلاطین نامدار کے ٹھٹھ کا رخ کیا۔

ہر ایک خان و ملک جو درگاہ شاہی سے وابستہ تھا، اپنے اپنے جاہ و حشم کے ہمراہ بادشاہ کے ہمرکاب ہوا اور ہر امیر نے اپنی دولت و حشمت کو کامل طور پر ظاہر و نمودار کیا۔

دوسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھ کی جانب روانہ ہونا

نقل ہے کہ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ ساعت سعید و مبارک میں ٹھٹھ کی سمت روانہ ہو، بادشاہ نے اول اُن تمام بزرگان دین کی جو جوار دہلی میں آرام فرما ہیں مثل شاہان عظیم الشان کے کامل اعتقاد کے ساتھ زیارت کی۔

فیروز شاہ بزرگان دین کی زیارت سے فارغ ہو کر سلاطین ماضیہ کے مزارات پر حاضر ہوا۔

بادشاہ نے خدا کی بارگاہ میں تمام مشائخ و سلاطین کو واسطہ بنایا۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ کا دستور تھا کہ جب کبھی شہر دہلی سے روانہ ہوتا تو تمام مشائخ و سلاطین کے مزارات پر حاضر ہوتا اور ہر ایک سے طالب امداد ہو کر اپنے کو ان حضرات کی پناہ میں دیتا۔

بادشاہ کو اس فعل میں اس قدر شغف تھا کہ اپنی عظمت و بزرگی کا خیال دل میں نہ لاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ صفت اولیاء اللہ کی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور یعنی جب تم کسی امر میں حیران ہو، اہل قبور سے مدد کے طلبگار ہو۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ نے چالیس سال کامل ہندوستان پر حکمرانی کی اور اس مدت حکومت میں ہر وقت دہر آن اس قانون کا پابند رہا کہ بغیر زیارت بزرگان و حاضری مزارات بادشاہ نے کبھی سفر نہیں کیا۔

بادشاہ جب کبھی کسی مزار پر حاضر ہوتا تو کمال اعتقاد سے قبر کی طرف بڑھتا اور بحید تواضع و عاجزی سے پیش آ کر اپنا رخسار زمین پر رکھتا۔

مورخ عفیف نے بارہا دیکھا ہے کہ جب بادشاہ سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

آستانے پر حاضر ہوا ہے تو حضرت کے مزار مبارک کے پاس یعنی امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے بالین پر ادب کے ساتھ استادہ ہوتا تھا۔

بادشاہ رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے اپنا سر بحید ادب کے ساتھ زمین تک لے جاتا اور اس کے بعد دو یا تین مقامات پر اور سر زمین پر رکھتا۔

فیروز شاہ خاص معتقدین کی طرح حضرت کے مزار کے قریب پہنچتا اور خوشنودی الٰہی حاصل کرنے کے لئے قبر شریف کے نزدیک پہنچ کر سر کو زمین پر رکھ دیتا۔

بادشاہ سر بزمین ہو کر اُٹھتا اور تربت شریف کے متصل ادب کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا۔

اس کے بعد بادشاہ حضرت شیخ کے مزار مبارک کے پاس نشست اختیار کرتا اور احکام شرع کے مطابق آیات قرآن پاک کی بخوبی تلاوت کرتا اور اس کے بعد قدم بڑھا کر جناب شیخ کی قبر شریف کا غلاف پکڑ کر اپنے حاجات بیان کرتا۔ فیروز شاہ زیارت سے فارغ ہو کر کچھ مدت تک وہاں قیام کرتا اور روضے کے تمام مردگان کے نام پر فاتحہ پڑھتا۔

زیارت سے فارغ ہو کر ہر مقبرے کے لئے جو رقم نذر مقرر تھی ان کو کوڑھولیں میں رکھ کر عمال بیت المال لاتے اور فقرا و مساکین کو تقسیم کرنے کے لئے بادشاہ کے روبرو ہر مقبرے کے متولی کے سپرد کرتے تھے۔

بادشاہ اس جود و سخا کے باوجود ان فقرا و مساکین کی تسلی کے لئے ملوک دربار میں سے ایک شخص کو مقرر فرماتا جو متولیان مقبرہ کے قریب کھڑا رہ کر رقم تقسیم کراتا تھا۔

مورخ کے والد اور اُس کے چچا بارہا اس خدمت پر مقرر فرمائے جا چکے ہیں اور بعض مقابر میں اس قسم کی خدمت انجام دے چکے ہیں۔ غرضکہ فیروز شاہ اس طریقے پر مشائخ و علما کی زیارت کرتا اور واپس آتا تھا۔

سبحان اللہ یہ تمام امور عطیۂ الٰہی بخشش ربانی میں داخل ہیں، وگرنہ آدمی زادے سے جو خاک و باد کی ایک حقیر مخلوق ہے، ایسی عمدہ طریقوں پر یہ حسنات کیونکر انجام پا سکتے ہیں۔

ہر مومن و مسلم اس امر میں کمال سعی کرتا ہے کہ نیکی کرے اور نیک عمل بجا لائے مگر حقیقت یہ ہے کہ عمل نیک اسی شخص سے صادر ہوتا ہے جس کو خدا توفیق عطا فرمائے۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے جرار لشکر و تجربہ کار مرد میدان و نامدار پہلوانوں و جہاں گرد و گشتی باز سواروں اور بہادروں و نیز کوہ پیکر ہاتھیوں کے ہمراہ ٹھٹھہ کا رخ کیا۔

ان کے علاوہ بندگاں کا وہ گروہ جو بیشمار بادشاہ کے گرد جمع ہوا تھا اُس کی تفصیل قسم چہارم میں بیان کی جائے گی۔

مختصر یہ کہ مورخ عفیف کے والد بزرگوار اور اُس کے عم نامدار دیوان وزارت میں صاحب اعتبار خدام کی طرح بادشاہ کے ملازم تھے۔

غرضکہ نود ہزار سوار اور چوراسی ہزار پیادے اور چار سو اسّی ہاتھی بادشاہ کے ہمرکاب روانہ ہوئے۔

خان اعظم تاتار خاں کی اُس زمانے میں وفات ہو چکی تھی اور خان جہاں وزیر بطور نائب بادشاہ دہلی میں مقیم تھا۔

خان جہاں نے خسروان عظام و شاہان ذوی الاکرام کے آئین و قانون کے مطابق دو دہلیز و دو بارگاہ و دو خوابگاہ و نوبت سنجری بادشاہ کے ہمراہ روانہ کر دیں۔

ان کے علاوہ ایک سو اسّی نشان ہر جنس و ہر قسم کے روانہ فرمائے، اور چوراسی طبل دامہ شستری و اسپی وخری اور اسی طرح کے اسباب کارخانہ فیروز شاہ کے ہمراہ روانہ کئے گئے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے رکاب میں پاؤں رکھا اور ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہوا۔ بادشاہ نے دل میں یہ نیت کی کہ قصبۂ اجودھن کے درمیان سے ہوتا ہوا سفر کرے اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین بندگی شیخ فرید الدین شکر گنج کے مزار پر حاضر ہو کر حضرت سے طالب امداد ہو اور اس کے بعد قدم آگے بڑھائے۔

فیروز شاہ مع اپنے تمام لشکر کے سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا کہ چند روز کے بعد قصبۂ اجودھن کے حدود میں پہنچا۔ بادشاہ نے حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے در پر آستانہ بوسی کی اور اس کے بعد آگے بڑھا۔

فیروز شاہ بھکر و سیوستان کے نواح میں پہنچا اور ایک فرمان اس مضمون کا صادر کیا کہ

اُس مُلک کے تمام بجرے اور کشتیاں بادشاہ کے ہمراہ روانہ ہوں۔
دربان ساز و سامان و نیز کارکنان عملہ کے پانچ گروہ بنے اور ہر گروہ ایک امیر کبیر کے حوالے کیا گیا اور پانچ ہزار کشتیاں تمام قسم کی اُس مُلک میں جمع ہو گئیں جن میں ایک ہزار کشتیاں مؤرّخ کے پدر و عم کے حوالے کی گئیں۔
فیروز شاہ نے حکم دیا کہ یہ تمام کشتیاں ساحل دریائے سندھ پر رواں کی جائیں اور خود فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ دریا کے مقابل روانہ ہوا۔
بادشاہ چند روز کے بعد ٹھٹھہ کے حدود میں قیام پذیر ہوا۔

تیسرا مقدّمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ کے نواح میں ورود

واضح ہو کہ اس زمانے میں ٹھٹھہ کی آبادی دو حصّوں میں منقسم تھی۔
ایک حصّہ تو دریائے سندھ کے ساحل پر آباد تھا اور دوسرا حصّہ دریائے مذکور کے گزر کے قریب واقع تھا۔
ٹھٹھہ کے باشندے بیحد کثیر تعداد میں تھے اور ہر گروہ بیحد شان و شکوہ کے ساتھ جنگ آزمائی کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔
تمام مرد جنگجو تھے، چنانچہ اُن کی مردی و مردانگی کا حال تمام عالم کو معلوم ہے اور اُن کے عادات و اطوار روز روشن کی طرح ظاہر و ہویدا ہیں۔
اُس زمانے میں جام برادر حکمران اور اس کا برادر زادہ مسمی بانبھ حاکم شہر تھا اور یہ افراد بیحد قوّت و ظاہری شان و شوکت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور فیروز شاہ کے مقابلے میں نہایت غیر واجب جرأت کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے۔
ان باشندوں نے بہت بڑی جمعیت فراہم کر لی تھی اور چونکہ ان کا ملک بیحد وسیع و بیشمار تھا، اُنھوں نے بلا خوف و خطر زور و قوّت میں اضافہ کیا اور سندھ کے اُس حصّے کی آبادی میں جو دریائے سندھ کے ساحل پر واقع ہے۔ اُنھوں نے

قتال و جدال پر کمر باندھی اور جنگ آزمائی کے لئے مصروف ہوئے
غرضکہ ٹھٹھ کے باشندوں نے آبادی کے ہر دو حصوں میں تمام قلعے تیار کئے تھے۔
مختصر یہ کہ جام اور بانبھ ہر دو اشخاص جنگ آزمائی میں مشغول ہوئے اور
فیروز شاہ نے بھی عالی ہمت و صاحب سیاست سلاطین کی طرح ٹھٹھ کے حدود
میں نزول اجلال فرمایا۔

طرفین سے فوج و لشکر کے دستے جنگ کے لئے نمودار ہوتے تھے، لیکن
خدا کی مشیت سے فیروز شاہ کے لشکر میں ابتری پیدا ہوئی اور وبائے جانوراں نے
اس قدر شدت اختیار کی کہ تمام خلائق شہر خرد و بزرگ قطعاً ناامید ہو گئے۔

نو ہزار سواروں میں جو بادشاہ کے ہمراہ تھے ایک ربع سواروں کے
گھوڑے بھی بمشکل زندہ رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ غلّے کی گرانی سے بعید پریشانی
پیدا ہوئی اور غلّے کی قیمت دو یا تین تنگے فی من تک پہنچ گئی۔

ٹھٹھ کے باشندوں نے یہ معلوم کر کے کہ فیروز شاہی لشکر قحط و وبا کی مصیبت میں
گرفتار اور فوج کے جانور حد سے زیادہ تلف ہو گئے ہیں اور مخلوق خدا قطعاً ناامید
ہو گئی تو جام و بانبھ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور غرور و تکبر کے نشے میں سرشار ہو کر
بادشاہ سے جنگ آزمائی کرنے پر مستعد ہوئے۔

چوتھا مقدمہ

فیروز شاہ کے لشکر کا اہل سندھ سے جنگ کرنا

نقل ہے کہ جام و بانبھ جنگ آزمائی کے لئے مستعد ہوئے اور بیشمار سواروں
اور پیادوں کے ہمراہ حصار سے نکل کر فیروز شاہ کے مقابلے میں صف آرا ہوئے۔
فیروز شاہ کو بھی معلوم ہوا کہ جام و بانبھ نے جنگ کے لئے لشکر آراستہ
کیا ہے اور بادشاہ نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور سواروں کی اعداد شماری کی گئی۔
بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سواروں کا ایک ربع حصّہ بھی باقی نہیں ہے اس کے علاوہ

قحط کی وجہ سے کسی شخص میں جنگ و جدال کی قوت نہیں ہے لیکن باوجود اس کے بھی بادشاہ نے اپنی فوج آراستہ کی اور حریف کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوا۔

فیروز شاہ نے فوج کو تین حصّوں میں تقسیم کیا اور میمنہ و میسرہ و قلب کی فوج کو آراستہ کر کے ہاتھیوں کو ان تین حصوں میں متعین کیا۔

بادشاہ بعید جرأت و شجاعت کے ساتھ میدان میں استادہ ہوا اور مشل عظیم الشان فرماں روایان عالم کے ہتھیار جسم پر لگا کر جنگ آزمائی کے لئے مستعد ہوا۔

فیروز شاہ ہاتھ میں لکڑی لے کر افواج کے درمیان گشت لگانے لگا اور اپنی فوج کو دلداری و دلدہی کے ساتھ انعام و اکرام کے دل خوش کُن وعدوں سے مطمئن کیا۔

فیروز شاہ جس حصّہ فوج کے درمیان میں گذر کر نوازش و اکرام کے کلمات زبان پر لاتا تھا تو تمام فوج صدق دل سے بادشاہ کو دعا دیتی تھی اور سربزمیں ہو کر فیروز شاہ کی مدح و ثنا میں تر زباں ہوتی تھی۔

فیروز شاہ اگرچہ سلاطین باہمت کی طرح اہل سندھ کے بیشمار گروہ کا خیال دل میں نہ لاتا تھا اور نہ بظاہر حریف کی کثرت کو خاطر میں نہ لاتا تھا لیکن لشکر کی کمزوری اور افسران فوج کی محنت و ضعف سے پریشان اور ان کی ایسی حالت پر افسوس کرتا اور لمحہ بہ لمحہ دست دعا بلند کر کے خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا تھا۔

باوجودیکہ قوم ٹھٹھہ کے ساتھ بیس ہزار جرار سوار اور چار لاکھ پیادے تھے اور ہر سوار اپنے زور و قوت کے اعتبار سے رستم زمانہ تھا لیکن بادشاہ نے خدا پر تکیہ کر کے جنگ شروع کر دی۔ طرفین سے تیر باری شروع ہوئی۔

غرضکہ جنگ کا بازار گرم تھا کہ خدا کے حکم سے جو تمام امور کا خالق مطلق ہے فیروز شاہی لشکر کے مقابلے میں ہوا کا سخت و شدید طوفان آیا۔

ہوا کے جھونکے اس درجہ سخت و تیز تھے کہ کسی فرد کو آنکھ کھولنے کی مجال نہ تھی لیکن باوجود ان حالات و آثار کے جانبین سے جنگ آزمائی ہو رہی تھی اور طرفین کے پہلوان آویزش میں مصروف تھے۔

غرضکہ باوجود اس کے فیروز شاہ انتہائی سعی و کوشش میں مصروف تھا اور

اگرچہ شاہی لشکر قحط و نیز وبائے اسپ کی وجہ سے بیحد کمزور ہو چکا تھا، لیکن ہر مرتبہ حریف پر شدید ترین حملہ کرتا تھا اور اُن کے اس مردانہ حملے سے باشندگان ٹھٹھہ اپنی بے پایاں قوت و طاقت کے حصار کے اندر پناہ گزیں ہو جاتے تھے۔

بادشاہ اپنی شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ میدان جنگ میں موجود تھا اور اپنی فوج کی جرأت و انتظام دیکھ کر بار بار یہ کہہ رہا تھا کہ اپنی فوج باہمت جو باوجود اس کے کہ بلائے ارضی و سماوی سے کمزور و ضعیف ہو چکی ہے لیکن ہنوز کمر ہمت باندھ کر حریف سے مقابلہ کر رہی ہے

فیروز شاہی لشکر مثل غازیان نامدار کے حریف کے مقابلے میں استادہ تیغ و دست سے کام لے رہا تھا مختصر یہ کہ جانبین سے جاں بازی میں انتہائی کوشش کی لیکن آخر کار اہل سندھ بدحواس و پریشان ہو گئے اور جام اپنی جمعیت کے ہمراہ میدان جنگ سے واپس آیا۔

فیروز شاہ بھی اپنے لشکر کے ہمراہ اپنی قیام گاہ کو واپس آیا اور اعوان و انصار کی ایک مجلس مشاورت مقرر کی اور اُن سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

بادشاہ نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اب اس مقام سے واپس ہو کر گجرات کا رخ کروں اور وہاں فوج و حشم کی تیاری کروں اور اگر حیات باقی رہی تو خدا کی اعانت پر سال آئندہ اس مہم کو سر کرنے پر توجہ کروں۔

پانچواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے واپس ہو کر گجرات آنا

نقل ہے کہ شب کا وقت آیا اور اہل لشکر جنگ و جدال سے کنارہ کش ہو کر اپنی اپنی فرودگاہ کو واپس آئے۔

فیروز شاہ نے مقرب اہل دربار کو اپنے حضور میں طلب فرما کر اپنے ارادے کا اظہار کیا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مشیّت الٰہی یہ ہے کہ ملک ٹھٹھ اس مہم میں فتح نہ ہو اور مصائب و آلام و نیز حریف و اعداہر دو مخالفین کے لشکر ہماری فوج پر حملہ آور ہوں۔

پروردگار نے اپنے قوت کاملہ سے آفات ارضی و سماوی کو ہم پر غلبہ عطا فرمایا جس کی وجہ سے ہمارا لشکر بیحد ضعیف و کمزور ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ قحط و وبا کے پے در پے حملوں نے ہمارے لشکر و حشم کو انتہا سے زیادہ کمزور کر دیا۔ اگرچہ ہماری فوج و لشکر نے ان بلیّات و مصائب کا مقابلہ کیا ہے، اور ہمت و جرأت کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں جنگ آزمائی کی ہے، لیکن کمزور و بلا رسیدہ لشکر تابہ کے ہمّت سے کام لے سکتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اگر حیات باقی ہے اور خدا کا کرم میرا مددگار ہے تو سال آئندہ اس ملک پر حملہ کروں۔

فیروز شاہ نے مقربان بارگاہ سے مکرر یہ تقریر فرمائی اور کہا کہ بجز اس کے دوسرا چارۂ کار نہیں ہے کہ میں تا وقتیکہ بار دوم اس ملک میں نہ آلوں، دہلی کا رخ نہ کروں۔

اہل دربار نے بادشاہ کی یہ تقریر سن کر زمین ادب کو بوسہ دیا اور تمام حاضرین نے نہایت خلوص و پسندیدگی کے ساتھ بادشاہ کی رائے سے اتفاق کیا۔

اہل دربار نے عرض کیا کہ بادشاہ کی رائے بیحد صائب ہے اس لئے کہ فرماں روایان جہاں کشا کا آئین و قانون حملہ کشی یہی ہے کہ اگر ایک مقام کسی وجہ سے کسی مہم میں فتح نہیں ہوتا تو چند روز اس ملک سے دست کش ہو جاتے ہیں لیکن اس مہم کو گوشۂ خاطر سے فراموش نہیں کرتے۔

بادشاہ اگر اس وقت اس ملک سے کنارہ کش ہو کر ملک گجرات تشریف لے جائیں تو نہایت مناسب ہوگا۔

بادشاہ کی اس مصلحت سے غلہ بھی لشکر کو میسّر آجائے گا اور خستہ و ماندہ پیادے گھوڑوں پر سوار بھی ہو جائیں گے۔

خلقت خدا تازہ دم ہو جائے گی اور ہم بار دوم اس ملک پر حملہ آور ہو سکیں گے۔

بادشاہ کی روانگی کے بعد اہل ٹھٹھ کے باشندوں نے یہ خیال کیا کہ بادشاہ اپنے ملک کو واپس گیا، وہ مطمئن ہو جائیں گے اور بیحد سعی و کوشش کے ساتھ زراعت میں مصروف ہوں گے، جس کی وجہ سے اُن کا تمام غلہ زمین کی نذر ہو جائے گا۔ اور تمام کھیت سر سبز ہو جائیں گے۔

جب ربیع کی فصل قریب ہوا اُس وقت بادشاہ مع تمام لشکر و پیلان پُر شکوہ کے اُس نواح کا رخ فرمائے اور اس طرح امید ہے کہ تمام غلہ ہمارے قبضے میں آجائے گا اور اہل لشکر کو اطمینان و فراغت نصیب ہوگی۔

ایسی حالت میں امید ہے کہ سندھ کا ملک جلد سے جلد فتح ہو جائے گا۔

غرضکہ اہل دربار نے فیروز شاہ کو واپسی کی رائے دی اور بادشاہ نے اُن کے معروضے کو بیحد پسند کیا۔

فیروز شاہ نے واپسی کا مصمم ارادہ کیا اور حکم دیا کہ کوچ کا دمامہ بجایا جائے۔ تاکہ اہل لشکر اپنا سامان درست کریں۔

غرضکہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور دمامے کی آواز سن کر اہل لشکر بیحد خوش و شاد ہوئے۔

ہر خاص و عام، ضعیف و جوان نے سامان درست کیا اور بادشاہ نے اُسی وقت میدان سے کوچ کیا۔

فیروز شاہ نے خان اعظم ظفر خاں کو جس کے ماتحت بیشمار بنگالی لشکر تھا، اپنا قائم مقام کر کے ٹھٹھ میں چھوڑا۔

ٹھٹھ کے باشندوں کو بادشاہ کی روانگی سے اطلاع ہوئی اور یہ گروہ شوخ چشم ہو کر فیروز شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

بادشاہ نے اوّل روز دس کوس راہ طے کی اور ٹھٹھ کے باشندوں نے تعاقب کیا۔

چونکہ ظفر خاں موجود تھا اُس نے حریف سے مقابلہ کیا اور اہل بنگالہ و باشندگان ٹھٹھ میں شدید معرکہ آرائی ہوئی۔

غرضکہ خدا کی مشیّت کے مطابق میدان کارزار گرم رہا اور خونریز لڑائی ہوئی۔

لیکن آخر کار ظفر خاں نے اقبال بادشاہی سے حریف کو شکست دے کر ان کا تعاقب کیا۔
ٹھٹھہ کے باشندے ظفر خاں کے خوف سے واپس ہوئے اور اس امیر نے
چند سندھی افسروں کے سر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔
واپسی کے وقت تمام اسباب سندھیوں کے ہاتھ آیا اور بادشاہ نے گجرات کا
رخ کیا۔

چھٹا مقدمہ

بادشاہی لشکر کا کونجی رن میں مبتلائے مصیبت ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہی لشکر کے واپس ہونے کے بعد غلّہ اور زیادہ گراں ہوا۔
غلّے کا نرخ روز بروز گراں ہونے لگا اور وبائے اسپ نے اور زیادہ ترقّی کی۔
غلّے کا نرخ ایک تنکہ یا دو تنکہ فی سیر ہو گیا اور مخلوق گرسنگی و برہنگی کی وجہ سے
پریشان ہونے لگی۔ مخلوق کو راہ طے کرنا مشکل ہو گیا اور ہر شخص بہ صد مشکل سے سفر کی
منزلیں طے کرنے لگا۔
اہل لشکر کا یہ حال تھا کہ اس کو غلّہ نصیب نہ ہو تو مار اور مردار جانوروں کا
گوشت اور خام چمڑا کھا کر اپنا پیٹ بھرتے تھے۔
بعض اشخاص کا یہ حال تھا کہ شدّت گرسنگی کی وجہ سے خام چرم کو پانی میں جوش
دے کر کھاتے اور اس سے شکم سیر ہوتے تھے۔
غرضکہ ایسا شدید قحط رونما ہوا کہ اہل لشکر زندگی سے بیزار ہو گئے اور تمام
سپاہیوں کے گھوڑے ضائع ہو گئے۔ اہل لشکر تو درکنار تمام ملوک و امرا کے جانور بھی
تلف ہو گئے اور یہ گروہ بھی پاپیادہ راہ طے کرنے لگا۔
اہل لشکر کے پاس کوئی سواری باقی نہ رہی اور خدا کی مشیّت سے تمام فوج
بے سوار ہو گئی۔
چند سندھی اشخاص اہل لشکر سے چند قدم آگے تھے اور فوج کی راہبری
کر رہے تھے۔

ان اشخاص نے اس لشکر کو کونجی رن میں پہنچایا جہاں تمام پانی قطعاً شور تھا اس مقام کے
پانی کی شوریدگی کا یہ عالم تھا کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی زبان پر رکھا جاتا تو زبان پاش پاش ہو جاتی۔
اہل لشکر اس مقام پر پہنچ کر نہایت حیران ہوئے اور بادشاہ نے چند بدخواہ رہبروں
کو گرفتار کر کے اُن کو ہلاک کیا۔
ان اشخاص کے قتل ہونے سے باقی راہبروں نے اقرار کیا کہ انھوں نے مکاری و
غداری سے لشکر کی غلط رہنمائی کی۔
اس گروہ نے اقرار کیا کہ ہم دیدہ و دانستہ شاہی لشکر کو ایسے مقام پر لے آئے جہاں زندہ و
سلامت رہنا مشکل ہے۔
ان اشخاص نے بیان کیا کہ ہوا کی طرح اُڑنے یا دوڑنے سے بھی اس مقام سے نجات پانا محال ہے اور
اس سرزمین کو کونجی رن کہتے ہیں، چونکہ اس مقام سے دریا قریب ہے اس لئے پانی میں اس قدر شوریدگی پائی جاتی ہے۔
اس مقام میں انسان کے لئے بجز ہلاکت کے اور دوسرا چارہ کار نہیں ہے۔
رہبروں نے بادشاہ سے یہ گفتگو کی اور ان کا بیان سُن کر تمام فوج نے جان سے ہاتھ
دھویا اور ہر شخص کو قطعاً ناامیدی ہو گئی۔
فیروز شاہ نے حکم دیا کہ خود اُس کے اور تمام اہل لشکر کے لئے آب شیریں مہیا کیا جائے
اور آب شور سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔
اس آب شور میں بحید شورش تھی اور تمام خلقت خدا بحید فکرمند و حیران تھی اور جہاں تک نگاہ
کام کرتی تھی صرف آب شور ہی نظر آتا تھا۔
اہل لشکر نے بحید محنت و دشواری کے ساتھ آب شور میں قدم رکھا اور آب شیریں کی تلاش میں
سرگرداں ہوئے۔ یہ آب شور اس درجہ تیز تھا کہ آب شیریں کا ظرف اُس شور پانی میں گر جاتا تھا تو اس کی تاثیر سے
آب شیریں بھی شور ہو جاتا تھا اور پھر اس شیریں پانی کو کوئی شخص زبان پر نہ رکھ سکتا تھا۔
غرضکہ اہل لشکر بحید خرابی و مشقّت کے ساتھ اس آب شور سے گزرے اور آگے قدم بڑھایا۔
اس پانی کو طے کرنے کے بعد ایک ایسے جنگل میں وارد ہوئے جہاں کوئی پرندہ انڈا
نہ دے سکتا تھا اور نہ کسی جانور کا نام و نشان نظر آتا تھا۔
اس جنگل میں کسی مقام پر گھاس یا درخت نظر نہ آتا تھا، ان اشیا کا ایسا قحط تھا کہ
خلال کے لئے تنکہ نصیب نہ ہوتا تھا۔

غرضکہ یہ جنگل ایسا ہولناک تھا کہ نہ اُس میں مور کا گزر تھا اور نہ کوئی جانور آواز دیتا تھا۔
قحط کی شدّت اور ضعف و بیماری کی وجہ سے پیادہ پائی و بیچارگی مصیبت کے سبب سے تمام لشکر جان سے تنگ آگیا اور ہر شخص کا یہ حال ہوا کہ بوڑھا باپ خستہ و جاں بلب ہو کر درخت کے سائے میں بیٹھ جاتا اور غریب پسر سے جو اس کی بالیں پر کھڑا رہتا، مشکل سے روتا اور کہتا کہ اے لخت جگر میں تو اس جنگل میں اپنی جان دیتا ہوں اور عالم آخرت کا سفر کرتا ہوں خدا کرے تو صحیح و سالم مکان پہنچے تاکہ اس پدر غریب کی موت کا حال اعزّہ تک پہنچا دے۔
اسی طرح ایک غمگین بھائی دوسرے غم زدہ برادر کو اسی طرح خستہ و ماندہ چھوڑ کر راہ لیتا تھا اور احباب و دوست کو اپنے کرم فرما احباب کا مطلق خیال نہ رہا۔
غرضکہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لشکر میں ہر چہار جانب سے شور بلند ہوا اور تمام فوج جان سے بیزار ہو گئی۔
ہر شخص کو اپنی جان کی پڑی تھی جس کی وجہ سے تقریباً تمام سپاہیوں نے نفیس و بیش قیمت اسباب جنگل میں چھوڑ دیا۔
حضرت فیروز شاہ ان تمام واقعات کے مشاہدے سے بیحد حیران و پریشان تھا۔
بادشاہ خدائے کریم کے رحم و کرم پر توکل کر کے آگے قدم بڑھاتا تھا اور ہر لحظہ خدا کی بارگاہ میں مناجات کرتا۔
لشکر کی شکستہ دلی و پریشانی سے بادشاہ بھی غمگین تھا اور اس رنج والم میں زار زار روتا تھا۔
غرضکہ اس غم زدہ جماعت پر چار بلاؤں کا نزول تھا، ایک بلائے قحط، دوسرے مصیبت پیادہ پائی، تیسرے بلائے صحرائے جاں گداز اور چوتھے رنج فرقت عزیزاں۔
غرضکہ یہ تمام آفات تقدیر الٰہی کا کرشمہ تھیں، جو ان غربا پر اس طرح نازل ہوئی تھیں ان آفات و مصائب نے یہاں تک طول پکڑا کہ چھ ماہ کامل بادشاہ و لشکر کے حالات دہلی میں نہ پہنچ سکے۔ تمام شہر میں یہ شور بلند ہوا کہ فیروز شاہ مع تمام لشکر کے غائب ہو گیا۔
خان جہاں وزیر جو تدبیر و سیاست میں بےنظیر اور دہلی میں سکونت پذیر تھا۔

رعایا کے سر پر موجود تھا۔ اس امیر کے خوف کی وجہ سے کسی فرد کو زیادہ مخالفت کی جرأت نہ ہوتی تھی لیکن تمام شہر ماتم کدہ بن گیا تھا اور ہر مکان میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔

شہر کی خلقت بیحد حیران تھی، اس لئے کہ اس مدت میں نہ کوئی فرمان صادر ہوا اور نہ کسی شخص کا کوئی نامہ و پیغام اہل شہر تک پہنچ سکا۔

تمام خلقت خدا کو یقین ہوگیا اور ہر شخص نے یہ کہنا شروع کیا کہ بادشاہ مع اپنے حشم و لشکر کے غائب ہوگیا ہے۔ غرضکہ خان جہاں کو معلوم ہوا کہ شہر کی حالت بیحد خراب ہوگئی تو اس امیر نے تمام سلطانی جاہ و حشم کو کوشک شاہی سے اپنے مکان میں منتقل کر لیا اور بیداری و ہوشیاری کی شدید تاکید کی تاکہ کسی فرد کو فتنہ و فساد کا خیال نہ آسکے۔

خان مذکور ہر روز حوالی شہر میں سواری کرتا اور خلائق کو اپنے رعب وداب سے متاثر کرتا تھا۔ خان جہاں نے دیکھا کہ اس شور و شغب میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور کسی طرح پر خلائق کو اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ اس امیر نے فیروز شاہ کی زبان و قلم سے ایک فرمان تحریر کیا جس میں بادشاہ و لشکر کی سلامتی کا مژدہ سنایا اور اس فرمان کو عامۂ خلائق کے روبرو پڑھ کر ہر شخص کو اُس کا مضمون سنایا۔ تمام خلقت اس فرمان کو سن کر مطمئن و خوش ہوئی اور ہر شخص نے کسب معاش کی تدبیر شروع کی۔

سچ ہے کہ اگر وزیر صاحب فہم و فراست نہ ہو تو فرماں روائے وقت اس قدر دور و دراز سفر کیوں کر اختیار کرے اور کس طرح ممالک کو فتح کرے۔

ظاہر ہے کہ فیروز شاہ کو سندھ کی مہم میں یہ حادثہ پیش آیا اور بادشاہ چھ ماہ کامل کونجی ارن میں گرفتار مصیبت رہا ایسی حالت میں وزیر کی دانائی و فراست ہر گونہ قابل تعریف ہے جس نے بادشاہ کی عدم موجودگی میں ایسی عظیم الشان سلطنت کو برقرار رکھا۔

اگرچہ خان جہاں باوجود فہم و فراست و تدبر و سیاست میں مشہور ہونے کے اس درجہ ہر دل عزیز و قابل تعظیم و تکریم تھا کہ ہر شخص اس کا بندۂ احسان ہو کر اُس کے حکم پر جان قربان کرنے کو تیار تھا۔ لیکن اس امیر نیک چلن اور نیک دل نے ایک لمحہ بھی طمع سلطنت سے اپنے قلب و دماغ کو آلودہ نہ کیا۔

اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو تاریخ عالم میں صرف دو ہی افراد اس پایہ کے

گزرے ہیں جنھوں نے اپنے بادشاہ کی عدم موجودگی میں انتظام سلطنت کو برقرار رکھا اور خود کسی خیال خام میں مبتلا نہ ہوئے، ایک خان جہاں وزیر سلطان فیروزؒ، دوسرے ارسطاطالیس وزیر اسکندر یونان۔

جس زمانے میں کہ سکندر نے اوّل بار مشرق کی مہم کو طے کرکے مغرب کا رخ کیا اور جب تک کہ سلاطین عالم کو حلقہ بگوش نہ کرلیا، اپنی مملکت کو واپس نہ ہوا۔ اس کے علاوہ سکندر ایک سو سال اسی طرح تمام عالم میں گشت لگاتا رہا اور اس کا عاقل و دانا وزیر ارسطو اپنے مقام پر بیٹھا ہوا سلطنت کا انتظام کرتا رہا۔ سو سال کے بعد سکندر اپنے ملک کو واپس آیا اور اس کو معلوم ہوا کہ اُس کی عدم موجودگی میں ارسطو نے مُلک میں دو چند اضافہ کردیا ہے۔

سلطان فیروز شاہ ٹھٹھہ روانہ ہوا اور بادشاہ انتہائی محنت و مشقت میں گرفتار رہا۔ چھ ماہ کامل بادشاہ کی خبر نہ معلوم ہوئی اور شاہ و لشکر کے حالات سے اہل دہلی بے خبر رہے لیکن چونکہ بادشاہ خان جہاں ایسے صاحب فہم و فراست و مدبر وزیر کو دہلی میں اپنا قائم مقام بنا گیا تھا جب بادشاہ ڈھائی سال کے بعد ٹھوٹی و جاج نگر کے سفر سے واپس آیا تو دہلی کو دو چند آباد و معمور پایا اور پائے تخت کو ہر حال میں بہتر دیکھا سبحان اللہ ایسے بادشاہ خوش کردار و وزیر نیکو کار کی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔

ساتواں مقدّمہ

خلقت کا کونجی رن میں زاری کرنا اور بادشاہ کا افسوس کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ بے حد محنت و مشقت و نیز شدید الم و مصیبت کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا اور اس جاں گداز صحرا ہولناک وادی میں ہزار دقّت و خرابی قدم اٹھاتا تھا اور رنج و تکلیف کی شدّت اور کرب و بےچینی کی مصیبت نے بادشاہ و لشکر کو بے جان بنا کر زندہ انسانوں کو متحرک مردے بنا رکھا تھا۔

غرضکہ سفر کی تکلیف و مصیبت حد سے گزر گئی اور تمام مخلوق کو جان سے ناامیدی ہوگئی۔ بادشاہ رعیت و لشکر کی ناامیدی و پریشانی ملاحظہ کرکے آبدیدہ ہوتا اور افسوس کی

وجہ سے دل ہی دل میں طرح طرح کے یاس انگیز خیالات میں مبتلا ہوتا تھا۔

ہر منزل میں ہزاروں انسان و جانور تلف ہوتے تھے اور اپنی جانیں اُس جنگل میں گنواتے تھے۔

بعض معتبر راویوں کا بیان ہے کہ ایک روز بادشاہ سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک بلندی پر نظر پڑی۔ بادشاہ نے گھوڑے کی باگ موڑی اور بلندی پر چڑھ گیا اور دیکھا کہ ایک سبز درخت کے سائے میں ایک پیر مرد ضعیف کور حقیر و سال خوردہ و کمزور بیٹھا ہے۔

سلطان فیروز بالائے کوہ اُس پیر مرد کے پاس گیا اور بادشاہی جامداروں نے ارادہ کیا کہ اس پیر مرد کو اُس کی جگہ سے ہٹائیں

پیر مرد کا یہ حال تھا کہ انتہائی کمزوری کی وجہ سے کھڑا ہی نہ ہو سکتا تھا۔

بادشاہ نے شاہی ملازمین کو منع کیا کہ پیر مرد سے مزاحمت نہ کریں اور خود درخت کے سائے میں اُس مرد ضعیف کے سر پر استادہ ہوا۔

پیر مرد نے بادشاہ کی جانب رُخ کیا اور کہا کہ اے بادشاہ خدا سے ڈر کیوں اس قدر مخلوق کو بے وجہ تلف کر رہا ہے۔ تو نے اس لشکر کو ایک ایسے مقام میں آوارۂ دشت غربت کیا ہے کہ تمام خلقت خدا قطعاً بے دست و پا ہو کر مجبور و لاچار ہو گئی ہے۔

بادشاہ نے سوال کیا کہ آیا تمہارے دل میں کوئی تمنا ہے؟۔

پیر مرد نے جواب دیا کہ مجھ پر بے شمار فاقے گزر رہے ہیں جس کی وجہ سے میں شدید گرسنہ ہوں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ فقیر کو دو تنکے زر عطا کئے جائیں۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور فقیر بادشاہ کی جانب دیکھ کر مسکرایا اور اپنی کمر سے ہمیانی کھول کر بادشاہ کو دس تنکے زر دکھائے اور کہا کہ اے بادشاہ میں غذا کا خواستگار ہوں نہ کہ زر کا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ آج ہمارے لنگر خانے و باورچی خانے میں کوئی شئے خوردنی موجود نہیں ہے اور شاہزادہ فتح خاں کے لئے صرف ایک سیر کھچڑی البشیر العینی عاد الملک کے خیمے سے لائی گئی ہے۔

بادشاہ نے یہ کہا اور آگے روانہ ہوا اور اسی وقت اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر مہم سندھ

خدا کے فضل و کرم سے سر ہو جائے گی تو بادشاہ بار دگر سفر نہ کرے گا۔

غرضکہ بادشاہ اسی حالت تکلیف و مصیبت میں چند منزل اور آگے بڑھا اور تمام لشکر کی حالت بد سے بدتر ہوگئی۔ فوج کا ہر شخص جان سے بیزار ہو گیا اور پانی کے تحط نے تمام خلقت خدا کو جاں بلب کر دیا

ہر شخص کو زندگی سے مایوسی ہوگئی اور یہ یقین کر کے کہ بغیر پانی کے ایک لمحہ بھی زندگی دشوار ہے۔ ہر شخص اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

جب یہ عالم ہوا کہ تمام خلائق اس بے آب مقام پر پہنچ کر اپنی زندگی سے مایوس ہوگئی اور ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ تمام اشخاص یکبارگی اس جنگل میں ہلاک ہو جائیں گے۔

فیروز شاہ کو بھی اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی اور ہر لحظہ غم و فکر میں غرق رہنے لگا۔

بادشاہ ہر وقت دست دعا بلند کرتا اور بارگاہ الٰہی سے رحم و کرم کی التجا کرتا تھا اور زبان حال سے کہتا کہ اے خدا دستگیر درماندگی تیری ذات ہے مجھ کو اور میرے تمام رفقا کو اس مصیبت والم سے نجات دے۔ تفاسیر و نیز دیگر معتبر کتب میں مرقوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو بھی بے آب و گیاہ جنگل میں آوارہ وطنی کی مصیبت سے سابقہ پڑا تھا' اسی طرح فیروز شاہ کو بھی سندھ کی اہم مہم کے اختیار کرتے میں اس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور بے آبی کی تکلیف اس درجہ بڑھی کہ بادشاہ کو زندگی سے مایوسی ہوگئی اور اُس کے رفقا نے حیات کے عالم ہی میں اپنے کو مردہ تصور کر لیا۔

مختصر یہ کہ حضرت شاہ کو ایک شب الہام ہوا اور بادشاہ نے محل خلوت میں سر بسجدہ ہو کر بارگاہ الٰہی میں مناجات شروع کی اور آہ و زاری کے ساتھ خدا سے دعا کرنے لگا کہ پروردگار اُس شخص کے قدم کی برکت سے جو اس لشکر میں موجود اور صاحب ولایت کا ہمسر ہے اپنے باران رحمت سے بندگان گنہگار کو سیراب فرما اور اس جاں گداز جنگل سے آزادی و نجات عطا فرما۔

بادشاہ کے دعا کرتے ہی اُسی وقت آسمان پر ابر چھا گیا اور ہر چہار جانب شور بلند ہوا۔

خدا کے رحم و کرم سے شدید بارش ہونے لگی اور ہر چہار طرف پانی کی ندیاں

جاری ہوگئیں۔

تمام لشکر نے خود بھی پانی پیا اور پانی لے کر جمع کرلیا اور ہر شخص بے آبی کی تکلیف سے نجات پاکر خوش وخرم ہوا۔

غرضکہ اُس روز صحرائے جاں گداز سے نکلنے کا راستہ بھی معلوم ہوگیا اور بادشاہ کی دعا کی برکت سے ہر شخص کو آوارہ وطنی کی مصیبت سے نجات حاصل ہوئی۔

سبحان اللہ یہ امر محض کرم الٰہی تھا جو ہر وقت اپنے درماندہ بندوں کی دستگیری فرماتا ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیا میں حضرت ذوالنّون مصری کے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ مصر میں امساک باراں ہوا اور اہل شہر حضرت ذوالنّون مصری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت خواجہ بارش کے لئے دعا فرمائیں۔

جناب ممدوح منبر پر تشریف لے گئے اور دعا کی کہ پروردگار عالم جس شخص کے انوار ریاضت سے یہ شہر روشن و درخشاں ہے اُس کے قدم کی برکت سے باران رحمت نازل فرما۔

حضرت شیخ کے دعا فرماتے ہی نزول باراں ہوا اور تمام شہر سیراب ہوگیا۔

اسی طرح بادشاہ دین طلب نے مثل مشائخ کرام کے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اور اُسی وقت دھواں دھار بارش ہونے لگی اور تمام خلقت خدا سیراب ہوگئی۔

غرضکہ فیروز شاہ نے خدا کے فضل وکرم سے اس جنگل سے نجات پائی اور خدا کی بارگاہ میں شکر ادا کیا۔ بادشاہ نے اُسی وقت خان جہاں کے نام فرمان روانہ کیا اور اپنی دنیز تمام لشکر وفوج کی سلامتی سے اہل دہلی کو آگاہ کیا۔

بادشاہ کا فرمان دہلی پہنچا اور خان جہاں بیتابانہ قاصد کے قریب آیا اور شہر میں ہر مکان میں خوشی کا دور دورہ ہوا۔

اہل شہر نے طبل شادی بجائے اور ہر گھر میں روز عید و رات شب برات کا سماں نظر آیا۔

ہر شریف وکم رتبہ، غرضکہ ہر خاص وعام عیش ومسرت کا متوالا بنا اور تمام

بلاد و ممالک میں شورِ مسرت بلند ہوا۔

آٹھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا گجرات پہنچنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ مع تمام خلائق و لشکر کے اُس صحرا سے صحیح و سالم نجات پاکر سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا گجرات پہنچا۔

اُس زمانے میں ملک الشرق نظام الملک امیر حسین بن امیر میران مستوفی الممالک علیہ الرحمۃ گجرات کا حاکم تھا۔

یہ امیر ملک کے انتظام اور اقطاع کی حفاظت میں بے انتہا سعی و کوشش کرتا تھا۔

بادشاہ نے گجرات پہنچ کر نظام الملک پر عتاب کیا اور شدید ترین بازپرس کی۔

فیروز شاہ کے عتاب کا منشا یہ تھا کہ اگر نظام الملک کو بادشاہی لشکر کی کچھ بھی فکر ہوتی تو یہ امیر گجرات سے غلّہ روانہ کرتا رہتا اور خلقت خدا اس طرح گرسنہ و پریشان و تلف نہ ہوتی۔

بادشاہ نے نظام الملک کو حکومت گجرات سے معزول فرما کر اس کی جاگیر ضبط کی۔

غرضکہ فیروز شاہ نے گجرات میں قیام کر کے لشکر کو تازہ دم کیا، اور غیر وجہدار لشکر کو شش گونہ رقم عطا فرمائی جس کی وجہ سے یہ گروہ اس قابل ہو گیا کہ گھوڑے خرید کر سواروں میں داخل ہو جائے۔ اس موقع پر عماد الملک نے جو بارگاہ سلطنت کا مستوفی تھا بادشاہ سے عرض کیا کہ غیر وجہدار گروہ بادشاہ کی شاہانہ نوازش سے سواروں میں داخل ہو گیا لیکن وجہدار جماعت بیحد مضطر و پریشان ہے اس لئے کہ اُن کے مواضع حوالی دہلی میں واقع ہیں اور اس گروہ کا تنگ دستی سے بُرا حال ہے۔

اس گروہ کے بیشمار افراد اس ملک میں آ گئے ہیں ان کی آمدنی اور تنخواہ دہلی سے

کوئی شخص اُن کو پہنچائے اس لئے ان غریبوں کا بُرا حال ہے اور یہ گروہ اپنی بینوائی کی وجہ سے حد سے زیادہ پریشان ہے۔ فیروز شاہ نے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ وجہدار گروہ پریشانی و تنگدستی کی وجہ سے پیادہ ہوگیا ہے لیکن ان اشخاص نے اس مہم میں ہماری موافقت کی ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ اُن کے مواضع بہت دور واقع ہیں جس کی وجہ سے یہ بیحد پریشان ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو قدرے قلیل غلّہ پیدا ہوتا ہے وہ اُن کے اہل و عیال کے صرف میں آتا ہے اور ان غریبوں کی حالت بد سے بدتر ہوگئی ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ وجہدار گروہ کو خزانۂ شاہی سے روپیہ قرض دیا جائے اور شاہی حکم کی بنا پر بعض اشخاص کو پانچ سو اور بعض کو سات سو اور بعض کو ایک ہزار تنگے بطور قرض دئے گئے۔ غرضکہ وجہدار گروہ بھی بادشاہ کی عنایت و نوازش سے رقم قرض پاکر مطمئن ہوا اور سواروں میں داخل ہوگیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ خان جہاں کے نام اس مضمون کا فرمان جاری کیا جائے کہ وجہدار گروہ کے مقطعات سے کسی قسم کا تعرّض نہ کیا جائے اور جب تک کہ شاہی سواری دہلی واپس نہ ہو اُن سے نہ باز پرس کی جائے اور نہ اُن کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے تاکہ وجہدار گروہوں کے عیال اطمینان و فراغت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ خدا کی توفیق سے تمام مال گجرات کو جو دو کرور محصول تھا، کارخانہ جات شاہی کی درستی و حشم کی پرورش میں صرف کر دیا۔

اس صرف کا اصل مقصد یہ تھا کہ بادشاہ باردوم سندھ کا سفر کرے۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے سندھ کے سفر کا ارادہ کیا اور خان جہاں کے نام اس مضمون کا فرمان روانہ کیا کہ ما بدولت واقبال اپنے بحری و بری لشکر کے ہمراہ سندھ روانہ ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے اس فرمان و نیز توقیعات میں جاں نثار وزیر کو برادرم کے خطاب سے یاد فرمایا اور یہ تحریر فرمایا کہ برادرم خان جہاں کو چاہئے کہ بے انتہا ساز و سامان و بے شمار جاہ و حشم سندھ کی جانب روانہ فرمائیں۔

نواں مقدّمہ

خان جہاں کا ساز و سامان سلطان فیروز کی خدمت میں گجرات روانہ کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے خدا کی عنایت سے سندھ کا رخ کیا اور خان جہاں کے نام فرمان روانہ کیا۔

بادشاہ نے اس فرمان میں تمام اسباب لشکرکشی طلب کیا اور اس وزیر باتدبیر نے سامان روانہ کرنے میں بجد سعی و کوشش کی۔

فیروز شاہ نے تمام عمّال درگاہ کو شدید تاکید کی کہ ہر کارخانے کا مال و اسباب بکثرت موجود رکھیں۔

شاہی حکم کے مطابق ہر کارخانے کے اسباب کی تکمیل کی گئی اور ہر شئے ایسی کثرت سے جمع ہو گئی کہ اس کی تفصیل احاطۂ بیان سے باہر ہے اور حدِ قیاس سے بیروں ہے۔

صرف اسلحہ کی قیمت مبلغ سات لاکھ تنگہ قرار پائی تھی اور اسی پر دوسرے کارخانہ جات کے ساز و سامان کو قیاس کرنا چاہیے۔

ہر اسباب ایک روز میں مرتّب ہو جاتا اور خان جہاں اس کو دوسرے روز روانہ کر دیتا تھا اور اسی طرح روزانہ اسباب روانہ کیا جاتا تھا۔

غرضکہ اس قدر اسباب بارگاہ شاہی میں جمع ہو گیا کہ بارکش اس کو اٹھا نہ سکتے تھے۔

مختصر یہ کہ خان جہاں نے بادشاہ کے حضور میں عریضہ روانہ کیا اور اس میں لکھا کہ چونکہ حضرت شاہ نے بار اوّل سندھ کی مہم کو اسی لئے ملتوی فرمایا تھا اور وہاں سے محض اس خیال سے واپس ہوئے تھے کہ لشکر کو راحت و آرام نصیب ہو، اور اب بار دگر حملہ فرما رہے ہیں اس لئے امید ہے کہ ملک جلد سے جلد فتح ہو جائیگا۔

دبیر ملک نے بادشاہ کے حضور میں عرضداشت پڑھی اور بادشاہ نے فرمایا ہمارا وزیر جس قدر صاحب فہم و فراست ہے اس کی قدر کچھ ہمیں کو معلوم ہے

غرضکہ فیروز شاہ جو دینداری میں کامل تھا نیک ساعت میں خدا کی امداد و عنایت سے سندھ روانہ ہوا۔

بادشاہ نے سراپردۂ خاص نصب کیا اور تمام عربی و عجمی لشکر و نیز تمام خدم و حشم بیحد خوشی و مسرت کے ساتھ بادشاہ کے ہم رکاب ہوا۔

اس درمیان میں بہرام خاں داماد حسن خاں کانگو کی عرضداشت بادشاہ کے حضور میں پہنچی۔

بہرام خاں اُس زمانے میں دولت آباد کا حاکم تھا اور حسن کانگو کے فرزند اور بہرام خاں کے درمیان مخالفت پیدا ہوئی اور بہرام خاں فیروز شاہی بارگاہ میں پناہ گزین ہوا۔

بہرام خاں نے اس معروضے میں یہ التجا کی تھی کہ اگر بادشاہ اپنے کرم سے دولت آباد تشریف لائیں تو یہ نمک خوار نہایت صدق و اخلاص کے ساتھ خدمت کرے گا اور خدا کی ذات سے امید ہے کہ حضرت شاہ اپنے قدیم ملک پر قابض ہو جائیں گے۔

فیروز شاہ نے بہرام خاں کو جواب دیا کہ میں راز پنہاں سے تمھیں آگاہ کرتا ہوں، تم کو معلوم ہو کہ مجھ کو سندھ کی مہم درپیش ہے اور میں نے عہد کیا ہے کہ جب تک بار دوم سندھ پر لشکر کشی کر کے اُس مُلک کو فتح نہ کر لوں گا اور ملک اور اہل ملک کو زیر و زبر نہ کروں گا کسی دوسری طرف رخ نہ کروں گا۔

میں نے سندھ کو فتح اور وہاں کی سرکش رعایا کو تنبیہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور جب تک کہ میں اس مہم کو سر نہ کر لوں گا کسی دوسری سمت رخ نہ کروں گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ ٹھٹھ کو فتح کرنے کے بعد میں دولت آباد ضرور آجاؤں گا۔

غرضکہ ٹھٹھ کی مہم بادشاہ کے خیال میں ایسی اہم تھی کہ اُس نے دولت آباد کا خیال ترک کر دیا اور ٹھٹھ روانہ ہوا۔

فیروز شاہ نے پیشتر تو ارادہ کیا کہ ملک نائب کو گجرات کا حاکم مقرر کرے جس کے لئے خلعت و دیگر سامان انعام موجود کر لئے گئے تھے لیکن چونکہ بادشاہ کوئی کام بغیر مصحف کی فال دیکھے نہ کرتا تھا فیروز شاہ نے قرآن سے فال نکالی اور یہ فال ملک نائب کے لئے راست نہ آئی بلکہ ظفر خاں کے نام نکلی۔

ظفرخاں دفعتہً شاہی حضور میں طلب کیا گیا اور اُس کو خلعت و حکومت گجرات عطا ہوئی۔

سبحان اللہ ظاہر ہے کہ جس طرح ہر کام میں فیروز شاہ بارگاہ الٰہی میں التجا کرتا تھا شاید دوسرے سلاطین کو میسر نہ ہو۔

بادشاہ کی یہ روش دیگر سلاطین باب رکات و مشائخ طریقت کے اعمال صالحہ کے مطابق کہی جاسکتی ہے، جو ہر حال میں خدا کی بارگاہ میں التجا پیش کرتے ہیں۔

غرضکہ بادشاہ ظفرخاں کو اقطاع گجرات عنایت فرما کر اپنے جرار لشکر کے ہمراہ گجرات سے سندھ روانہ ہوا۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہ کا باردوم ٹھٹھ روانہ ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی حمایت و توفیق سے ٹھٹھ روانہ ہوا اور بادشاہ نے تمام لشکر و خدم کو امیدوار نوازش بنایا۔

تمام خلقت خدا بادشاہ کا شکر بجالائی لیکن چونکہ سفر اول میں خلقت نے بےشمار تکالیف برداشت کی تھیں، اس لئے اکثر اشخاص بےجد سازو سامان لے کر اپنے مکان روانہ ہوگئے۔

بادشاہ کو اس واقعے کی خبر ہوئی اور اُس نے دریافت کیا کہ ان اشخاص کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

اہل دربار نے عرض کیا کہ راہ کی تمام منزلوں میں چوکیاں نصب کی جائیں تاکہ مخلوق کو فرار ہونے سے باز رکھیں اور جو شخص راہ فرار اختیار کرے اُس سے بازپرس کریں۔

فیروز شاہ نے اہل دربار کو جواب دیا کہ بیچارے لشکر و حشم نے اول بار اس قدر محنت و مشقت اختیار کی ہے اور غلے کی گرانی کی وجہ سے اپنی زندگی سے بیزار

ہو چکے ہیں، اس لئے اس مرتبہ فکر و غم کی وجہ سے واپس ہو رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ قدیم رسم ہے کہ لشکر کشی میں بعض اشخاص خود ملازم ہوتے ہیں اور بعض کا کسی ملازم سے قرابت و محبت کا تعلق ہوتا ہے اور بعض کسی اور مصلحت سے فوج میں داخل ہو جاتے ہیں، ایسی حالت میں اگر چوکیاں نصب کی جائیں گی اور تاکیدی احکام نافذ ہوں گے تو جو اشخاص کہ ملازم ہیں وہ واپسی سے باز رہیں گے اور جو افراد کہ در اصل ملازم نہیں ہیں وہ بھی شاہی پہرے کے خوف سے واپس نہ ہو سکیں گے اور اس طرح ان غریبوں کے لئے ایک بیجا قید ہو جائے گی اور ان پر ظلم ہوگا جن کی وجہ سے یہ غمناک و پریشان ہوں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ٹھٹھ کی فتح مقدر فرمائی ہے تو ان کے علیحدہ ہو جانے سے نقصان نہ ہوگا اور اگر خدا کو اس مہم کا سر ہونا منظور نہیں ہے تو ان کی گرفت و قید سے کیا فائدہ ہوگا۔

اس موقع پر بادشاہ دیندار نے فرمایا کہ خانجہاں کے نام ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا جائے کہ جو اشخاص یہاں سے فراری ہو کر دہلی پہنچتے ہیں اُن کی حقیقت حال کی تفتیش کی جائے۔

ان مجرمین میں جو اشخاص کہ ملازم شاہی اور اُنھوں نے خزانۂ شاہی سے مال حاصل کیا ہے تو ان کو صرف سزائے معنوی دی جائے نہ کہ سزائے خسروانی۔ واضح ہو کہ امور مملکت و آئین جہانداری میں سزائے خسروانی سے مراد قتل و جلاوطن و دیگر شدید سزائیں مراد ہیں اور معنوی بازپرس سے مراد یہ ہے کہ ایسے اشخاص کو ذلیل کر کے تیر ملامت کا نشانہ بنایا جائے۔

سبحان اللہ یہ امر قطعاً سنت نبوی کے موافق ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے دور تشریف لے گئے بعض یاران رسول کسی مصلحت کی وجہ سے اپنے مکانوں میں مقیم رہے۔ حضرت نے یاران باقی ماندہ کا دو تین روز انتظار فرمایا اور اُس کے بعد روانہ ہوئے۔ راہ میں اہل نجد اس درجہ حائل ہوئے کہ اصحاب پس اور حضرت کے حضور میں نہ حاضر ہو سکے اور ضرورۃً مکانوں میں مقیم رہے۔

اس مہم میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو بیحد تکلیف

برداشت کرنی پڑی۔

سرور عالم اس مہم سے واپس تشریف لائے اور یاران باقی ماندہ شرمندہ حضرت کے حضور میں حاضر ہوئے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے حقیقت واقعہ دریافت فرمائی اور ان صاحبوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو مال وعیال نے حضرت کی ہمراہی سے باز رکھا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحبوں کا عذر نہ قبول فرمایا اور اُن کی جانب سے روگرداں ہو کر اُن کو سزائے معنوی سے معتوب فرمایا۔

ان صاحبوں کے سروں سے دستار اُتار لی گئی اور اُن کو ستون مسجد سے باندھ کر تادیب کی گئی اور جس طرح کہ معلم خردسال بچوں کو سزا دیتا ہے اس طرح ان کو شدید سزا دی گئی۔

یہ شرمسار گروہ اپنا تمام مال حضرت کے حضور میں لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ چونکہ اس مال کی شامت اعمال سے ہم حضرت کی ہمراہی سے محروم رہے اور حضور ہم سے ناراض ہو گئے اس لئے ہم اس مال کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتے یہ مال حاضر ہے حضرت اس کو غربا میں تقسیم فرما دیں اور ہم اس دنیاوی مال سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور بصد ادب عرض کرتے ہیں کہ حضرت یہ مال ہم سے قبول فرمائیں اور غربا کو تقسیم فرما دیں اور ہمارا قصور معاف فرما کر ہم سے راضی وخوش ہو جائیں۔

باوجودیکہ ان اصحاب نے یہ تقریر کی اور اس طرح منت وزاری کی لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا عذر قبول نہ فرمایا اور یہ اصحاب دل شکستہ دور تر مقام پر بیٹھے۔

ان اصحاب کی ندامت بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ اُن کے اموال کو بطور صدقہ قبول کر تاکہ یہ گروہ گناہ سے طاہر و پاک ہو جائے۔

اس آیت کے نزول کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ کا

قصور معاف فرمایا اور اُن کا مال بطور صدقہ درویشوں کو عطا کیا۔
چونکہ اللہ تعالیٰ فیروز شاہ کو تمام افعال حسنہ سے آراستہ فرمایا تھا اس لئے بادشاہ
جس فعل کا ارتکاب کرتا اُس میں خوبی و محاسن موجود ہوتے تھے۔
غرضکہ بادشاہ کا فرمان خان جہاں کے پاس پہنچا اور اس صاحب تدبر و سیاست
وزیر نے اس امر کی تلاش و جستجو شروع کی اور جو شخص لشکر سے واپس ہوتا سرکاری پیادے
اُس کو قانونی مجرم کی طرح گرفتار کرتے تھے اور اُس کی حقیقت حال سے دیوان کو آگاہ
کرتے تھے۔
اگر یہ شخص ملازم سرکار ہوتا تو اُس کو سزائے معنوی دی جاتی تھی چنانچہ بعض اعیان
و اکابر شہر کو بھی اس قسم کی تنبیہ کی گئی۔
یہ امرا ایک ایک دو دو میان بازار گشت کرائے گئے تاکہ خرد سال و جوان
و پیران کو دیکھ کر اس امر کا اندازہ کرلیں کہ ان اشخاص سے بادشاہ ناخوش ہے۔
غرضکہ فیروز شاہ نے ایسے افراد کو محض تدارک معنوی کا ملزم قرار دیا اور
اُن کی وجہ معاش و جاگیر و مواضع کو قطعاً کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائی۔
اس کی اصل وجہ کیا ہے ظاہر ہے کہ یہ نوازش محض بادشاہ کے خلق نیک
و بہترین صفات کا ثمرہ تھی ورنہ ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ ایسے گنہگار گروہ کو کوئی
فرماں روائے صاحب قوت و اقتدار مصلحت ملک پر لحاظ کرکے معاف نہیں کرسکتا۔

گیارھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ پہنچنا اور لشکر کو فراغت حاصل ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ٹھٹھہ جا رہا تھا اور
سفر کے تمام مراحل آسانی کے ساتھ گذر رہے تھے۔
سفر کے آثنا میں حضرت شیخ الاسلام شیخ صدر الدین نبیرہ حضرت شیخ الاسلام
شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ سے فرمایا کہ یہ دعا گو حضرت شاہ سے

کچھ کہنا چاہتا ہے۔
فیروز شاہ حضرت شیخ کی جانب متوجہ ہوا اور ممدوح نے فرمایا کہ بادشاہ نے بار اول ٹھٹھہ پر حملہ کیا اور دہلی سے ٹھٹھہ روانہ ہوا۔
بادشاہ نے راہ میں اجودھن پہنچ کر حضرت شیخ فریدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی لیکن حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضر نہیں ہوئے اور ظاہر ہے کہ اس زمانے تک اہل بصیرت نے ان دونوں خانوادوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں پیدا کی ہے۔
اس مرتبہ حضرت شاہ نے یہ نذر فرمائیں کہ ٹھٹھہ کے فتح ہونے کے بعد ملتان حاضر ہو کر مشائخ ملتان کے آستانوں پر حاضری دیں گے۔
فیروز شاہ نے حضرت شیخ کی تقریر سن کر فرمایا کہ یہ خطرہ میری نیت میں بارہا پیدا ہوا ہے۔
بادشاہ نے بید عقیدت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس مرتبہ یہ ارادہ ضرور کروں گا اور خدا کی مرضی و مشیت کے مطابق عمل کروں گا۔
مختصر یہ کہ اس مرتبہ طغیانی کم تھی اور بادشاہ نے ٹھٹھہ میں نزول فرمایا۔
اہل شہر بادشاہ کے ورود سے قطعاً بےغم تھے اور اپنے مواضع و قصبات دفریات میں زراعت میں مشغول تھے۔ اول مرتبہ بادشاہ بےنیل مرام ٹھٹھہ سے واپس ہوا اور اہل شہر نے اس امر کو حجت الہٰی قرار دے کر یہ کہنا شروع کیا تھا کہ سلطان فیروز شاہ نے ہم پر حملہ کیا لیکن تقدیر الہٰی نے معاملہ برعکس کر دیا اور فیروز شاہ نے خود ہمارے لئے جان دی اور ہمارے مقابلے سے فراری ہوا۔
غرضکہ بادشاہ کے ورود کی خبر نزدیک و دور مشہور ہوئی اور اہل سندھ کو معلوم ہوا کہ شاہ ہند جرار فوج کے ہمراہ اُن کے مقابلے کو آیا ہے۔
فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے بید مسرت و مستعدی کے ساتھ اس مرتبہ گجرات سے سفر کیا تھا اور جلد سے جلد کوچ متواتر کرتا ہوا سندھ پہنچا تھا۔
اہل سندھ فیروز شاہ کی آمد اور اُس کے دبدبے سے بید خوف زدہ ہوئے تھے اور اب سندھ کی ساحلی آبادی کو خراب اور دریائے سندھ کے پل اور گھاٹ کو مسمار

کر کے حصار گلی میں پناہ گزیں ہوئے تھے۔

فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ آبادی میں پہنچا اور معلوم ہوا کہ تمام باشندگان سندھ نے زراعت میں سعی بلیغ کی ہے اور ان کی زراعت کا غلہ پختہ ہو چکا ہے۔

بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اہل سندھ دریائے سندھ کے ساحل سے دور ہٹ گئے ہیں، اس لئے ہندی لشکر نے دریا کے کنارے خیمے نصب کئے اور خندق و کٹگرہ مرتب و تیار کر کے بحید راحت و آرام سے ساحل پر مقیم ہوئے۔

چونکہ غلہ تو ہنوز مراد کو نہ پہنچا تھا اس لئے غلے کا نرخ آٹھ یا دس جیتل فی من سیر تھا۔

اسی درمیان میں نیا غلہ تیار ہو گیا اور اجناس کا نرخ بحید ارزاں ہو گیا۔

غرضکہ خدا کے فضل و کرم سے خلائق لشکر ہر چہار جانب نہایت اطمینان سے گشت کرتی تھی اور اہل سندھ کے قریات و قصبات سے غلے کو جمع کرتی تھی۔

دریائے سندھ کے ساحل پر بے شمار قریئے آباد تھے اور بعض قریوں کے باشندے جو دریا کو عبور نہ کر سکتے تھے شاہی لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے۔

یہ خبر بادشاہ کو معلوم ہوئی اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ درگاہ شاہی کے نقیب و چاؤش لشکر میں منادی کر دیں کہ چونکہ یہ چند قیدی مسلمان ہیں ان کو غلام و کنیز بنانا اور ان کی گردنوں میں خدمت کا جوا ڈالنا زیبا نہیں ہے۔ جو شخص احکام سلطانی کے خلاف کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔

بادشاہ کا حکم تھا کہ جو شخص ان اسیروں کو گرفتار کرے، ان کو اپنی حفاظت و نگہبانی میں نہ رکھے۔

غرضکہ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ اسیر دیوان شاہی میں داخل کئے جائیں اور اس طرح تقریباً چار ہزار سندھی دیوان شاہی میں جمع ہوئے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ان قیدیوں کو عمدہ مقام پر رکھا جائے اور ہر فرد کو تین سیر غلہ روزانہ دیوان وزارت سے عطا کیا جائے۔

اس زمانے میں منگہ پانچ تنگہ فی من اور جوار چار تنگے فی من تھی، اس لئے شاہی حکم کے مطابق ان قیدیوں کو منگہ دی جانے لگی۔

حقیقت ہے کہ جو سلوک ان قیدیوں کے ساتھ اس حلیم و کریم بادشاہ

یعنی سلطان فیروز شاہ نے کیا اس کی نظیر تاریخ میں دستیاب ہونی محال ہے۔

بارھواں مقدمہ

ملک عماد الملک و ظفر خاں کا دریائے سندھ کو عبور کر کے اہل سندھ سے جنگ کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دریائے سندھ کے ساحل پر قیام کیا اور اہل سندھ کا ایک بہت بڑا گروہ گھاٹ کو چھوڑ کر شوخ چشمی کرتا تھا۔ فیروز شاہ نے بحد غور و فکر کے بعد یہ طے کیا کہ عماد الملک و ظفر خاں کو حکم دیا جائے کہ یہ اشخاص دریائے سندھ کو عبور کر کے اہل سندھ کو تباہ و پامال کریں۔

اہل سندھ کا ایک گروہ بحد قوت و ساز و سامان کے ہمراہ ستر کوس تک راہ میں حائل تھا۔

یہ گروہ ہوشیاری و بیداری میں بحد کوشاں تھا اور اہل ہند دریا کو عبور نہ کر سکتے تھے۔

بحد مشورہ و غور کے بعد طے پایا کہ عماد الملک اور ظفر خاں بیشمار لشکر کے ہمراہ پیچھے واپس ہوں اور دہلی کا رخ کریں اور کشتیاں اپنے برابر واپس لیتے آئیں۔

ساحل دریا کے قریب ایک سو تیس کوس زمین طے کر کے بھکر کے نیچے دریائے سندھ کو عبور کریں اور اسی قدر مسافت زمین طے کر کے ملک سندھ میں داخل ہوں اور حریف سے معرکہ آرائی کریں۔

غرضکہ اس مشورے پر عمل کیا گیا اور عماد الملک اور ظفر خاں نے بے پایاں فوج و لشکر کے ہمراہ ایک سو تیس کوس زمین طے کی اور سندھ میں داخل ہوئے۔

اہل سندھ بھی بے شمار سوار اور پیادوں کے ہمراہ حصار سے باہر نکلے۔

طرفین میں ایسی شدید جنگ ہوئی کہ احاطۂ تقریر سے باہر ہے۔

سلطان فیروز شاہ دوسری جانب مقیم تھا اور اگرچہ اس مقام سے ٹھٹھہ کا قلعہ نظر آتا تھا لیکن چونکہ دریا کا پاٹ بہت بڑا تھا جس کی وجہ سے دوسرا ساحل نظر نہ آتا تھا اس لئے لشکر شاہی کی معرکہ آرائی سے بادشاہ قطعاً بےخبر تھا۔ صرف سواروں کے گھوڑے دور سے نظر آتے تھے۔

پر سلطان فیروز شاہ کی آنکھیں آسمان سے لگی ہوئی تھیں اور بادشاہ ہر لحظہ لطیفۂ غیبی کا امیدوار تھا۔

غرضکہ ظلمت شب پھیلی اور فیروز شاہ نے الہام الٰہی سے مستفید ہوکر ایک بہی خواہ ملازم کو حکم دیا کہ ایک کشتی پر سوار ہوکر دریائے سندھ کو عبور کرے۔ بادشاہ نے اس ملازم کو ہدایت کی کہ عماد الملک کو پیغام دے کہ اسے بشیر اب واپس ہوا اور بارگاہ شاہی کا رخ کرو اس لئے کہ طرفین سے بےگناہ مسلمانوں کا خون بیکار ضائع ہو رہا ہے۔

ان امیروں سے تاکید کر کہ جس راہ سے گئے تھے اسی راہ سے واپس ہوں۔

یہ ملازم حکم شاہی بجا لایا اور عماد الملک و ظفر خاں کو بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔ اور یہ امیر واپس ہوئے جس طرح کہ ایک سو تیس کوس راہ طے کرکے گھاٹ کے ذریعے سے ٹھٹھہ واپس ہوئے تھے اسی طرح ایک سو تیس کوس زمین طے کرکے نشیبی راہ سے واپس ہوکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔

عماد الملک و ظفر خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیروز شاہ نے ان امیروں سے فرمایا کہ یہ ایک مشت اہل سندھ مجھ سے فرار ہوکر کہاں جائیں گے اگر یہ افراد سوراخ مور میں بھی پناہ لیں گے تو بھی لشکر سلطانی ان کے سر پر پہنچ جائیگا۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ اس ملک میں ایک بزرگ شہر آباد کروں اور یہاں قیام کرکے مشیت الٰہی کا منتظر رہوں۔

تیرھواں مقدمہ

عماد الملک کا طلب حشم و لشکر کے لئے دہلی وارد ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دریائے سندھ کے ساحل پر چند روز

قیام کیا اور ہر شخص اپنے کاروبار میں مشغول ہوا۔
سلطان فیروز شاہ نے محفل خلوت میں اپنے مشیران بارگاہ سے ارشاد کیا کہ اس مہم کے بارے میں مشورہ کرنا چاہیئے۔
بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ عماد الملک دہلی روانہ ہو اور جس قدر لشکر و فوج دار الملک میں موجود ہے اُس کو اور نیز تمام اقطاع و پرگنات کی فوج اپنے ہمراہ ٹھٹھہ لے آئے۔
بادشاہ نے چند روز کے بعد عماد الملک کو رخصت کر دیا اور اُس سے فرمایا کہ بشیر امیری نصیحت یہ ہے کہ تو خان جہاں پر لشکر جمع کرنے کے لئے حکم نہ کرنا۔
یہ ظاہر ہے کہ خان جہاں ایسا مدبر و باوفا امیر ہے کہ وہ خود میرے فرمان کی تعمیل میں ایک لمحہ غفلت نہ کرے گا۔ تیری خدمت صرف یہی ہے کہ تو اپنے کو اُس تک پہنچا دے۔
میں تجھ کو ایک مصلحت کی بنا پر روانہ کر رہا ہوں ورنہ خان جہاں میرا فرمان پہنچتے ہی خود تمام لشکر وحشم کو اس جانب روانہ کر دیتا۔
مختصر یہ کہ عماد الملک ٹھٹھہ سے دہلی روانہ ہوا اور منزل بمنزل سفر کرتا ہوا دہلی کے نواح میں پہنچا۔ خان جہاں کو معلوم ہوا کہ عماد الملک آ رہا ہے اور یہ امیر استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلا۔
عماد الملک کی نظر خان جہاں پر پڑی اور عماد الملک مرکب سے زمین پر اُترا۔
خان جہاں بھی پا پیادہ ہوا اور چتر کو اپنے سر سے علٰحدہ کر دیا۔
ہر دو امیر یک جا ہوئے اور اول عماد الملک اپنے ہاتھ خان جہاں کے قدموں تک لے گیا اور اس کے بعد خان جہاں بتواضع تمام اپنے ہاتھ عماد الملک کے قدموں تک لے گیا اور اس کے بعد ہر دو امیر بغل گیر ہوئے اور گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔
خان جہاں چتر سے دور عماد الملک کے برابر چل رہا تھا اور ہر دو امیر حرف و حکایات میں مصروف ہوئے۔
خان جہاں عماد الملک کو قصر سلطانی میں لایا اور دونوں امیر یک جا بیٹھے۔
خان جہاں نے زر بفت و زر دوزی کے کپڑے عماد الملک کے سامنے

پیش کیئے۔

عماد الملک واپس ہوکر اپنے مکان روانہ ہوا اور اس کے بعد خان جہاں نے ایک لاکھ تنگے عماد الملک کی دعوت کے لئے روانہ کیئے۔

مختصر یہ کہ خان جہاں نے لشکر و فوج کی طلب میں تمام اقطاع و ممالک میں خطوط روانہ کیئے۔ چنانچہ بداون و قنوج و سندھ و آودھ و جون پور و بہار و ترہٹ و مہوبہ و ایرج و چندیری و دھار و میان دوآب بغیر دوآب و سامانہ و دیپال پور و ملتان و لاہور و دیگر بلاد و ممالک کے لشکر خان جہاں نے قلیل مدت میں جمع کر دئے۔

خان جہاں اس کام کے لئے ہر روز مسند پر بیٹھتا اور خان جہاں و عماد الملک کے درمیان محبت و ارتباط کی گفتگو ہوتی۔

خان جہاں نے لشکر کی فراہمی کے لئے عماد الملک کے بھائی کو روانہ کیا۔

جو اشخاص کہ سلطانی لشکر سے واپس آئے تھے وہ بیحد نادم و پشیمان تھے اور یہ کہتے تھے کہ کاش ہم یہاں نہ آئے ہوتے۔

عماد الملک بھی مع تمام حشم و لشکر کے جلد سے جلد روانہ ہوکر بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا اور اس نے خان جہاں کے حالات سے بادشاہ کو اطلاع دی۔

جو اشخاص کہ سلطانی لشکر سے واپس آئے تھے وہ بیحد نادم و پشیمان تھے اور یہ کہتے تھے کہ کاش ہم یہاں نہ آئے ہوتے۔

مختصر یہ کہ ٹھٹھہ میں شدید قحط رونما ہوا اور ہر شخص نے مختلف مقامات کی راہ لی۔

جس طرح کہ اول بار فیروز شاہ کے لشکر میں تنگ دستی پیدا ہوئی تھی بعد کو غلے کی وجہ سے حیرانی و پریشانی ہوئی اسی طرح بار دوم اہل سندھ کے لشکر میں پریشانی اور قحط نمودار ہوا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ سرزمین ٹھٹھہ سے واپس ہوا اور اہل سندھ نے اپنے قدیم مکان میں آرام لیا اور انھوں نے بے خوف و خطر تمام اندوختہ غلہ تخم ریزی کے لئے زمین میں بو دیا۔

اہل سندھ کا تمام غلہ اس طرح ختم ہوگیا اور نئے غلے کے تیار ہونے کا وقت آگیا۔

اس زمانے میں جبکہ نیا غلہ تیار ہو رہا تھا بادشاہ گجرات سے ٹھٹھہ روانہ ہوا

اور فیروز شاہی لشکر اہل سندھ کے تمام غلے پر قابض ہو گیا۔
اہل لشکر غلے کی فراوانی سے بیحد مطمئن ہو گئے اور ٹھٹھہ میں قحط نمودار ہوا۔
یہ قحط ایسا شدید تھا کہ اہل سندھ کی جان کے لالے پڑ گئے چنانچہ ایک سیر غلے کی قیمت ایک اور دو تنگے ہو گئی۔
عماد الملک نے بادشاہ سے خان جہاں کی بیحد تعریف کی اور یہ عرض کیا کہ یہ وزیر تمام تدابیر ملکی میں بہترین صفات کا جامع ہے اور وزیران قدیم سے کسی طرح کم کا مستحق نہیں ہے۔
فیروز شاہ وزیر کے حالات سن کر اور لشکر کی آمد سے باخبر ہو کر بیحد خوش ہوا۔
غرضکہ تمام لشکر سلطانی بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا اور ہر شخص کو خلعت عطا ہوا۔
اس کے علاوہ اہل سندھ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان فیروز شاہ کا ارادہ ہے کہ مع تمام فوج و لشکر کے اس ملک میں داخل ہو۔
اہل سندھ بادشاہ کے ارادے سے آگاہ ہوئے اور ان کے قلوب رنج و غم کا شکار ہوئے۔ ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی۔
شاہی لشکر کو خدا کی رحمت سے اس مرتبہ بیحد اطمینان و فارغ البالی نصیب ہوئی۔
اس قحط کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل سندھ کا ایک گروہ روزانہ کشتی میں سوار ہو کر بادشاہی لشکر میں آتا تھا اور ٹھٹھہ کا ملک روز بروز خراب و ویران ہوتا جاتا تھا۔
جام و بابنھ ان واقعات سے بیحد پریشان ہوئے اور انھوں نے باہم مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ہم کو فیروز شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا مناسب ہے اور اس طرح تمام افکار اور اندیشوں سے نجات حاصل کرنی چاہیئے۔
اس کے بعد جام و بابنھ نے ایک شخص کو حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر اوچھ روانہ کیا اور حضرت کو اپنے حال سے خبر دی۔
اہل سندھ نے حضرت سے التجا کی کہ جناب سید اوچھ سے یہاں تشریف لائیں۔

چودھواں مقدمہ

فیروز شاہ اور اہل سندھ کے درمیان صلح ہونا

نقل ہے کہ اہل سندھ نے اس امر پر اتفاق کیا کہ حضرت سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو واسطہ بنانا چاہیئے۔

جام و بانبھ نے ایک شخص کو آوچھ روانہ کیا اور حضرت کو اپنے احوال سے آگاہ کیا۔

حضرت سید جلال آوچھ سے فیروز شاہی لشکر میں تشریف فرما ہوئے۔

حضرت کے تشریف لانے سے تمام اہل لشکر حضرت کے قدمبوس ہوئے اور حضرت سید نے فرمایا کہ بابا اطمینان رکھو، انشاء اللہ چند روز میں صلح ہو جائیگی۔

حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نشان بارگاہ کے قریب پہنچے اور بادشاہ نے نہایت خلوص سے استقبال کیا اور اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے لشکر میں لے آیا۔

فیروز شاہ اور حضرت سید جلال بخاری نے باہم دگر مصافحہ کیا اور حضرت سید نے بادشاہ سے فرمایا کہ ایک صالحہ و عفیفہ عورت ٹھٹھہ میں موجود تھی اور اس کی دعا کی برکت سے ٹھٹھہ فتح نہیں ہوتا تھا۔

ہر چند کہ یہ دعا گو خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا تھا لیکن وہ پاک دامن درمیان میں حائل ہو جاتی تھی۔ اب تین روز ہوئے کہ اُس عفیفہ نے جنت کی راہ لی اور اب امید ہے کہ ٹھٹھہ جلد سے جلد فتح ہو جائے گا۔

اہل سندھ کو بھی معلوم ہوا کہ حضرت سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ ٹھٹھہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ان اشخاص نے حضرت کے حضور میں متواتر پیغام روانہ کرنا شروع کیے۔

اہل سندھ نے حضرت سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا اور جناب سید نے بھی ان کے مقصود کے مطابق بادشاہ سے ارشاد فرما کر اُن کو مطمئن فرمایا۔

فیروز شاہ نے حضرت سید کی سفارش سے اہل سندھ کو ان کے مطالبات سے دوچند عطا فرمایا۔

مختصر یہ کہ حضرت سید نے جام و بانبھ کے تمام مطالبات بادشاہ سے منظور کرائے اور بانبھ نے جام سے مشورہ کر کے کہا کہ چونکہ فیروز شاہ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سب سے قبل میں نے ملک میں شور و فساد برپا کیا ہے اس لئے مناسب ہے کہ اوّل میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور میرے بعد تم بادشاہ کی بارگاہ میں حاضری دو۔

جام کو بانبھ کی یہ رائے بیحد پسند آئی اور اُس نے بانبھ کو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔

مختصر یہ کہ بانبھ دوسرے روز بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

پندرھواں مقدمہ

بانبھ کا بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا

نقل ہے کہ جس روز بانبھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس روز فیروز شاہ شکار کے لئے سوار ہوا تھا۔

عین شکار گاہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بانبھ بارگاہ شاہی میں حاضر ہوتا ہے۔ اُس وقت بادشاہ ایک گرگ کو گرفتار کر رہا تھا۔

بادشاہ نے اس جانور کے گرفتار کرنے میں بیحد کوشش کی تھی لیکن بانبھ کی آمد کی خبر سن کر بادشاہ قطعاً متغیر نہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ انسان کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ جس شے کے لئے اُس نے بیشمار تکلیف برداشت کی ہو اُس کے دستیاب ہونے سے اُس کو خوشی و مسرت ہوتی ہے لیکن سبحان اللہ اس تاجدار دین دار کا کیا کہنا کہ یہ بادشاہ بانبھ ایسے حریف کی آمد کی خبر سن کر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

عقلا نے سچ کہا ہے کہ آئین ملک داری میں جو فراست فیروز شاہ کو نصیب تھی، اُس کا خیال کسی قلب میں نہ آیا ہوگا۔ ان عقلا کا یہ قول قطعاً صحیح ہے اور درحقیقت یہ بادشاہ تدابیر ملکی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔

غرضکہ بانبھ عین شکارگاہ میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور اُس وقت فیروز شاہ گرگ کے شکار سے فارغ ہو چکا تھا۔

بادشاہ چتر شاہی و بارگاہ بادشاہی کے زیر سایہ جولان گری کر رہا تھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک زریں چوب تھی

اسی درمیان میں بانبھ اپنی گردن میں دستار ڈالے ہوئے اور اپنی تلوار کو گلے سے باندھے ہوئے بیحد پریشانی کے عالم میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔

بانبھ مجرموں کی طرح حاضر ہو کر مثل بندگان فرماں بردار کے بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا اور رکاب سعادت کو بوسہ دیا۔

غرضکہ بانبھ نے بادشاہ کی قدمبوسی کی اور رکاب کو بوسہ دیا اور فیروز شاہ دست شفقت اُس کی پیٹھ پر رکھا اور فرمایا کہ بانبھ تم مجھ سے کیوں خوف زدہ ہوتے ہو، میں عام طور پر کسی شخص کو مضرت نہیں پہنچاتا چہ جائیکہ تم قطعاً مطمئن رہو تمہارا مرتبہ انشاء اللہ دوگونہ بلند و بالا ہو جائے گا۔

غرضکہ بادشاہ نے حکم دیا کہ بانبھ کو ایک اسپ تازی عطا ہو۔

فیروز شاہ بانبھ سے اس قدر گفتگو کر کے خاموش ہو گیا اور پھر شکار میں مشغول ہوا۔

بادشاہ بانبھ کے آنے کے بعد ایک پاس شکار میں مصروف رہا۔

اُسی روز بانبھ کے ہمراہ جام بھی آیا اور نہایت تیزی کے ساتھ بادشاہ کی قدمبوسی کے لئے دوڑا۔

جام نے بھی عقل سے کام لیا اور عین شکارگاہ میں بادشاہ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔

حاجبان درگاہ و عہدہ داران شاہی تخت شاہی کے قریب قدمبوسی کو لے گئے اور جام دستار باندھے ہوئے مثل اہالیان مشہور کے حاضر ہوا اس لئے کہ دستار کو گلے میں ڈالنا اور تیغ کو گردن میں حائل کرنا صرف بار اوّل ضروری تھا۔

چونکہ بانبھ اس سے قبل مجرمین کی طرح فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہو چکا تھا۔ اس لئے اب جام دستار بند ہو کر مثل امان یافتہ مجرم کے حاضر ہوا۔

غرضکہ جام نے نہایت عقیدت کے ساتھ شاہی رکاب کو بوسہ دیا، اور بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا اور مسرت کے عالم میں گھوڑے کو کاوا دینے لگا۔ بادشاہ نے جام کی پشت پر دست شفقت پھیرا اور نہایت نرمی سے گفتگو کی۔ جام نے عاجزی کا اظہار کیا اور جو قصور اس سے سرزد ہوئے تھے ایک ایک کر کے بادشاہ کے حضور میں بیان کئے۔ اس موقع پر جام نے یہ مصرع پڑھا کہ:۔ "شاہ بخشندہ توئی و بندہ شرمندہ منم"

فیروز شاہ نے جام پر بیحد نوازش فرمائی اور نہایت شفقت سے احوال دریافت کیا۔

جام کو بھی ایک اسپ تازی عطا ہوا اور بادشاہ نے یہ مصرعہ پڑھا:۔

"از من نہ سزد بدی و خود بد نہ کنم"

مختصر یہ کہ بادشاہ شکار گاہ سے واپس ہو کر اپنی فرودگاہ کو واپس آیا، اور جام و بانبھ کو خلعت عطا کئے۔ بادشاہ نے جام و بانبھ کو جامہ ہائے زردوزی و علم عطا فرمائے اور اُن کے دیگر ہمراہیوں کو ہر شخص کی حیثیت کے مطابق خلعت عنایت ہوئے۔

غرضکہ فیروز شاہ نے اپنی بصیرت کی بنا پر حکم دیا کہ جام و بانبھ کو اطلاع دی جائے کہ اپنے خیل خانہ اور تابعین کے ہمراہ میرے ہمرکاب دہلی روانہ ہوں۔

جام و بانبھ نے بادشاہ کی مرضی اسی میں پائی اور اپنے خیل خانے گھاٹ سے ہمراہ لائے اور بادشاہ کے ہمرکاب روانہ کیا۔

سولھواں مقدمہ
فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا

نقل ہے کہ جام و بانبھ بیحد سعی و کوشش کے ساتھ شاہی اطاعت گزار حلقے میں

داخل ہو گئے اور اُن کا خطرہ قطعاً زائل ہو گیا تو فیروز شاہ کے لشکر میں عام خوشی پیدا ہو گئی۔ لشکر گاہ کے ہر گوشے میں اہل لشکر اطمینان و فراغت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے اور ہر فرد مطمئن ہو گیا۔ فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ ٹھٹھہ سے روانہ ہو کر دہلی واپس آئے۔

بادشاہ نے جام کے فرزند اور تماجی برادر بانبھ کو سندھ کی حکومت عطا فرمائی۔ فیروز شاہ نے ان کو خلعت و مراتب عطا کئے اور جدید حاکمان ملک اُسی وقت چار لاکھ تنگے نقد بطور خدمت عطا کئے اور ہر سال چند لاکھ تنگے نقد اور اسباب و سامان پیش کرنے کا وعدہ کیا۔

فیروز شاہ جام و بانبھ اور اُن کے خیل خانے کے ہمراہ دہلی واپس ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جام و بانبھ کو دہلیز خاص کے سامنے قیام کی اجازت دی جائے اور فراشینہ سفید فراش خانۂ خاص سے عطا ہو۔ بادشاہ نے ملک سیف الدین خوجو کو حکم دیا کہ جام و بانبھ کو آئین سلطانی کے مطابق آداب شاہی سکھلائے اور اُن کی نگہبانی کرے۔

مختصر یہ کہ جام و بانبھ اپنے خیل خانے کو لشکر شاہی میں لے آئے اور کشتیوں میں سوار کرایا اور بادشاہ کامیاب و بامراد دہلی واپس ہوا۔ ملک سیف الدین خوجو شاہی ہدایت کے مطابق شب و روز ان کی نگہبانی و خدمت کرتا تھا۔ ایک روز یہ خبر مشہور ہوئی کہ بانبھ کے فرزند و حاشیہ نشین جس کشتی میں سوار تھے وہ غرق ہو گئی۔ بانبھ یہ خبر سُن کر پریشان ساحل دریا کی طرف دوڑا۔ ملک سیف الدین خوجو نے خیال کیا کہ شاید بانبھ دغا کرنا چاہتا ہے اور اس بہانے سے اپنے ملک کو واپس ہونے کا خواہشمند ہے۔

ملک سیف الدین خوجو کو فکر لاحق ہوئی اور اس امیر نے اپنے فرزند کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر کے یہ پیغام دیا کہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ بانبھ اور اس کے تالفین کی کشتی غرق آب ہو گئی اور بانبھ اس خبر کو سن کر ساحل دریا کی طرف جا رہا ہے۔ اس خبر اور بانبھ کی حرکت سے گمان بد ہوتا ہے۔ اگر شاہی حکم ہو تو فدوی بانبھ کو اپنی جگہ سے حرکت کرنے کا مانع ہو۔

بادشاہ نے قدرے تامل فرماکر ارشاد کیا کہ اپنے پدر کو ہدایت کر کہ وہ بھی بابنھ کے ہمراہ رہے اور اگر دیکھے کہ بابنھ کشتی میں سوار ہوکر اپنے وطن کو واپس ہو رہا ہے تو اس سے صرف یہ کہہ دے کہ اگر تو مرد ہے اور تجھ میں جرأت موجود ہے تو قدم آگے بڑھا۔

اپنے پدر کو ہدایت کر کہ وہ صرف یہ تقریر کر کے واپس ہو اور بابنھ کا مانع نہ ہو اس کے بعد میں خود بابنھ سے بازپرس کرلوں گا۔۔

مختصر یہ کہ جب تک ملک سیف الدین کا پسر بادشاہ کا پیغام پدر تک پہنچائے بابنھ کو معلوم ہوگیا کہ اُس کے زن وفرزند کے غرق آب ہونے کی خبر قطعاً غلط ہے اور اُس کے اہل وعیال ونیز خدام قطعاً زندہ صحیح وسالم ہیں۔

بابنھ یہ خبر سن کر لشکر کی طرف واپس ہوا۔

اس واقعے کو معرض تحریر میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ ایسا مستقل مزاج فرماں روا تھا کہ ملک سیف الدین نے اپنے پسر کے واسطے سے بابنھ کے متعلق اس درجہ تشویش انگیز خبر بادشاہ تک پہنچائی، لیکن فیروز شاہ کے قلب میں خطرہ نہ پیدا ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ ایسا ہی صاحب تجربہ وپختہ کار فرمانروا تھا کہ اُس نے آئین فراست وجہانداری سے یہ حکم صادر فرمایا ورنہ دوسرا حکمراں ایسی دہشتناک خبر سُن کر اس درجہ تحمل نہ کرتا۔

الغرض سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت ومہربانی سے متواتر کوچ کرتا ہوا دہلی واپس ہوا۔

خلائق شہر ڈھائی سال کے بعد بحید خوشی ومسرت کے عالم میں اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔

بادشاہ نے راہ سے ملتان کا قصد کیا اور اس اسلامی شہر میں پہنچ کر مشائخ ملتان کی زیارت کی اور اہل شہر کو اچھے انعام واکرام سے سرفراز وشاد فرمایا۔

بادشاہ نے دہلی میں فتح نامہ روانہ کیا اور دارالملک میں فتح نامہ پہنچنے کے بعد خان جہاں وزیر نے، جو اس مژدے کا منتظر تھا، فرمان شاہی کی طرف دوڑا اور مجمع عام میں

شاہی فرمان کو بآواز بلند پڑھا۔

شہر دہلی میں اکیس روز کامل طبل شادی بجے اور قبے آراستہ کئے گئے۔

خان جہاں نے بیحد شان و شوکت کے ساتھ سرحد دیبال پور تک بادشاہ کا استقبال کیا۔

سترھواں مقدمہ

خان جہاں کا شہر دیبال پور تک بادشاہ کا استقبال کرنا

روایت ہے کہ خان جہاں نے سفر کی تیاری کی اور دیبال پور تک بادشاہ کا استقبال کیا۔ یہ وزیر بادشاہ کی ملازمت حاصل کرکے بیحد خوش ہوا اور بیشمار پیشکش فیروز شاہ کی خدمت میں گذرانے۔

سلطان فیروز شاہ نے ٹھٹھہ و گجرات کے تمام شدائد و مصائب کی تفصیل خان جہاں سے بیان کی۔ اس موقع پر وزیر باتدبیر اسرار بیان کئے اور ہر شدائد و تکالیف کی جو خلق و لشکر نے برداشت کئے اور قحط و باران رحمت کی بہترین توجیہہ فرمائی۔ خانجہاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ چونکہ خدا کی رحمت اور اُس کا فضل و کرم حضرت کے شامل حال ہے اس لئے تمام تکالیف راحت سے بدل گئیں۔

ٹھٹھہ ایسا دشوار و مخالف ملک جو سلطان معزالدین سام کے عہد حکومت سے تا ایندم کسی تاجدار دہلی سے فتح نہ ہوا تھا۔ پروردگار کے فضل و کرم سے حضرت کے قبضۂ تصرف میں آیا۔

جو ملک سلطان علاءالدین خلجی ایسے فرماں روا سے جو سلاطین روم و چین کا ہمسر تھا فتح نہ ہوسکا اور جس سرزمین کو باوجود سالہائے سال کی کوشش کے حضرت خدا انگان مغفور سلطان محمد شاہ تغلق کا جرار لشکر زیر نگین نہ کرسکا وہی مخالف ملک بغیر تیغ زنی کے پروردگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت کے دست حق پرست پر فتح کرایا۔

خداوند عالم اگر غور فرمائیں تو حضرت کا یہ کارنامہ کچھ کم قابل ستائش نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ اپنے فتحمند لشکر کے ہمراہ شہر دیبال پور سے روانہ ہو کر دہلی پہنچا۔

تمام اہل شہر نے عمدہ و نفیس بیرقوں و لطیف ساز و سامان کے ساتھ بادشاہ کا استقبال کیا۔

دہلی میں قبے تیار کئے گئے اور شہر میں آرائش و عام خوشی منائی گئی اور تمام جانب سے خلق تماشے کے لئے شہر میں جمع ہوئی۔

قبوں کے سائے میں بیشمار نعمتیں انبار کر دی گئیں اور طعام و شراب و تنبول و میوہ تر و خشک بکثرت مہیا کئے گئے۔

ہر تماشائی خوان نعمت سے مستفید ہوتا اور کسی شخص کو ممانعت نہ تھی کہ ان اشیاء سے مستفید نہ ہو۔

غرضکہ تمام عالم میں خوشی و اطمینان کا دور دورہ ہوا اور ہر مکان میں جشن کی مجلس منعقد ہوئی۔

ظاہر ہے کہ خلائق شہر شدید محنت و مشقت کے بعد اپنے مکان پہنچے تھے اور اپنے احباب و اعزہ سے ملاقات کی تھی اس لئے ہر گھر میں دن عید رات شب برات کا سماں نظر آتا تھا۔

جو اشخاص کہ کونجی رن کے مصائب کو برداشت کر کے زندہ و تندرست اپنے مکان پہنچے تھے ان کے گھر میں غلغلۂ شادی بلند تھا اور جن غربا نے کہ اس صحرائے جاں ستاں میں دنیا کو خیرباد کہا تھا اُن کے مکانات میں شور ماتم برپا تھا۔

غرضکہ بعض مکانات میں سرود اور بعض میں گریہ وزاری کی مختلف صدائیں بلند تھیں۔

فیروز شاہ نے یہ واقعات سنے اور آبدیدہ ہو کر خان جہاں سے فرمایا کہ جو غریب کونجی رن میں جاں بحق ہوئے ہیں اور اُن کا مال و اسباب برباد ہوا ہے اُن کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے اگر ٹھٹھہ کا سفر نہ کیا جاتا تو مخلوق کو یہ روز سیاہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

بادشاہ نے خان جہاں کو حکم دیا کہ متوفّی اشخاص کی تنخواہ و روزینہ اُن کے ورثاء

بحال رکھا جائے۔ ان ورثہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔

بادشاہ نے باردوم کہا کہ ان کے حالات میرے روبرو پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ جن اشخاص نے ہماری مخالفت کی ہے اور گجرات میں رقم لے کر دہلی فرار ہوئے ہیں ادریہم کو اس مصیبت کے عالم میں چھوڑ دیا ہے، اُن کا روزینہ اور مواضع بھی اُن پر بحال رکھے جائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھ سے کسی شخص کو کسی قسم کا بھی رنج و آزار پہنچے۔

غرضکہ جام و بابنھ اپنے تمام خیل خانے کے ہمراہ شاہی رعب و داب سے متاثر دہلی میں وارد ہوئے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کے متعلقین کو سرائے ملکہ کے متصل قیام کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ یہ اشخاص اطمینان کے ساتھ یہاں زندگی بسر کریں۔

غرضکہ جام و بابنھ کے خیل خانے کو جائے قیام عطا ہوئی اور یہ گروہ جس محلے میں آباد ہوا وہ حصہ سرائے ٹھٹھہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

فیروز شاہ نے مبلغ دو لاکھ تنگے بابنھ کے لئے اور اسی قدر رقم جام کے واسطے نقد خزانے سے بطور انعام خزانۂ شاہی سے مقرر کی۔

علاوہ اس سالیانہ کے ہر روز اس قدر انعام از قسم پارچہ و دیگر اشیاء ان کو عطا ہونے لگیں کہ انھوں نے ٹھٹھہ کو قطعاً گوشۂ دل سے فراموش کر دیا۔

دربار عام میں فیروز شاہ تخت شاہی پر جلوس کرتا اور جام و بابنھ جامہ خانہ میں جہاں سے فرو تر دست راست کی طرف جگہ پاتے تھے۔

مؤرخ عفیف انشاء اللہ ان کی درباری نشست کا حال بیان باریابی کے مقدمے میں تفصیل سے بیان کرے گا۔

اس کے علاوہ مولف تمام خانان و ملوک کے مراتب دربار جو شاہی حکم کے مطابق اُن کے لئے تجویز کئے گئے تھے، نہایت شرح و بسط کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کرے گا۔

غرضکہ اس واقعے کو چند سال گزر گئے اور برادر بابنھ مسمی تماجی نے بغاوت کی۔

فیروز شاہ نے جام کو اُس کے مقابلے میں روانہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جام نے ٹھٹھہ پہنچ کر تماجی کو ملک سے باہر کر دیا۔

بانبھ دہلی میں مقیم رہا اور بادشاہ کے خدام میں داخل زندگی بسر کرتا رہا۔
اس درمیان میں سلطان تغلق شاہ حکمراں ہوا اور بانبھ کو چتر سفید عطا کر کے ٹھٹھہ روانہ کیا، لیکن بانبھ نے راہ میں وفات پائی۔

اٹھارھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے واپس آکر طاس گھڑیال وضع کرنا

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے انوار بصیرت و نیز فہم و فراست سے دہلی میں ایک نادر روزگار شے وضع فرمائی۔
ایک شے جس کو نادر روزگار کہہ سکتے ہیں، طاس گھڑیال کی ایجاد ہے۔
یہ ایک ایسی یادگار ہے جو کسی فرماں روائے صاحب اقتدار کو نصیب نہ ہوئی، اس لئے کہ جس بادشاہ نے کوئی شے دنیا میں وضع کی، وہ امتداد زمانہ کی وجہ سے جلد سے جلد معدوم ہو گئی۔
حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک چھ سلاطین الوالعزم نے دنیا میں چھ یادگاریں چھوڑیں۔
کیومرث نے کلاہ، جمشید نے تیغ، فریدوں نے سریر، کیخسرو نے جام گیتی نما، اسکندر نے آئینہ، حضرت سلیمان نے مہر اپنی یادگار چھوڑی۔
غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے بھی طاس گھڑیال کو وضع کر کے خراسان سے بنگالہ تک تمام ممالک میں اپنی یادگار چھوڑی۔
یہ چھ یادگاریں جو مذکورہ بالا چھ شہریاران نامور نے دنیا میں چھوڑیں، ان میں سے ہر یادگار سے صرف ایک ہی نفع مقصود تھا اور بیشتر وہ دنیاوی نفع تھا۔
فیروز شاہ نے اپنے انوار بصیرت سے طاس گھڑیال وضع کرنے میں جہد سعی و کوشش کی اور اگرچہ اس ایجاد سے بھی بظاہر دنیاوی نفع خیال کیا جاتا ہے لیکن اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو اس میں آخرت کے فوائد بھی موجود ہیں۔ چنانچہ

یہ مورخ حالات سلاطین یعنی شمس سراج عفیف مختصراً ساعت منافع بیان کرتا ہے۔
نفع اول یہ ہے کہ گھڑیال کے بجانے سے اُس کی آواز اہل عالم کے گوش تک
پہنچتی ہے اور انسان روز و شب کے گزرنے سے آگاہ ہوتا ہے۔
اہل غفلت کو اپنی عمر عزیز کے گزرنے کا علم ہوتا ہے اور حیات ناپائدار کے
بیکار ضائع ہونے پر افسوس کرتے ہیں۔ دوسری منفعت یہ ہے کہ جب ہوا تاریک
ہوتی ہے اور افق آسمان پر غبار آجاتا ہے تو غریب نمازی ظہر و عصر کا صحیح وقت معلوم
نہیں کر سکتے اور اپنے قرائن و قیاس سے ظہر کی نماز عصر کے وقت اور عصر کی نماز
مغرب کے وقت ادا کرتے ہیں۔
اس عہد میں علما و مشائخ کے گروہ میں بیحد اختلاف ہے اور ہر فرد نے اپنے
اجتہاد کے موافق فتویٰ دیا ہے جس کی وجہ سے مختلف اقوال منقول ہیں۔
جبکہ اس قسم کے اوقات کا فرق نمازیوں کو معلوم ہوجاتا ہے تو گھڑیال کی
آواز سنتے ہی ہر شخص آگاہ ہوجاتا ہے کہ کس قدر دن گزر گیا اور کتنا باقی ہے اور اس طرح
نماز ظہر و عصر کے اوقات میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔
تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جب صاحبان تہجد نماز کے لئے تیار ہوتے ہیں اور شب کا
پتا نہیں چلتا تو اُس کو ادائے نماز میں تردد ہوتا ہے۔
واضح ہو کہ ہمارے سردار و آقا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد
فرض تھی اور حضور کی امّت کے لئے سنّت ہے۔
اگر کوئی ایماندار مسلم تہجّد کا پابند ہوتا ہے جس کا وقت نصف شب
گزرنے کے بعد سے نماز کے آغاز تک ہے اور اُس کو اوقات شب کا علم نہیں ہوتا تو
اُس کو ادائے صلوٰۃ میں تردد و شبہہ ہوتا ہے لیکن گھڑیال کی آواز سنتے ہی اس قسم کے
تمام شبہات دور ہوجاتے ہیں۔
چوتھی منفعت یہ ہے کہ ہر مصلّی کے لئے سایۂ اصلی کی شناخت بیحد
ضروری ہے اور اس مسئلے میں علما کے درمیان بیحد اختلاف ہے بلکہ بعض علما
کا قول ہے کہ کامل دانشمند وہ شخص ہے جو چودہ علوم کا ماہر ہو اور ان چہاردہ علوم
میں ایک علم نجوم بھی ہے جس کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذموم قرار دے کر

اس کی تعلیم سے امت کو منع فرمایا ہے، جس بنا پر علما نے بھی ممانعت کا فتویٰ دیا ہے۔
سایۂ اصلی ہر ماہ شمسی میں گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اس لئے کہ ایک زمانے میں دن بڑا ہوتا ہے اور رات چھوٹی اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ رات بڑی ہو جاتی ہے اور دن چھوٹا۔
سال میں ایک قدم سے لے کر ساڑھے دس قدم تک شب و روز سائے میں تفاوت ہوتا رہتا ہے اور یہ فرق سوا عالم ربانی کے دوسرا شخص نہیں جانتا۔
طاس گھڑیال کے وضع کرنے سے پاس اور گھڑی کی معرفت کے لئے جدید آئین و قوانین بنائے جاتے ہیں اور جب پاس مرتب ہو جاتا ہے تو باریک بین حکما کے قول کے مطابق آخری طاس پر گجر بجاتے ہیں، جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جس قدر پاس اُس روز پائی جاتی ہیں تو اُسی مقدار میں پاس گزرنے کے بعد روزانہ گھنٹہ بجاتے ہیں اور معلوم ہو جاتا ہے کہ آفتاب اس مہینہ میں کس برج میں ہے اور سایۂ اصلی اس مہینے میں فلاں برج سے متعلق ہے اور اس قدر قدم کا تفاوت ہے
ایسی حالت میں علوم نجوم کی حاجت نہیں ہوتی اور انسان اس ممنوع علم کی تحصیل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔
پانچواں نفع یہ ہے کہ جب روزہ دار ماہ مبارک رمضان میں روزہ رکھتے ہیں اور خدا کی قدرت سے نماز شام کے وقت ہوا تاریک ہوتی ہے اور اہل صوم یہ خیال کرتے ہیں کہ آفتاب غروب ہو گیا اور نماز مغرب کا وقت آگیا۔
اہل صوم اپنے اس خیال پر روزہ افطار کر دیتے ہیں، لیکن جب ہوا صاف ہو جاتی ہے اور آفتاب نمودار ہو جاتا ہے تو غریب روزہ داروں کو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا روزہ ٹوٹ گیا۔
علمائے شریعت و مشائخ طریقت میں اس مسئلے میں بعید اختلاف ہے، ہر شخص نے اپنے اجتہاد کے مطابق حکم دیا ہے جس کی وجہ سے غریب روزہ دار قیل و قال میں گرفتار ہیں، لیکن طاس گھڑیال وضع کرنے کے بعد علما کا اختلاف اور روزہ داروں کا اضطرار قطعاً رفع ہو گیا اور اہل صوم گھڑیال کی آواز سُن کر روزہ افطار کرتے ہیں۔

چھٹی منفعت یہ ہے کہ جب روزہ دار سحری کے لئے اٹھتے ہیں اور سحر کھانے کے بعد جب اُن کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سپیدۂ صبح نمودار ہوگیا ہے تو اُن کو اپنے صوم میں شبہہ واقع ہوتا ہے، لیکن جب طاس گھڑیال کی آواز اُن کے کانوں تک پہنچتی ہے تو اُن کو بقیہ شب کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور اگر شب باقی ہے تو سحر کرتے ہیں ورنہ بغیر سحری کے روزے کی نیت کر لیتے ہیں۔

ساتواں نفع یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ ارادہ کرتا ہے کہ ثلث شب گزرنے کے بعد نماز عشا ادا کرے جو مستحب طریقہ ہے۔ تو اگر یہ شخص بیدار رہا اور اس کے خیال میں شب باقی نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس شخص کو تردد ہوتا ہے، لیکن طاس گھڑیال کی آواز سن کر یہ تردد رفع ہو جاتا ہے۔

غرضکہ وضع طاس کے یہ سات نفع معرض تحریر میں لائے گئے۔ اگر اس کار خیر کے تمام فوائد سے بحث کی جائے تو یہ بیان بیحد طویل ہو جائے گا۔

مختصر یہ کہ مذکورۂ بالا اچھی یادگاروں سے صرف دُنیادی فائدہ مقصود تھا لیکن طاس گھڑیال کے وضع کرنے سے دُنیادی نفع کے علاوہ دینی فوائد بھی حاصل ہوئے۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ ٹھٹھہ کی مہم سے واپس ہو کر دہلی میں مقیم ہوا اور بادشاہ نے مُلک کے انتظام کی طرف توجہ فرمائی۔

بادشاہ نے چند روز بارگاہ شاہی کے نجومیوں سے طاس گھڑیال کی بابت گفتگو کی اور یہ نادر روزگار شے وجود میں آئی۔

بے شمار خلقت گھڑیال کا تماشا دیکھنے کے لیے فیروز آباد میں جمع ہوئی اور اس اعجوبۂ روزگار شے کو دیکھ کر ہر شخص محو حیرت ہوا۔

جوان وضعیف، مرد و عورت، غرض ہر سن و سال کے تماشائی اس نادر روزگار ایجاد کو دیکھنے شہر میں جمع ہوئے۔

طاس گھڑیال کو کُشک فیروز آباد کے اوپر نصب کیا گیا اور اس کی عظمت و بزرگی اس حد کو پہنچ گئی کہ خلقت خدا اس کا تماشا دیکھنے جمع ہوئی اور یہ اعجوبہ شے علامات شاہی و سکۂ حکمرانی میں داخل ہو گئی۔ سکہ اس لازمۂ عظمت سے مراد ہے جس کا اطلاق صرف بادشاہوں پر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ دستور قرار پایا کہ سلاطین روزگار کے دربار کے روبرو

ہمیشہ گھڑیال بجا کرے۔

چوتھی قسم

فیروز شاہ کا جنگ و جدال کی مہمات سے کنارہ کش ہونا اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہونا

اٹھارہ مقدمات۔

مقدمۂ اوّل

بادشاہ کا مہمات جنگ سے کنارہ کش ہونا

روایت ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے جو برگزیدۂ خدا فرمانروا تھا، دہلی میں قیام اختیار کیا اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ اس درمیان میں ملابار سے قاصد حاضر ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کی بارگاہ میں فریاد کی۔ ان قاصدوں نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ ملک ملابار میں حسن کانگو حکمراں ہے اور ہم بادشاہ کی بارگاہ میں فریاد رسی کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

واضح ہو کہ خدایگان مغفور سلطان محمد تغلق کی وفات کے بعد فیروز شاہ تخت نشیں ہوا اور فرامین شاہی ملابار روانہ کئے گئے۔

اہل ملابار نے فرامین شاہی پر توجہ نہ کی اور بادشاہ کی اطاعت سے انحراف کر کے بالاتفاق حسن کانگو کو ملابار کا حکمراں تسلیم کیا اور فیروز شاہ اور اُس کے احکام کو نظر انداز کیا۔ حسن کانگو جو ملابار میں حکمراں تھا، تمام افعال قبیح کا علانیہ ارتکاب کرتا تھا۔ چنانچہ معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ حسن کانگو دربار عام میں عورات کا

لباس پہنتا اور ہاتھ اور گردن میں عورات کی طرح زیب و زینت کر کے امردان مُلک سے فعل قبیح کراتا۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اس فعل شنیع سے محفوظ رکھے۔
مختصر یہ کہ حسن کانگو نے ملابار میں یہ حرکات اختیار کیئے اور اہل مُلک اُس سے قطعاً بیزار ہو گئے۔
بکمن (دیکمن) مفسد حوالی ملابار کا باشندہ تھا، یہ شخص جرار لشکر اور فیلان جنگی کے ہمراہ ملابار میں داخل ہوا اور اُس نے حسن کانگو کو زندہ گرفتار کر لیا۔
اس شخص نے حسن کانگو کو گرفتار کر کے تمام شہر کو جو مسلمانوں کا مسکن تھا، خراب و ویران کیا، بلکہ مسلمان عورات ہندوؤں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں۔
الغرض اہل ملابار نے تمام واقعات فیروز شاہ سے بیان کیئے اور بادشاہ نے جواب دیا کہ ابتدا میں تم نے میرے مقابلے میں بغاوت کی۔
جب خدایگان مغفور سلطان محمد تغلق نے وفات پائی تو میں نے فرمان اطاعت تمھارے نام صادر کیا، لیکن تم نے میری اطاعت قبول نہ کر کے دولت آباد کی راہ لی، اور حسن کانگو کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔
حسن کانگو سے افعال قبیح صادر ہوئے اور اس طرح خدا کا قہر تم پر نازل ہوا اور اہل کفر نے غلبہ پا کر تم کو زیر و زبر کر دیا۔
اب تم مضطر و بے نوا ہو کر میری بارگاہ میں فریاد رسی کے لئے حاضر ہوئے ہو اور صورت حال یہ ہے کہ میں اور میرا تمام لشکر متواتر سفر کی وجہ سے بجد خستہ و ماندہ ہے۔
چند روز میرا لشکر شہر میں قیام کر کے آرام کرے گا اور اس کے بعد اگر حیات باقی اور خدا کا فضل و کرم شامل حال ہے تو اس نواح کا رخ کیا جائے گا۔
سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کس درجہ صاحب فہم و فراست تھا کہ اُس نے یہ معلوم کر کے کہ لشکر شاہی خستہ و ماندہ ہے اور چند مہم سر ہو چکا ہے، ملابار کا سفر گوارا نہ کیا۔
غرضکہ فیروز شاہ نے قاصدوں کو معذرت کے ساتھ واپس کر دیا اور خود بدولت ملک کے انتظام میں مشغول ہوا۔ چند روز کے بعد فیروز شاہ نے بہی خواہ وزیر سے خلوت میں مہمات مُلک کی بابت مشورہ کیا اور خان جہاں کو اپنے راز دل سے آگاہ کر کے فرمایا کہ میں اس فکر میں گرفتار ہوں کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ دولت آباد کا سفر کروں۔

بادشاہ نے خان جہاں سے دولت آباد کے سفر کا ذکر کیا اور کہا کہ اگرچہ میری دلی خواہش یہی ہے کہ میں سفر کروں لیکن خلق ولشکر کے ضعف کی وجہ سے مجھ کو پس وپیش ہے۔ حکمران طبقہ لشکر کشی کرنے اور ممالک کو فتح کرنے کا بیحد حریص ہوتا ہے اور اس امر میں انتہائی کوشش بھی کرتا ہے۔ لیکن قدیم زمانہ اب گزر گیا اور اب جدید زمانے نے نیا دور پیش کیا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر روز دوسرے روز سے مشاغل میں کوتاہ ہے۔

اس موقع پر وزیر نے عرض کیا مملکت وفرمانروائی سے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک شے یہ ہے کہ رعایا کی پرورش اور ملک کا انتظام کیا جائے، اور اہل اسلام اہل سنت کے ساتھ ہمدردی برتی جائے اور ذمیوں کو مطمئن اور امانیوں کو امان عطا کیا جائے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ کفار واشرار کو تباہ و برباد کیا جائے اور ممالک کے فتح کرنے میں حد سے زیادہ کوشش کی جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت کے عہد حکومت میں رعایا کی پرورش، ملک کا انتظام علاقوں کی محافظت ونیز تمام امور ایسے اعلیٰ وعمدہ طور پر انجام پائے ہیں کہ اس کی نظیر کسی سابق فرمانروا کے کارناموں میں نظر نہیں آتی۔

اس کے علاوہ خدا کے فضل وکرم سے دشمنان اسلام کی تباہی وبربادی بھی ایسے اس عہد مبارک میں ہوئی ہے کہ اب شاہی لشکر اس قدر تازہ دم وقوی ہے کہ خود بادشاہ کو کسی ملک پر لشکر کشی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب کبھی کہ دشمنان اسلام کسی مقام پر فتنہ وفساد برپا کریں تو حضرت کے جاں نثار وقابل اعتماد بندۂ درگاہ کو اس فساد کے مٹانے کے لئے نامزد فرمادیں تاکہ دیگر فتنہ انگیز افراد اس سے عبرت حاصل کریں۔

دہلی کے جوار میں اکثر ممالک ایسے ہیں جہاں اہل اسلام آباد وحکمراں ہیں اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں تلوار اٹھانے میں ایک فائدہ ہے اور دس نقصان۔

دس نقصانات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) فوج کا جو قدم کہ مسلمانوں کی طرف بڑھتا ہے اور اہل اسلام کی ایذا رسانی کی

جو کوشش کہ لشکر کے سپاہی کرتے ہیں، اس کا تمام گناہ خود فرمانروا کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

(۲) بیت المال مسلمانوں کو قوت پہنچانے کے لئے جمع کیا جاتا ہے، نہ اس لئے کہ اُس کے صرف سے اہل اسلام کو تباہ و برباد کیا جائے۔

تیسرے یہ کہ کئی ہزار مسلمان نیک کردار بلا کسی سبب کے محنت و مشقت میں گرفتار ہوتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ انسان کی عزیز عمر اور اُس کا قیمتی وقت بیکار گزرتا ہے اور ہر دم و قدم پر اُس کے نامۂ اعمال میں گناہ لکھے جاتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ اگر ملک فتح ہو جاتا ہے تو ہزارہا عورات اسی طرح طرح ذلیل و رسوا ہوتی ہیں۔

چھٹے یہ کہ غیر مشروع و خراب مال بیت المال میں جمع ہوتا ہے۔

ساتویں یہ کہ دیگر سلاطین کو اہل اسلام سے جنگ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔

آٹھویں یہ کہ اس قسم کے افعال خوش خصال مسلمانوں کے درمیان پسندیدہ نہیں خیال کئے جاتے۔

نویں یہ کہ محض ایک فضول امر کے لئے کئی ہزار دشمن پیدا ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کل قیامت کے روز ہر شخص کا جداگانہ جواب دینا ہوگا۔

دسویں یہ کہ میدان حشر میں شفیع روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ندامت و پشیمانی حاصل ہوگی۔

اس موقع پر وزیر مذکور نے عرض کیا کہ بندۂ درگاہ کے خیال ناقص میں جو آیا، عرض کر دیا۔

فدوی نے مختصر طور پر یہ دس گناہ حضور سے عرض کئے۔ ان کے علاوہ اگر اہل اسلام کی دیگر مضرتوں اور نقصانات سے بحث کی جائے تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

ایک فائدہ جو فدوی نے عرض کیا وہ یہ ہے کہ تمام عالم میں یہ خبر ضرور مشہور ہو جائے گی کہ فلاں بادشاہ نے اہل اسلام کو جبر و قہر سے اپنا فرماں بردار بنالیا

اور چند مسلمانوں کو جو اُس ملک میں مقیم تھے زیر و زبر کر دیا۔
ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہر و غلبہ سے عنداللہ کسی قسم کا اجر و فائدہ نہیں ہے اور
نقصان بیشمار ہے اور ہزارہا افراد دشمن ہو جاتے ہیں۔
صاحبان فہم و فراست صرف دُنیاوی شہرت کی خاطر اپنے کو خدا کی بارگاہ میں
مردود و عاصی نہیں شمار کر سکتا۔
خان جہاں نے یہ واقعہ فیروز شاہ سے بیان کیا اور وزیر کی تقریر حضرت شاہ کو
بیحد پسند آئی۔
فیروز شاہ اپنے ارادے پر بیحد پشیمان ہوا اور چشم پُر آب ہو کر کہا کہ تمھاری تقریر
قواعد جہاں بانی و اساس سلطانی پر مبنی ہے۔
بادشاہ نے اس واقعے کے بعد قطعاً طے کر لیا کہ اہلِ اسلام پر لشکر کشی نہ کرے گا۔
جس قدر افراد کہ بارگاہ شاہی میں حاضر تھے انھوں نے زمین بوس ہو کر بادشاہ کو دعا دی۔
اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ ظاہر ہے کہ جو شخص مسلمان ہو گا اُس کو غم اعمال
کیونکر نہ ہو گا۔
بادشاہ نے فرمایا کہ دنیائے دنی ہیچ ہے اگر انسان دُنیا سے باایمان اُٹھا تو
سبحان اللہ اُس کے تمام افعال و کردار اور اُس کے خیالات آثار محمود و پسندیدہ خیال
کیے جائیں گے۔
سبحان اللہ ایسے دیندار بادشاہ اور ایسے نادر روزگار وزیر کی کیا تعریف کی جائے۔
مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے جو مقرب درگاہ الٰہی تھا، چالیس سال حکمرانی کی اور اہل اسلام
کو کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائی۔

دوسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا غلاموں کو جمع کرنا

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے بندگان درگاہ کے جمع کرنے میں بیحد کوشش و اہتمام کیا۔

بادشاہ نے اس معاملے میں اس قدر سعی و کوشش کی کہ ہر جاگیر دار و عامل کے نام ایک فرمان اس مضمون کا جاری فرمایا کہ اُس مقام پر جہاں کہ آئین شاہی کے مطابق غارت گری کی جائے وہاں اسیروں کا انتخاب کیا جائے اور جو افراد کہ بارگاہ شاہی میں خدمت کرنے کے قابل ہوں، اُن کے حضور میں روانہ فرمایا جائے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ جس امر میں شاہان اولوالعزم کوشش فرماتے ہیں، وہ کس درجہ کامیاب و بارآور ہوتا ہے غرضکہ ہر جاگیر دار جو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتا تھا، اپنی حیثیت کے مطابق چیدہ و خوبصورت غلام بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا۔

جاگیرداران منتخب و خوبصورت غلاموں کو پاکیزہ لباس و کلاہ پہنا کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر کرتے تھے۔ یہ غلام علاوہ اس کے عمدہ موزے پہنے، دستار اور کمر خدمت باندھے حضور میں پیش ہوتے تھے۔ یہ عام قاعدہ تھا کہ جاگیر دار ہر سال فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اسپان تازی و ترکی و بے شمار فیلان تنومند اور انواع و اقسام کے پارچہ جات اور زر و نقرہ کے ظروف اور ہتھیار، شتر و خچر وغیرہ ہر شے کثرت سے اپنے ہمراہ لاتے اور بعض سو قسم اور بعض پچاس اور بعض بیس اور بعض دس اقسام کے نادر اشیا بادشاہ کے ملاحظے میں پیش کرتے تھے۔

ان اشیا کے علاوہ جاگیر دار غلام بھی لاتے اور فیروز شاہ نے حکم دیا تھا کہ صاحبان مقطعہ جس قدر بندگان خدمت پیش کریں، اُن کی قیمت ادا کی جائے اور اُس کو معاوضے میں یہ رقم محصول میں مجریٰ دی جائے۔ بلکہ بے قیاس خدمتی کا قاعدہ خود سلطان فیروز شاہ نے وضع کیا تھا۔ سلاطین قدیم کے زمانے میں یہ دستور نہ تھا۔

ہر جاگیر دار قدیم زمانے میں اپنی جاگیر سے حاضر ہوتا اور جو کچھ اُس کی مقدرت ہوتی وہ لے کر بادشاہ کے حضور میں آتا لیکن یہ رقم محصول میں وضع نہ ہوتی تھی۔

فیروز شاہ کا دورِ حکومت آیا اور بادشاہ نے فرمایا کہ اہالی مقطعہ کے اخراجات بیشمار ہیں، اس گروہ کو رقم خدمتی معاف کر دینا بہتر ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ہر صاحب مقطعہ، جو اپنی جاگیر سے حاضر ہو اور اپنے حصہ ملک کے نفائس و تحائف حضور میں پیش کرے، لیکن ان تحائف کی قیمت محاصل شاہی میں مجریٰ کر دی جائے تاکہ جانبین کی عزت و وقار قائم رہے اور جاگیر دار بھی شاہی ملاحظے کے قابل اشیا

حضور میں پیش کرسکے۔ غرضکہ چالیس سال کامل یہ قاعدہ جاری رہا۔
مختصر یہ کہ فیروزشاہ ہر اُس امیر پہ جو بندگان خدمتی زیادہ پیش کرتا، بیحد نوازش فرماتا اور جو جاگیردار کہ ان بندگان پیشی کی تعداد میں کمی کرتا اُس پر اُسی لحاظ سے عنایت مبذول فرماتا۔

اس طور پر تمام اہالی مقطعات کو علم ہوگیا کہ بادشاہ کو بندگان خدمتی فراہم کرنے کا بیحد شوق ہے۔ تمام جاگیرداروں نے اس کام کو تمام امور خدمت پر مقدم خیال کیا اور چند سال میں بادشاہ نیک خصال کی سعی وکوشش سے اس قدر بندگان خدمتی جمع ہوگئے کہ اُن کا اندازہ تحریر وتقریر سے باہر ہے۔

بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بندگان خدمت بکثرت جمع ہوگئے ہیں اور اس نے بعض کو شہر ملتان اور بعض کو دیپال پور اور بعض کو سامانہ اور بعض کو گجرات وغیرہ ہر حصۂ ملک میں سکونت کا حکم دیا۔

بادشاہ نے ان بندگان خدمت کی پرورش کے لئے وظائف مقرر کئے اور بعض افراد کے لئے اُسی حصۂ ملک میں جاگیر مقرر کردی۔

دوسرے افراد جو شہر میں مقیم تھے اُن کی نقد تنخواہ مقرر کی اور ہر شخص کا مشاہرہ معین کردیا۔

بادشاہ نے بعض افراد کو سو اور بعض کو پچاس اور بعض کو پچیس اور بعض کو تیس اور بعض کو بیس تنگے ماہوار عطا فرمائے اور کسی شخص کی تنخواہ دس تنگے سے کم نہ تھی۔

ان بندگان بادشاہی کو چھ یا چار یا تین ماہ کے بعد رقم نقد خزانہ سرکار سے عطا ہوتی تھی۔

ان بندگان شاہی میں بعض نے حفظ کلام اللہ اور بعض نے دیگر علوم دینیہ کی تحصیل شروع کردی اور بعض ہندوستان سے ہجرت کرکے شاہی حکم کے مطابق کعبۃ اللہ چلے گئے اور بعض اشخاص حرفت وصنعت کے کارخانوں میں تعلیم کے لئے مقرر کئے گئے اور اس طرح تقریباً بارہ ہزار بندگان بادشاہی مختلف صنعت وحرفت میں لگادئیے گئے۔

ان کے علاوہ چالیس ہزار بندگان شاہی روزانہ نوبت سواری وخانہ میں حاضر

رہتے تھے اور اس طرح جملہ ایک لاکھ اسی ہزار بندگان فیروز شاہی شہر و اقطاعات میں جمع ہوگئے۔

فیروز شاہ ان بندگان دولت کی راحت و آرام و ہر شے کا خاص انتظام کرتا تھا، چنانچہ اُن کی بیخ و بنیاد اس قدر مضبوط ہوگئی کہ حد بیان سے باہر ہے۔

بادشاہ اس گروہ کی پرورش و پرداخت کو اپنے اوپر واجب خیال کرتا تھا اور شاہی توجہ نے اس سلسلے کو ایسا مستحکم کیا کہ بندگان بادشاہی کے معاملات سلطنت کے کاروبار سے قطعاً علیحدہ ہو گئے۔

ان بندگان بادشاہی کے عرضہ دار و مجموعہ دار و خزانہ دار و دیوان و چاؤش و غوری و نائب چاؤش غوری علیحدہ مقرر کئے گئے۔

غرضکہ دیوان بندگان دیوان وزارت سے بکلی جدا قرار پائے۔

جب کبھی بادشاہ سواری کرتا تو بندگان تیر انداز صف بستہ بادشاہ کے آگے آگے چلتے تھے۔ ان کے علاوہ بندگان تیغ دار و بندگان اور رو اور بعض بندگان ہزارہ اسپان تازی و ترکی پر سوار اور بندگان ماہلے گاؤمیش پر سوار بادشاہ کے عقب میں چلتے تھے۔

غرضکہ اس طرح بیشمار بندگان بادشاہی جمع ہو گئے اور اس حد تک نوبت پہنچی کہ تمام کارخانجات خاص میں اُن کا تقرر ہوگیا۔ چنانچہ آبدار و شرابدار و جامدار و مطبخی و عطر دار و طشت دار و چتر دار و شمع دار و پردہ دار و جامدار و سلاحدار و شکرہ دار و یوزبان و سیہ گوش دار و بہل بان و ستوربند و خاصہ دار و دوار و دوار و سنگتراش و خاصہ دار و سقہ وغیرہ، دیگر اہل عملہ محل درون و محل برون و تجمل خانہ وغیرہ میں یہی بندگان بادشاہی مقرر کروئے گئے۔

اس کے علاوہ نوبت پاس و ترنماک و چوکی سفری و حضری میں بھی انھی کا تقرر ہوگیا۔

بندگان قرآن خوان کتاب خانہ و علم خانہ و گھڑیال خانہ میں متعین کئے گئے۔

دواوین و نیز دیوان عرض و دیوان وزارت میں بھی ان کا تقرر رہا اور بعض بندگان بادشاہی مقطعان و پرگنہ دار و شحنگان محلہ مقرر کئے گئے۔

غرضکہ کوئی مقام بندگان فیروز شاہی سے خالی نہ رہا اور حقیقت یہ ہے کہ دہلی میں کسی فرمانروا نے اس قدر بندگان دولت جمع کرنے کی توفیق نہ پائی تھی۔

سلطان علاء الدین مرحوم نے تقریباً پچاس ہزار پروردگان نعمت جمع کئے تھے اور اس

گروہ میں بشیر و بشر بھی تھے لیکن علائی دور کے بعد خدا کی حکمت سے کسی بادشاہ کو بندگان شاہی جمع کرنے کی طرف توجہ نہ ہوئی۔

سبحان اللہ، چونکہ روز ازل خداوند تعالیٰ نے یہ مقدر فرما دیا تھا کہ چند سال یعنی سلطان فیروز شاہ کے انتقال کے بعد گروہ اہل اسلام میں جنگ و جدال کا بازار گرم ہو اور یہ امر انھی بندگان شاہی کے واسطے ظہور پذیر ہو، اس لئے پروردگار عالم نے فیروز شاہ کو بندگان شاہی کے جمع کرنے پر متوجہ کیا۔

بادشاہ نے چالیس سال کامل بندگان دولت کو جمع کیا، اور چونکہ پروردگار عالم کی مشیت و تقدیر کا ظہور ضروری و ناگزیر ہے۔ فیروز شاہ نے بندگان بادشاہی کا جمع کرنا بھی اپنے فرائض سلطنت میں خیال کیا اور اس امر میں دل و جان سے سعی و کوشش کی یہاں تک کہ اہل مقطع بندگان بادشاہ کے حضور میں پیش کرتے اور فیروز شاہ اُن کو بعض امرا و ملوک کے سپرد کرتا تاکہ ان کو تعلیم دی جائے۔

امراان بندگان شاہی کو اپنے فرزند کی طرح پالتے اور اُن کے خورونوش ولباس وغیرہ کا کافی انتظام کرتے اور بیحد ہمدردی کے ساتھ اُن کو تعلیم دلواتے اور ہنر سکھاتے تھے۔

امرائے دربار بندگان بادشاہی کی پرورش و پرداخت کرتے اور ان کو علم و ادب میں طاق کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتے تھے اور بادشاہ ان امرا پر حد سے زیادہ نوازش فرماتا۔

یہ امر اس حد کو پہنچ گیا کہ بادشاہ کی سعی و کوشش انتہائی نے بیشمار بندگان شاہی کو جمع کر دیا اور آخر کار اس گروہ نے جگر گوشگان بادشاہ کے سر قلم کر کے دربار کے سامنے آویزاں کئے، جیسا کہ سلطان محمد فیروز شاہ کے مقدمۂ ذکر میں معرض تحریر میں آئے گا۔

تیسرا مقدمہ

خلیفہ کا خلعت ہندوستان آنا

نقل ہے کہ جس طرح حضرت خلیفۂ بغداد نے سلطان مرحوم محمد تغلق کے لئے جامہ روانہ فرمایا تھا اسی طرح سلطان فیروز شاہ کے لئے بھی خلعت حکومت روانہ کیا، لیکن فرق یہ ہے کہ

حضرت خلیفہ نے خود سلطان محمد کے معروضے پر خلعت روانہ فرمایا تھا اور سلطان فیروز کو بلا کسی تحریک کے اس اعزاز دینی سے سرفراز فرمایا جیساکہ مؤرخ عفیف سلطان محمد تغلق کے ذکر میں ہدیۂ ناظرین کر چکا ہے۔ بلکہ حضرت خلیفہ نے فیروز شاہ کے لئے علاوہ خلعت کے چند مراتب عزت مریدی روانہ فرمائے۔

خلیفہ کی بارگاہ سے ہر بار تین خلعت آتے تھے، ایک سلطان فیروز شاہ کے لئے اور ایک شاہزادہ فتح خاں اور ایک خانجہاں کے لئے۔

مختصر یہ کہ خلیفہ کی بارگاہ سے خلعت آتا اور بادشاہ اُس کا استقبال کیا کرتا تھا اور خلعت کو دونوں ہاتھوں سے لے کر اس کو آنکھوں سے لگاتا اور سر پر رکھتا۔

اس تعظیم کے بعد بادشاہ منظر عام پر ہر کہہ ومہہ کے روبرو خلیفۂ زمانی ابن عمر ابن رحمان والامام وارث ملک الاماں ابوالفتح ابی بکر بن ابی الربع سلیمان خلد اللہ ملکہ کا خلعت زیب بدن کرتا۔

منشور حکومت جس میں فیروز شاہ کو حکمرانی کرنے کی قطعی اجازت دی گئی تھی اور جس میں خلیفہ نے بادشاہ کو سید السلاطین کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا، پیش ہوا اور بادشاہ نے بصد تعجیل کے ساتھ آگے بڑھ کر قدم اٹھایا اور فرمان کو آنکھوں سے لگا کر تادیر اپنے سر پر رکھا اور بعد کو بہ آواز بلند پڑھا۔ بادشاہ شہر کی طرف واپس ہوا اور حجاب بارگاہ نے صدا بلند کی اور فیروز شاہ نے خلیفہ کے قاصدوں سے معانقہ ومصافحہ کیا اور ہر شخص کے ساتھ تعظیم وتکریم سے پیش آیا۔

بادشاہ نے ہر فرد کی پرسش احوال کی اور اس کے بعد شہزادہ فتح خاں کو خلعت خلافت پہنا کر خان جہاں کو بھی اس شرف سے سرفراز فرمایا۔

فیروز شاہ نے جامہ ہر گروہ میں سے ہر فرد کو اُس کی حیثیت کے مطابق خلعت عطا فرمائے اور اس کے بعد تمام خانان وملوک کو بھی جامدار خانۂ خاص سے جامہ ہائے خلعت عنایت کئے۔

اس روز بادشاہ نے تمام خلائق کے روبرو جشن عام کر کے ہر شخص کو نوازش شاہانہ سے سرفراز فرمایا۔

فیروز شاہ خلعت خلافت کو بصد تعظیم وتکریم سے پہنا اور اُن جامے کو تبرکاً جامدار خانے میں رکھوا دیا تھا۔ بادشاہ نے اُن نشان ہائے مراتب کو بھی علم خانۂ خاص میں محفوظ کرا دیا۔

چونکہ سلطان فیروز شاہ نے جو بینی و خود ستائی سے قطع نظر کر کے محض خدا پر بھروسہ کیا اور اپنے دل میں اس امر کا یقین کر کے کہ میری حیثیت یہ نہیں ہے کہ میں خود اپنے لئے جامۂ خلافت کی درخواست کروں قطعاً خاموش رہا۔ اس لئے خداوند کریم نے محض اپنے لطف و کرم سے اُس کو اس عزت سے سرفراز فرمایا۔

سبحان اللہ جس زمانے میں کہ ہمارے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خواب میں وحی سے سرفراز فرمایا۔

ہر بار ملک مقرب خواب میں حضرت سے عرض کرتا کہ تم خدا کے رسول ہوا ور ہر مرتبہ حضرت کو اس منصب عظیم کی بشارت دیتا تھا۔

اس موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے چھ ماہ خواب میں منصب نبوت کی بشارت سنی، لیکن اس پر بھی اپنے کو اس منصب کا اہل نہ خیال کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس مسئلے میں علما کو اختلاف ہے اور انھوں نے فرمایا ہے کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے اس لئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کے بعد چھ ماہ کامل خواب میں بشارت وحی ہوتی رہی اور اس لئے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔

اس زمانے کے بعد حضرت پر بیداری میں وحی آنے لگی، جیسا کہ اس کا تمام قصہ تفاسیر میں مرقوم ہے اور تمام کتابوں میں منقول ہے۔

چونکہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بینی سے کنارہ کشی فرمائی، اس لئے خدائے برتر نے حضرت کو اپنے انعامات رحم و کرم سے سرفراز و مالامال فرمایا اور حضرت کو خاتم الانبیا قرار دے کر اپنا مقرب ترین بندہ بنا دیا۔

اسی طرح چونکہ سلطان فیروز شاہ نے، جو ہر طرح کی تمام خوبیوں سے آراستہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کی فطرت میں انبیا و اولیا کے خصائل ودیعت فرمائے تھے، غایت بزرگی کی وجہ سے خود بینی سے قطع نظر کی اور خلیفہ کی بارگاہ میں اپنے لئے خود جامۂ حکومت کی درخواست نہ کی، اس لئے خدائے برتر نے اُس کو غیب سے جامہ عطا فرما کر بادشاہ کو ختم سلاطین قرار دیا۔

چوتھا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا محل بارِ جا میں جلوس کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے تین محل بار جا مقرر کئے تھے۔ ایک محل، محل صحن گلبن کے نام سے مشہور تھا، جس کو محل ڈاکہ بھی کہتے تھے، جس کے معنی محل انگور کے ہیں۔
محل دوم محل چھجہ چوبیں اور محل سوم محل بار عام کے ناموں سے موسوم تھے۔
محل سوم، محل میانگی بھی مشہور تھا۔
محل بار جا صحن گلبن وہ قصر شاہی تھا، جہاں کہ تمام خانان و ملوک و امرا و معارف اور بعض اہل قلم اپنے مراتب کے موافق بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوتے تھے۔
محل چھجہ چوبین اخص خواص کے لئے مخصوص تھا۔ اور محل سوم یعنی قصر میانگی خاص و عام ہر شخص کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔
مورخ عفیف محل صحن گلبن کے حالات مقدمے میں ہدیۂ ناظرین کر چکا ہے اور محل صحن میانگی کے جملہ احوال جشن ہائے شب برات و عیدین و نوروز و ایام میزبانی و ملاقات قاصدان اطراف کے ذکر میں معرض بیان میں آ چکا ہے۔
مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ شہر دہلی سے منتقل ہو کر فیروز آباد میں مقیم تھا، بادشاہ جب کبھی محل بار جا میں جلوس کرنے کا ارادہ کرتا تو دو یا تین روز کے بعد عبادات و قرأت قرآن سے فارغ ہو کر چند سورے کلام اللہ کے تلاوت فرماتا۔
سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کس درجہ خوش اوقات فرمانروا تھا۔
بادشاہ چھ سورے روزانہ تلاوت فرماتا اور جمعے کے روز سورۂ کہف اور شب جمعہ کو سورہ طٰہٰ بلا ناغہ تلاوت فرماتا۔
فیروز شاہ روزانہ چند پارے کلام اللہ کے پڑھتا اور معمولی اوراد و وظائف میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہوتا تھا۔
بادشاہ کا عقیدہ اس قدر پختہ تھا کہ قرآن پاک میں جہاں کہیں کہ اسم اعظم اس کی

زبان پر آتا تو غایت ذوق وشوق میں اُس جگہ کو بوسہ دیتا اور آنکھوں سے ملتا تھا اور یہ طریقہ گویا اپنے لئے واجب خیال کرتا۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کی عبادت کے بعد ملازمین بادشاہی تخت کو آراستہ کرتے اور اوّل بادشاہ خود تشریف لاتا اور تخت سلطنت پر جلوس کرتا۔

بادشاہ کے بعد سرا پردہ داران خاص وعہدہ دار حاضر ہوتے اور بادشاہ کے حضور میں آداب ومجرے بجالاتے اور آگے بڑھ کر عرض کرتے کہ حاضرین بارگاہ کے سلام ومجرے کی بابت کیا ارشاد ہے۔ بادشاہ حکم دیتا کہ مخلوق کو سلام کے لئے حاضر کرو اور سرا پردہ داران خاص اوّل حجاب کو حاضر بارگاہ ہونے کی اجازت عطا کرتے اور اس کے بعد بندگان تعداد زرّیں ونقرئی سپر ہاتھ میں لئے ہوئے حاضر ہوتے۔

ان کے بعد دیوان رسالت کی نوبت آتی اور دیوان قضا کے کارکن دیوان رسالت کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ان تمام جماعتوں کے بعد دیوان عامی وزارت حاضر ہوتے اور اپنے محل مقررہ پر جانب راست مؤدب کھڑے ہوتے۔

دیوان وزارت کے بعد دیوان عرض کی نوبت آتی اور کوتوالان مُلک دیوان عرض کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اور دیوان عرض جانب چپ استادہ ہوتے۔

تمام شاہزادگاں ونیز عمدہ اعیان مُلک بادشاہ کے عقب میں جگہ پاتے، البتہ بعض جاگیر دار وکارکنان سلطنت کو بھی جانب چپ قیام کرنے کی اجازت مرحمت ہوتی تھی اور ہر شخص اپنے مرتبے کے مطابق درگاہ میں استادہ رہتا تھا۔

تمام حاضران بارگاہ میں کوئی شخص بھی بغیر کلاہ ہراول کے حاضر نہیں ہوسکتا تھا لیکن چند تعداد، جن کو بارگاہ شاہی سے جامۂ زردوزی وبند سفید وکمر زرّیں وکلاہ بارکی بطور خلعت عطا ہوتی تھی وہ البتہ اپنے خاص لباس میں بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کا کیا عمدہ طریقۂ حکومت تھا کہ تمام امرا واعیان مُلک ونیز تمام اہل قلم بصد رغبت ومسرت کے ساتھ جامۂ زرینہ پہنتے اور کسی فرد کو بھی اس قسم کا لباس زیب بدن کرنے میں تامل نہ ہوتا تھا۔ مختصر یہ کہ دربار گاہ پر یا اس کے نشیب میں کسی شخص کو بھی بغیر موزہ وموئے بند استعمال کئے ہوئے بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بارجا کے وقت بادشاہ شکروں کے اُڑانے اور گھوڑوں کو چکّر دلوانے میں بھی مشغول ہوتا۔

جو افراد کہ تخت شاہی کے متصل استادہ ہوتے اُن کی ترتیب حسب ذیل ہوتی تھی۔

خان جہاں وزیر جانب راست تخت شاہی سے قریب جگہ پاتا تھا۔

امیر معظم امیر احمد اقبال خان جہاں سے بالاتر، لیکن بقدر ایک زانو کے خان جہاں کے عقب میں بیٹھتا تھا۔

اس مرتبۂ نشست سے مراد یہ تھی کہ امیر احمد اقبال کا مرتبہ نہ خان جہاں سے برتر رہے اور نہ فروتر۔

اس کے علاوہ ملک نظام الملک امیر حسین امیر میران جو نائب وزیر ممالک تھا، خان جہاں سے فروتر بیٹھتا تھا۔ غرضکہ تخت شاہی سے متصل یہی تینوں امیر جگہ پاتے تھے۔ جانب چپ خان جہاں کے عقب میں ایک جامہ دو تہہ کر کے بچھایا جاتا تھا اور اس جامے کے صدر میں قاضی صدر جہاں بیٹھتے تھے اور اُن کے متصل بانبھ کو نشست کی اجازت عطا ہوتی تھی۔

بانبھ سے متصل منگل خاں اعلیٰ جگہ پاتا تھا۔

جانب چپ تخت شاہی سے متصل جگہ خالی رہتی تھی۔

ایک جامہ خانہ دو تہہ کر کے بازوئے چپ کی جانب قدرے فاصلے سے بچھایا جاتا تھا۔ اور اس جامہ خانے کے صدر میں جانب چپ ظفر خاں کو جائے نشست عطا ہوتی تھی۔

ظفر خاں کے متّصل احمد خاں اور نیز بنو صاحب دو چتر اور اُس کے متّصل اعظم خاں خبر رساں جگہ پاتے تھے۔ اور اُن کے عقب میں رائے مدار دیو (رائے بلار) ورائے سمبیر وراوت روہرن زمین پر نشست کرتے تھے۔ اس زمانے میں مؤرخ عفیف شاہی حکم کے مطابق محل سلام میں حاضر ہوتا تھا۔

مختصر یہ کہ خان جہاں بارگاہ میں حاضر ہوتا اور اُس کے ہمراہ دیوان وزارت کے تمام اصحاب حاضر ہوتے تھے۔ خان جہاں اور اس کے رفقا محل حجاب سے سلام کرتے تھے اور طرف راست کے تمام امرا اپنے مقامات پر استادہ ہو جاتے تھے۔

دستور مشہور کے برادر زادہ و برادران احجاب دیوان سے بالاتر جگہ پاتے تھے۔

اور ان میں اور حاجب دیوان میں صرف دو اشخاص کا فاصلہ ہوتا تھا۔
غرضکہ دستوران سلطنت آگے بڑھتے اور بار دوم سر بزمیں ہوتے تھے۔
بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کرتا اور دستوران ملک بار سوم سر بزمیں
ہو کر اپنے مقام پر بیٹھ جاتے تھے۔
ملک الشرق نظام الملک نائب وزیر اس زمانے میں وزیر کے برابر بیٹھتا تھا۔
سلاطین قدیم کے عہد میں نائب وزیر کو تخت شاہی کے روبرو بیٹھنے کی اجازت تھی،
لیکن جب سلطان فیروز کے عہد حکومت میں ملک نظام الملک کو نیابت کا عہدہ عطا ہوا
تو چونکہ یہ امیر بادشاہ کا خاص مشیر تھا اور نیز یہ کہ بادشاہ کی ہمشیر اس کے حبالۂ عقد میں تھی، اور
نظام الملک تمام خوبیوں سے آراستہ تھا، بادشاہ نے حکم دیا کہ نائب وزیر، وزیر سے فروتر
تخت شاہی کے روبرو نشست اختیار کرے۔ مختصر یہ کہ خان جہاں بارگاہ میں حاضر ہو کر
اپنے محل و مقام پر بیٹھتا اور بادشاہ اس کی جانب روئے سخن پھیر کر اس سے کلمہ و کلام میں
مشغول ہوتا تھا۔
بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ وزیر کی موجودگی میں کسی شخص غیر سے گفتگو نہ کرتا تھا۔
اگر بادشاہ کسی شخص غیر کو اپنے حضور میں طلب کرنا چاہتا تو بھی خان جہاں کی طرف
اشارہ کرتا۔
خان جہاں اس شخص کو طلب کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا۔
اگر بادشاہ کسی شخص پر غضب و غصہ کرتا تو بھی خان جہاں کی طرف رخ کرتا تھا۔
غرضکہ سلطان فیروز شاہ ہر معاملے میں خان جہاں سے گفتگو کرتا تھا۔
حقیقت یہ ہے کہ جو آئین کلام کہ دیگر سلاطین عالم نے سیاست و تدبیر سے وضع
کئے تھے، فیروز شاہ الہام الٰہی سے مستفید ہو کر ان پر عمل کرتا تھا۔
قابوس حکیم نے قابوس نامے میں تحریر کیا ہے کہ سلاطین عالم کا فریضہ ہے کہ وزیر کی
موجودگی میں شخص غیر سے کلمہ و کلام نہ کرے، اس لئے کہ اگر وزیر کی موجودگی میں بادشاہ کسی
امیر کو مخاطب کی عزت سے سرفراز فرمائے گا تو اس روز ربع مملکت کو نقصان پہنچ جائیگا۔
اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وزیر کو تمام ملک سے محاسبہ کرنا پڑتا ہے اور خواہ
بادشاہ کا پسر ہو یا برادر، ہر رکن شاہی بھی وزیر کے محاسبے میں گرفتار ہوتا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر تمام اصحاب سلطنت وزیر کے دشمن ہوتے ہیں، اگر بادشاہ وزیر کی موجودگی میں شخص غیر سے کلمہ و کلام کرے گا تو عمدہ ارکان دربار کو یہ گمان ہوگا کہ شائد بادشاہ وزیر سے ناراض ہے اور اس وجہ سے دوسرے شخص سے تخاطب کر رہا ہے۔

اس گمان کی بنا پر وزیر کی عظمت قلوب میں کم ہو جائے گی اور نیز وزیر بھی بد دل ہو کر یہ گمان کرے گا کہ شاید مجھ سے کوئی قصور صادر ہوا ہے، جس کی وجہ سے بادشاہ مجھ سے ناراض ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وزیر اپنے فرائض محاسبہ کو بخوبی انجام نہ دے سکے گا اور جیب عمال کے محاسبے میں فرق آئے گا تو مال خزانۂ شاہی میں نہ داخل ہو سکے گا اور مال و دولت کی کمی سے بنیاد سلطنت کمزور ہوگی اور ملک میں خلل پیدا ہو جائے گا، اس لئے کہ بادشاہی کی بنیاد و نظام حکومت مال و دولت پر مبنی ہے۔

دستور الوزراء میں مرقوم ہے کہ جو مال و دولت کہ عمال شاہی قعر زمین میں دفن کر دیتے ہیں، وزیر اپنی فہم و فراست و نیز تدبر و سیاست سے ان عمال کی چشم طمع کو کور کر کے رقم قعر زمین سے نکال لیتا ہے۔

شاہان عالم وزراء و دستوران ہوشمند کی قدر و قیمت جانتے ہیں، جو محتاج بیان نہیں ہے۔

چونکہ سلطان فیروز شاہ صاحب تجربہ فرماں روا تھا اور ملک میں تمام ادیب و بلغا میں ممتاز تھا، اس لئے بادشاہ وزیر کی موجودگی میں شخص غیر سے قطعاً کلام نہ کرتا، اور اگر کسی شخص کو قدم بوسی کے لئے تخت کے روبرو طلب کرتا تو بادشاہ اپنے نور بصیرت سے اُس شخص کے آباو اجداد کے احوال سے اُس کو فوراً پہچان لیتا، یہ محض خدا کا فضل تھا جو اس فرماں روا کے شامل حال رہا، ورنہ ظاہر ہے کہ انسان ضعیف البنیان کو فطرۃً اس قسم کا ادراک کہاں میسر ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ہزارہا انسان کی جو قدم بوسی کے لئے حاضر ہوں آبائی شرافت کو محض اُن کے بشرے سے دریافت کر لینا اور پھر اُن سے اُنہی کی حیثیت کے مطابق گفتگو کرنا اور اُن حاضرین کو مسرت و خوشی کے ساتھ اپنے سے رخصت کر دینا، اور اُن حاضرین کا دعا کرتے ہوئے واپس جانا ایک ایسا امر وہبی ہے جس کو اکتساب سے قطعاً سروکار نہیں ہے۔

بادشاہ کی یہ شناخت و فراست محض اُس کی خوبی بصیرت و عطیۂ الٰہی ہے، جس میں اُس کی کوشش کو دخل نہیں ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ فرماں روائی کے چند اہم ترین نکتے اس مقدمے کے آخر میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے جائیں گے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ایک پہر تک محل بارجا میں نشست اختیار کرتا اور اس کے بعد دوسرے محل میں چلا جاتا اور خانان درگاہ و ملوک بارگاہ اپنے مسکن کو واپس جاتے۔

خان جہاں آئین قدیم کے مطابق مسند وزارت پر جلوس کرتا اور عمال کے اعمال کا محاسبہ پیش ہوتا تھا اور ہر شخص اپنے فرائض منصبی میں مشغول ہوتا تھا۔

اس مقام پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ فیروز شاہ کے دربار کی نشست کا یہ قاعدہ تھا کہ تخت حکومت کی جانب راست خان جہاں اور امیر احمد اقبال و نظام الملک کو جگہ دی جاتی تھی اور جانب چپ تخت سے متصل باوجود قربت و عہدہ کے کسی شخص کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی، حالانکہ سلاطین قدیم کا دستور تھا کہ اُن کا دست چپ بھی امرا سے خالی نہ ہوتا تھا۔

ایسی حالت میں بادشاہ کے اس فعل کو کسی مصلحت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مورخ عفیف جس زمانے میں سلام کے لئے حاضر ہوتا تھا اُس عہد میں دست چپ امرا کے وجود سے خالی تھا اور مورخ نے اپنے والد ماجد سے اس کا سبب دریافت کیا۔

میرے والد نے فرمایا کہ دست چپ زمانۂ قدیم سے سرلشکر کے لئے مخصوص ہے سلطان فیروز شاہ نے اپنے آغاز حکومت میں سرلشکر کا عہدہ اپنے غلام بشیرا کو عطا کر کے اُس کو عماد الملک کے خطاب سے سرفراز فرمایا لیکن اُس شخص کی نشست جانب چپ متصل تخت نہ تھی۔

فیروز شاہ کے اوائل عہد میں خان جہاں اگرچہ وزیر تھا، لیکن جانب چپ بیٹھتا تھا، اور دست راست کی طرف خان اعظم تاتار خاں کو جگہ عنایت ہوتی تھی۔

چند سال کے بعد خان اعظم نے وفات پائی اور خان جہاں کو حکم ہوا کہ اپنے مقرر کردہ مقام پر نشست اختیار کرے اور اس طرح جانب چپ خالی رہ گیا۔

اس درمیان میں خان اعظم ظفر خاں بنگال سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، جیسا کہ مورخ قسم دوم میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہے۔ اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ ظفر خاں کو مسند عطا کی جائے، اور یہ امیر جانب چپ نشست اختیار کرے۔

چند سال کے بعد ظفر خاں نے بھی وفات پائی اور اُس کا فرزند دریا خاں اپنے پدر کا
جانشین ہوا اور اس شخص کی نشست کی بابت بادشاہ سے عرض کیا گیا۔
فیروز شاہ نے حکم دیا کہ جانب چپ صدر میں اپنے مرحوم پدر کی جگہ نشست اختیار کرے۔
اس طرح اگر کوئی اعتراض کرے کہ محل بار جا صحن گلین میں سید ورکانی و مولانا جلال الدین رومی
و شیخ الاسلام کی جگہ کہاں تھی۔
اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سید ورکانی جانب راست صدر جہاں سے فروتر
جگہ پاتے اور مولانا جلال الدین رومی سید ورکانی کے متصل قیام فرماتے تھے۔
شیخ الاسلام ہمیشہ ایک پہر روز گزرنے کے بعد بادشاہ کی ملاقات کو آتے اور اُس وقت
بادشاہ محل چھجہ میں قالین کے اوپر بیٹھتا تھا۔
شیخ الاسلام بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتے اور فیروز شاہ اُن کا استقبال کرتا
اور اپنے ہاتھ شیخ کے قدموں تک لے جاتا۔
حضرت شیخ بادشاہ کو دعا دیتے اور اپنے سینے سے لگاتے تھے اور اس کے بعد
بادشاہ و شیخ ہر دو اصحاب ایک ہی جگہ بیٹھتے تھے اور اس مجلس میں شخص غیر کی گنجائش نہ تھی۔
بادشاہ جناب شیخ سے کلمہ و کلام کرتا اور طعام و شربت و میوہ و تنبول وغیرہ کا دور
ہوتا تھا اور اس کے بعد شیخ الاسلام بادشاہ سے رخصت ہو کر تشریف لے جاتے اور بادشاہ
چند قدم اُن کا استقبال کرتا۔
رخصت ہونے کے وقت بھی حضرت شیخ بادشاہ کو دعا دے کر اُس کو اپنے سینے
سے لگاتے۔
اگر حضرت شیخ کو بادشاہ سے کسی ضرورت کے متعلق کچھ فرمانا ہوتا تو وہ زبانی نہ ارشاد
کرتے، بلکہ ایک کاغذ پر لکھ کر اپنی دستار میں لپیٹتے، اور اُس کو چھوڑ جاتے تھے۔
بادشاہ حضرت شیخ کو رخصت کر کے واپس آتا اور قالین پر حضرت کی دستار و کاغذ
کو پاتا اور اس خط کو اوّل سے آخر تک پڑھتا۔
بادشاہ حضرت شیخ کے نامے کا جواب، حضرت کے حسب خواہش اُسی وقت
لکھ کر اپنے حضور میں اُس کو مرتب کرا کے کسی معتمد امیر کے سپرد کرتا اور اُس کو حکم دیتا کہ یہ خط
جلد سے جلد شیخ الاسلام تک پہنچا دے، بلکہ حضرت شیخ سے پیشتر اُن کی خانقاہ تک پہنچ جاتا۔

اُس وقت قاضی بغدادی و ملک مبارک کبیر وغیرہ محل چھجہ میں بادشاہ کے پس پشت استادہ رہتے تھے۔

پانچواں مقدمہ

اُس عہد کے ملوک وامرا کی مسرت وفارغ البالی

نقل ہے کہ فیروزشاہ کے عہد حکومت میں تمام خانان درگاہ و ملوک کرام و تمام عمال شاہی و فرقۂ ترکش بند، غرضکہ تمام خاص وعام احرار وغلام تمام اشخاص خوش وخرم تھے، اور تمام خلائق کو ہر وقت تازہ مسرت وبے اندازہ نشاط حاصل ہوتی تھی۔

اُس عہد کی تاثیر و نیز سلطان فیروزشاہ کے قدوم کی برکت نے تمام ملک کو مبارک و میمون بنا رکھا تھا۔

جب کبھی کہ فیروزشاہ ملک کے کسی جانب سفر کرتا تو اُس نواح کے ملوک کو اس درجہ خوشی ومسرت ہوتی، گویا یہ گروہ اُس نواح کی حکمرانی کو جا رہا ہے۔

بادشاہ نے خدائے برتر کی توفیق سے ہر امیر کو بیحد انعامات واقطاعات و پرگنات وقصبات وقریات وباغات وغیرہ مدد معاش میں عطا فرمائے تھے۔

ان امرا کو بادشاہ کے ان عطیات میں بیحد برکت حاصل ہوئی اور کم کوئی ایسا امیر ہوگا کہ اُس کے پاس فراش خانہ نہ ہو۔

ہر امیر کے توشے خانے میں فرش کا عمدہ ذخیرہ تھا اور ہر شخص کے ہمراہ صاحب جمال وخوش آواز کنیزوں کا ایک گروہ رفع ملال کے لئے ہر شخص کے ہمراہ رہتا تھا۔

جس مقام پر کہ امرا مقام کرتے، ہر منزل میں بے شمار اطمینان بخش ساز وسامان وفراغبالی وارزاں غلہ میسر آتا تھا۔

کسی فرد کو بھی نہ بادشاہ کے مظالم کا خوف تھا اور نہ کسی شخص غیر غائب وحاضر سے کسی طرح کا خطرہ تھا۔

سلطان فیروزشاہ کے عہد میں اگر بادشاہ کسی وجہ سے شہر سے غائب ہوتا تو خلائق

بادشاہ کی غیر حاضری سے بیحد پریشان ہوتی اور چند ہی روز میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو جاتی تھی۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں چونکہ بادشاہ مقبول بارگاہ الٰہی تھا، ہر مہینے و ہر شعبے میں بے انتہا مسرت و فارغ البالی تھی۔

مخلوق خدا اس درجہ مرفہ الحال تھی کہ ہر خیمے سے سرود کی آواز بلند تھی، اور جو امرا کہ صاحب اقتدار تھے، وہ الوان نعمت تیار کرا کے مخلوق کو تقسیم کرتے تھے۔

بادشاہ کے لشکر کی خوش حالی کا یہ عالم تھا کہ کسی فرد بشر کو لشکر سے واپس جانے کا خیال بھی نہ آتا تھا، اس لئے کہ ہر اہل لشکر کے مکان میں اس قدر آسودگی تھی کہ کسی سپاہی کے دل میں اپنے اہل و عیال کی طرف سے کوئی خطرہ نہ گزرتا تھا۔

بادشاہی لشکر میں ہر فرد کو اس قدر آرام و فراغت حاصل ہوتی تھی کہ معمولی مہم میں بھی بے شمار اشخاص بادشاہ کے ہم رکاب ہو جاتے تھے اور اس درجہ خوش و مطمئن رہتے کہ واپسی کا خیال بھی نہ کرتے تھے۔

شہر کے اہل بازار بے شمار مال و اسباب اپنے ہمراہ لے کر بیحد مسرت و خوشی کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ ہو جاتے تھے، بلکہ یہ رسم قدیم سے چلی آتی تھی کہ اہل خدمت میں وہی لوگ لشکر بادشاہی میں داخل ہو کر روانہ ہوتے تھے جن کو رئیس شہر اجازت دیتا تھا۔

چونکہ لشکر شاہی میں بے انتہا سفر و آرام حاصل ہوتا تھا، اس لئے بعض گروہ اہل بازار کا اس معاملے میں رئیس شہر کی منت و سماجت کرتے تھے اور اس کے عوض قدرے رقم بھی رئیس کو نذر کرتے تھے۔

سبحان اللہ اس بادشاہ کا دور حکومت کس قدر بابرکت تھا جو معرض بیان میں نہیں آسکتا ہے۔

جب بادشاہ خدا کی مدد و عنایت سے شکار سے واپس ہوتا اور شہر میں آتا تو تمام خانان و ملوک درگاہ مسرت و خوشی کے عالم میں اپنے مکانات کو واپس جاتے۔

بادشاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے کوشک سلطانی میں جو دریائے جمنا کے ساحل پر واقع تھا، مقام کرتا، فیروز شاہ کے فرود سے چند روز قبل خان جہاں کے حکم کے مطابق تمام شہر فیروز آباد میں قلعی کرائی جاتی تھی اور در و دیوار پر طرح طرح کے نقش و نگار

بنائے جاتے تھے اور نذر کے لئے بیشمار اسباب مہیا کیا جاتا تھا۔

شہر کے ہر چہار جانب بیرق لگائی جاتی تھی اور ہر پچاس بیرق کے فاصلے پر ایک ڈھول، دو شہنا اور ایک یرغون رکھے جاتے تھے۔

تقریباً بارہ ہزار بیرقیں شہر کے ہر چہار جانب سے جمع ہوتی تھیں اور یہ تمام نشانات بادشاہ کے دربار کے روبرو یکجا کرتے تھے۔

بادشاہ دریائے جمنا کے کنارے قیام فرماتا اور یہ حکم دیتا تھا کہ خانان و ملوک میں کسی فرد بشر کو تنہا شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اس حکم سے یہ مقصد تھا کہ تمام امرا بادشاہ کے ہمرکاب شہر میں داخل ہوں تاکہ رونق و حشم میں معتدبہ اضافہ ہو جائے۔

غرضکہ آفتاب کے طلوع ہونے اور نماز فجر کے ادا کرنے کے بعد خان جہاں مع تمام لشکر و اعیان شہر کے دریا کو عبور کرتا اور تمام بیرقوں و حشم کے ہمراہ بادشاہ کی قدمبوسی کا شرف حاصل کرتا تھا۔

اس کے بعد فیروز شاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے بیحد مطمئن و مسرور ساعت سعید میں شہر میں داخل ہوتا تھا۔ تمام عہدہ داران شہر کے تحائف و رقوم نذر بادشاہ کے ملاحظے میں پیش ہوتے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اول خان اعظم ہمایوں خان جہاں کے اور بعد اس کے ملک الشرق ملک نظام الملک نائب وزیر کے تحائف پیش ہوتے اور اس کے بعد دیگر خوانین و امرا و علما و سادات و اعیان شہر و دیگر باشندگان ملک کے تحائف بادشاہ کے ملاحظے میں پیش کئے جاتے تھے۔

جو اشخاص کہ دیگر شہروں کے بھی کسی خاص وجہ سے خان جہاں کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اُن کی نذریں بھی بادشاہ کے ملاحظے میں گزرتی تھیں۔

غرضکہ تمام خلائق اعلیٰ و ادنیٰ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق بادشاہ کے حضور میں پیش کرتے تھے۔

بادشاہ کے وہ ہمراہی و اہل لشکر جو دیہات و قریات کے باشندے تھے، نہایت اطمینان و مسرت کے ساتھ اپنے مکانات کو جاتے اور اپنے اعزہ و احباب سے ملاقات کرتے، خوش ہوتے اور سفر کے تمام واقعات بیان کرتے تھے۔ سبحان اللہ! اس بادشاہ فرشتہ خصال کے عہد میں خلقت خدا اس درجہ فارغ البال و مرفہ الحال تھی کہ اور

ہر شے اس قدر کثرت و ارزانی کے ساتھ دستیاب ہوتی تھی کہ حد بیان سے باہر ہے، اور یہ تمام برکات بادشاہ کے قدموں کی برکت سے تھی۔

عہد فیروز شاہی کے برکات اس حد کو پہنچ گئے تھے کہ مساکین بھی اپنی دختران خرد سال کو کم سنی کے زمانے میں بیاہ دیتے تھے۔

سبحان اللہ اس بادشاہ دیندار کے عہد مبارک کا کیا کہنا کہ اُس کے عصر میں ذرہ برابر بھی ناخوشی کا ظہور نہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام برکات خود بادشاہ کے قدموں کا طفیل تھے، ورنہ اُس کے انتقال کے بعد تمام شہر زیر و زبر ہو گیا، اور جو اشخاص کہ اب زندہ ہیں وہ اُس مبارک و بابرکت عہد کو یاد کرتے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مبارک عہد اپنے برکات کی وجہ سے کبھی گوشۂ دل سے فراموش نہ ہوگا۔

چھٹا مقدّمہ

عہد فیروز شاہی کی فراغت و ارزانی کا بیان

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے بابرکت عہد میں فارغ البالی حد کمال کو پہنچ گئی تھی، یہ ارزانی صرف شہر تک محدود نہ تھی، بلکہ تمام ممالک محروسہ میں ایک حال تھا۔ بادشاہ کے چالیس سالہ دور حکومت میں قحط کا نام و نشان تک سنائی نہ دیا اور فیروز شاہی عہد کے برکات کے مقابلے میں تمام اہل شہر علائی برکات کو قطعاً بھول گئے۔

عہد علائی کے برکات تاریخ میں بے نظیر تھے لیکن فیروز شاہی عہد کی فراغت نے اُن کو بھی گوشۂ دل سے فراموش کرا دیا۔

سلطان علاء الدین نے ارزانی کے لئے جس قدر بلیغ کوشش کی، اُس کے حالات کتب تواریخ میں مفصل مذکور ہیں۔ علاء الدین نے سوداگروں کو رقم عطا کی اور بیشمار زر و دولت اُن کے سامنے پیش کیا، اُن کے وظائف مقرر کئے اور اُن کو ہر قسم کے رحم و کرم شاہی سے سرفراز کیا، اُس وقت اس درجہ ارزانی پیدا ہوئی، لیکن عہد فیروز شاہی میں

بغیر کسی قسم کی سعی و کوشش کے غلہ و دیگر اجناس میں ارزانی پیدا ہوئی۔
فیروز شاہی عہد کے یہ برکات محض عطائے ربانی تھے، جو اس بادشاہ کے حسن عقیدہ کے نتائج ہیں۔
اُس عہد میں غلے کی ارزانی کا یہ عالم تھا کہ شہر دہلی میں گیہوں آٹھ جیتل فی من، اور چنا اور جو چار جیتل فی من کے نرخ سے فروخت ہوتے تھے۔
اسی طرح شہر میں شکر بھی ایک جیتل فی من کے حساب سے فروخت کی جاتی تھی۔
غرضکہ اس بادشاہ کی پاک عقیدت کی برکت سے ہر قسم کا غلہ ارزاں تھا، اور اسی طرح کپڑوں میں خواہ سپید بیرنگ ہو یا زمینہ، بعید ارزانی پیدا ہوگئی۔
اُس زمانے میں بادشاہ نے حکم دیا کہ شیرینی کا قدیم نرخ بھی گھٹایا جائے اور جب تمام اشیا ارزاں ہوگئی ہیں تو شیرینی کے نرخ میں کمی نہ کی جائے۔
مختصر یہ کہ عہد فیروز شاہی میں، جو چالیس سال کا دور حکومت ہے، خدا کے فضل و کرم سے تمام چیزیں بعید ارزاں ہوگئی تھیں۔
اگر کسی وجہ سے ملک میں گرانی پیدا ہوتی تو البتہ غلہ فی من ایک تنکہ فروخت ہوتا تھا اور یہ گرانی بھی چند روز تک محدود تھی اور اس کے بعد بدستور سابق ارزانی ہو جاتی تھی۔
خلقت خدا نے چالیس سال کال قحط کا نام تک نہ سنا۔
غرضکہ عہد فیروز شاہی کی بہترین نعمت ہر شئے کی بعید ارزانی تھی جس کی نظیر مشکل سے دستیاب ہو سکتی ہے۔
اس بادشاہ کے عہد میں ارزانی کی طرح آبادی میں بھی بعید ترقی ہوئی، چنانچہ میان دوآب میں کوہ سکھر دوآبہ و کھرلہ سے لے کر کول تک ایک گاؤں بھی خراب و ویران نہ تھا اور اس حصۂ ملک، یعنی میان دوآب میں پچاس پرگنے معمور تھے۔
غیر دوآب میں بھی آبادی کا تقریباً یہی حال تھا، چنانچہ ہر حصۂ ملک میں ایک کوس کے درمیان چار گاؤں آباد تھے اور ہر موضع کے باشندے بعید اطمینان و فراغت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔
اس بادشاہ کے عہد بابرکت میں ملک میں بعید آسائش و آسودگی تھی۔

فیروز شاہ کو باغات کے نصب کرنے کا بھی بیحد شوق تھا اور ہر باغ کا صحن بیحد خوبی و لطافت سے آراستہ کیا جاتا تھا، چنانچہ شہر دہلی کے جوار میں ایک ہزار دو سو باغ سرسبز و شاداب موجود تھے۔

جو باغات کہ اوقاف و نیز دیگر اشخاص کی ملکیت میں داخل تھے، بادشاہ نے اُن کو بحال رکھا۔

بادشاہ کو باغات نصب کرنے کا اس درجہ شوق تھا کہ اُس نے سلطان علاء الدین بنا کردہ میں تیس باغ نصب کئے اور بند رسالورہ میں اسّی باغ، اور چیتور میں چوالیس باغ نصب کئے گئے اور ہر باغ میں ہر قسم کے انگور سپید و سیاہ، غرمائی و چیتوری وارغوانی و سپیری و آلو و خایہ غلاماں سات قسم کے پیدا ہوتے تھے۔

ان انگوروں کا نرخ یہ تھا کہ ایک جیتل کو ایک سیر فروخت ہوتا تھا۔

اسی طرح ہر باغ میں مختلف میوہ جات بھی پیدا ہوتے تھے اور عہد فیروز شاہی میں علاوہ حصّۂ املاک باغباناں کے ایک لاکھ اسّی ہزار تنگے دیوانی کو محصول ملتا تھا۔

اس زمانے میں میان دوآب کا محصول اسّی لاکھ تنگے تھا

بادشاہ دین پناہ کی انتہائی سعی و کوشش سے چھ کرور پچاس لاکھ تنگے جوار دہلی کا محصول حاصل ہوتا تھا۔

اگرچہ فیروز شاہ نے اپنے تدبّر و سیاست سے مملکت دار الملک کو مختصر کر دیا تھا تاہم اس حصّۂ ملک کا محصول اس قدر تھا کہ بادشاہ نے اس رقم کو امرا کے درمیان تقسیم کر دیا تھا۔

بادشاہ نے خانان ملک کو اُن کی خانی اور امرا و ملوک کو اُن کی جاہ و حشمت اور اعیانِ ملک کو اُن کی آرام و راحت کے مطابق رقوم عطا فرمائی ہیں۔

فیروز شاہ نے اہل لشکر و دیگر حشم کو مواضع اُن کی ضروریات کے مطابق عنایت کی تھیں اور غیر وجہی ملازمین کو نقد رقم خزانۂ سرکار سے عطا ہوتی تھی۔ اسی طرح دیگر ضروریات زندگی قیاس کرنا چاہیئے۔

چونکہ وجہ داروں کا اطلاق اُن کے اقطاعات کے متعلق ہوتا، اس لئے ہر اقطاع سے اُن کو وجہ یا نصف کامل طور پر حاصل ہوتا تھا۔

اس زمانے میں بے شمار اشخاص اپنے احباب کے اقطاعات جانبین کی رضامندی سے خرید کرتے تھے اسی طرح شہر میں ایک ثلث اُن کو دیا جاتا تھا۔ اصل مالکوں کو نصف مسلم وصول ہوتا تھا اور خریداران اقطاع کو بھی کامل نفع اسی طور پر حاصل ہوتا تھا۔ اس طرح بے شمار افراد اس عہد میں دولتمند ہو گئے اور ان کا بازار گرم ہوا۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ نے تمام بلاد و ممالک کا محصول تمام خلقت پر تقسیم کر دیا تھا، چنانچہ خان جہاں وزیر کو علاوہ سپاہ، احباب و اولاد کی تنخواہ کے تیرہ لاکھ تنگے سالانہ عطا ہوتے تھے، جس کے معاوضے میں ان کو مقطعے و پرگنے عطا ہوئے تھے۔

اسی طرح بادشاہ نے ہر امیر کو اُس کی حیثیت کے موافق عطیات شاہانہ سے سرفراز فرمایا تھا اور بعض امرا کو آٹھ اور بعض کو چھ اور بعض کو چار لاکھ تنگے سالانہ عطا ہوتے تھے۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے اس طریقے پر عمل کیا اور تمام خانان ملوک فیروز شاہی بیحد دولتمند ہو گئے۔ امرا نے بے شمار مال وزر و جواہر و الماس جمع کر لئے۔

ملک شاہین شحنہ نے جو بارگاہ شاہی میں نائب امیر خاص تھا، وفات پائی اور اُس کے متروکات کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس امیر کے خزانے میں علاوہ دیگر اسباب و نفائس و بے شمار جواہرات کے مبلغ پچاس لاکھ تنکے نقد اس کے خزانہ میں موجود ہیں۔

اس کے علاوہ عماد الملک بشیر سلطانی کے مال و اسباب و متروکات کا حال ناظرین کو معلوم ہے۔ چنانچہ اس کے مال و دولت کا مفصل حال اس کتاب کے قسم پنجم میں معرض بیان میں آئے گا۔

اس کے علاوہ چونکہ فیروز شاہ نے رعایا کے ساتھ ایسا مشفقانہ برتاؤ کیا اور اپنے جود و احسان سے اُن کو زیر بار منت کیا، اس لئے تمام مخلوق بادشاہ کی جاں نثار ہو گئی اور ہر خاص و عام بادشاہ کا کلمہ پڑھنے لگا۔

ساتواں مقدمہ

فیروز شاہی حشم و لشکر کا تفصیلی بیان

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں علاوہ بندگان بادشاہی کے اسّی ہزار سوار

ملازم تھے اور یہ تمام جرار و نامدار سوار و پہلوان سال تمام تک بادشاہ کے ملاحظے میں پیش ہوجاتے تھے یہ البتہ ہوتا تھا کہ زیادہ تر اسپ کم قیمت کی کیفیت دیوان عرض میں پیش کی جاتی تھی اور اُس کی بابت اصلاح کی ہدایت بھی ہوتی تھی۔

اکثر اوقات اس قسم کے اخبار بادشاہ تک پہنچتے تھے لیکن فیروز شاہ ان شکایات پر توجہ نہ کرتا تھا۔

جب سال تمام ہوجاتا تھا اور اکثر سواروں کے گھوڑے بیکار رہ جاتے تھے، اُس وقت دیوان عرض کے عمال بادشاہ سے عرض کرتے تھے کہ باوجودیکہ سال ختم ہوگیا ہے لیکن اس قدر گھوڑے بیکار و معطل باقی ہیں۔

اس موقع پر بادشاہ ارشاد فرماتا تھا کہ جمعے کے روز النگ نشست اختیار کریں اور جمعات کے معاوضے تمام سال النگ نشست اختیار کریں۔

یہ مدت بھی تمام ہوجاتی اور اس پر بھی بعض جانور بیکار باقی رہ جاتے اور جب یہ کیفیت بادشاہ سے عرض کی جاتی کہ جمعے کے معاوضے میں بھی یہ سوار النگ ہی رہے اور باوجود اس کے بھی گھوڑے اسی حالت پر ہیں تو بادشاہ یہ حکم صادر فرماتا کہ سواروں کو دو ماہ کی مہلت دی جائے۔

یہ زمانہ بھی تمام ہوجاتا اور عمال بادشاہ سے عرض کرتے کہ دو ماہ کی مہلت مزید بھی ختم ہوگئی اور سواروں کے گھوڑے دیوان عرض میں ملاحظے کے لئے نہیں پیش ہوئے۔

اس زمانے میں ملک رضی جو اہل دل امیر تھا، نائب عارض ممالک تھا اور حشم و لشکر کی بخوبی نگہداشت کرتا تھا۔

یہ امیر بادشاہ سے عرض کرتا کہ جن سواروں نے اپنے گھوڑے دیوان عرض میں نہیں پیش کئے ہیں، ان میں سے اکثر افراد ایسے ہیں، جنھوں نے اپنے احباب کو اطلاقات لانے کے لئے اقطاعات میں روانہ کیا ہے، اس لئے صاحبان خیل جب اس مصلحت سے فارغ ہوں گے، اُس وقت جانوروں کو شہر میں واپس لائیں گے۔

یہ افراد اس انتظار میں تھے کہ سال تمام ہوگیا اور یہ افراد دشواری و مشکل میں گرفتار ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ اس گروہ میں اکثر وہی اشخاص ہیں، جن کے جانور مقطعہ جات کو

روانہ کر دیئے گئے ہیں۔
بادشاہ یہ تقریر سن کر بیحد خوش ہوتا اور فرماتا کہ اگر کوئی شخص اپنے سر گروہ کی مصلحت کی بنا پر کام کرے اور اُس کی عدم موجودگی میں سال تمام ہو جائے اور وہ بھی عرض میں نہ حاضر ہو اور اُس کا گھوڑا پیش نہ ہو سکے تو ایسا شخص مجبور ہے اگر ہم ایسے افراد کو رد کر دیں گے تو ان کی حالت زار ہو جائے گی اور ان کے گھروں میں ماتم برپا ہو جائے گا۔
اس موقع پر بادشاہ یہ حکم دیتا کہ ان سواروں کے سر گروہ پر تاکید کی جائے کہ جو سوار کسی مصلحت کی وجہ سے مقطعہ جات کو روانہ ہوا ہے وہ شخص دیوان مقطعہ میں عرض کی رسم ادا کر دے اور گھوڑا یا تو سپرد کرے اور یا اس مقام پر چھوڑ دے تا کہ جن غریبوں کے گھوڑے موجود نہیں ہیں اُن کو کسی قسم کا تعلق نہ باقی رہے۔
سبحان اللہ فیروز شاہ اپنی رعایا پر کس درجہ شفیق و مہربان تھا کہ مادر و پدر کبھی اپنے فرزندوں پر ایسے شفیق نہ ہوں گے۔
چونکہ بادشاہ کی مہربانی کا یہ عالم تھا اس لئے اس مدت چہل سالہ میں کوئی فرد بھی دیوان عرض میں ایسا نہ رہا جس کا گھوڑا مقابلے کے لئے پیش نہ ہوا ہو۔
فیروز شاہ کے عہد حکومت میں ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ سال تمام ہو گیا اور ایک ملازم درگاہ سے دیوان عرض میں جانور نہ پیش کیا۔
اتفاق سے یہ شخص اُس روز محل کے اندر خدمت نوبتی پر مامور تھا۔
یہ شخص نہایت ملول و غمگین بنا تھا اور آہ سرد بھر کر اپنے ایک دوست سے اپنے غم کی داستان بیان کر رہا تھا۔
بادشاہ نے بھی اس شخص کی گفتگو سنی اور اُس کو اپنے حضور میں طلب کر کے اُس سے حقیقت حال کو دریافت کیا ان اشخاص نے اصل حقیقت کو بادشاہ سے مخفی رکھنا چاہا لیکن فیروز شاہ نے بیحد اصرار کیا اور فرمایا کہ تم ہر دو اشخاص میں کیا گفتگو ہو رہی تھی۔
جس ملازم کا جانور کہ پیش نہ ہوا تھا اُس نے اپنا حال بادشاہ سے عرض کیا اور کہا کہ میں نے جانور دیوان عرض میں پیش نہیں کیا اور اس میں جو اخراجات درکار ہیں ان پر میں قادر نہیں ہوں۔
بادشاہ نے دریافت فرمایا کہ اس رسم کو ادا کرنے میں کس قدر رقم کی ضرورت ہے

اور اُس نے جواب دیا کہ ایک تنکہ زر درکار ہے۔

بادشاہ نے ملک خریطہ دار کو حکم دیا کہ اس شخص کو ایک اشرفی عطا کرے

سوار اشرفی لے کر دیوان عرض میں حاضر ہوا اور عمال سررشتہ کو رقم دے کر قانونی گرفت سے نجات حاصل کی یہ ملازم واپس آیا اور بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ تیری تمنا پوری ہوگئی اور اُس شخص نے عرض کیا کہ خداوند عالم کی عنایت و مہربانی سے میں کامیاب ہوگیا اور بادشاہ نے اُس وقت فرمایا کہ الحمد اللہ۔

اس حکایات کے معرض تحریر میں لانے سے غرض یہ ہے کہ فیروز شاہ معاملات ملکی میں خدمت شریف کے مطابق رعایا پر شفقت و نوازش کے ساتھ حکومت کرتا تھا۔

ساتواں مقدمہ

پسر عماد الملک کا اپنے احباب پیر کی کیفیت بادشاہ سے عرض کرنی اور اس کا جواب باصواب پانا۔

نقل ہے کہ ملک اسحاق نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے بوڑھے ماتحتوں کے حال سے بادشاہ کو آگاہ کیا اور عرض کیا کہ میرے لشکر میں جو اشخاص کہ ضعیف ملک اسحاق نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بوڑھے سوار ملازمت میں آ نہیں سکتے ان کے بجائے جوانوں کو مقرر کیا جائے۔

اس زمانے میں عماد الملک پیر ضعیف ہو چکا اور اس کے بجائے اُس کا پسر ملک اسحاق دیوان عرض کے فرائض انجام دیتا تھا۔

فیروز شاہ نے ملک اسحاق سے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کہا واجبا درست و صیح ہے اور مناسب یہی ہے کہ جو شاہی ملازم بوڑھے ہوگئے ہیں اُن کو رخصت کیا جائے اور ان کے بجائے ان کے فرزند واعزہ یا کوئی شخص غیر نوکر رکھا جائے۔

اس میں تو شبہ نہیں کہ ہر صورت میں ان پیران کہن سال کو ذلت نصیب ہوگی لیکن تیرا پدر بشیر ابھی اب ضعیف اور بوڑھا ہو چکا ہے سب سے بیشتر اپنے کہن سال باپ کو اس کے عہدے سے برطرف کر اُس کے بعد میں دیگر ضعیف و کہن سال اشخاص کو برطرف کروں گا۔

بادشاہ کے اس جواب سے ملک اسحٰق خاموش ہوگیا۔

فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے اس موقع پر بھی اپنی نیک فطرتی کا ثبوت دیا اور فرمایا کہ اگر میں ملازمین کہن سال کو جواب عاجز اور لاچار ہو گئے ہیں برطرف کردوں گا اور ان کے بجائے اُن کے اعزہ یا اغیار کو مقرر کروں گا تو یہ پیران مسکین تباہ و برباد ہو جائیں گے اور پیرانہ سالی میں ان کو بےحد دقت پیش آئے گی اس لئے ان پیرانِ کہن سال کی ملازمت میں کسی قسم کا تغیر نہ کیا جائے۔

بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر کہ ان برطرف سواروں کے بجائے اُن کے فرزند مقرر کئے جائیں یہ بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ اس زمانے میں فرزند اکثر و بیشتر ناخلف ہوتے ہیں اول تو ضعف پیری کی وجہ سے ان کہن سال ملازمین کے قلوب افسردہ ہو رہے ہیں اس پر اگر ان کو ملازمت سے برطرف بھی کیا جائے گا اور ان کے بجائے ان کے ناخلف فرزند مقرر کئے جائیں گے تو وہ ان غریبوں کو اور زیادہ ذلیل و خوار کریں گے اور اُن کے فرزند ناخلف اُن کی اطاعت نہ کریں گے تو ان غریبوں کے قلوب اور زیادہ شکستہ ہوں گے تو جا اور میرا فرمان لوگوں تک پہنچا دے کہ جو سوار پیر و معمر ہو گئے ہیں ان کے بجائے ان کے فرزند سواری کریں اور جن اشخاص کے فرزند نہ ہوں اُن کے بجائے اُن کے داماد بطور وکیل خدمات کو انجام دیں تاکہ تمام پیران کہن سال اپنے مکانوں میں مطمئن بیٹھیں اور جوان باقوت ہمرکاب رہیں۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اے اسحاق اس طرح کا معروضہ نہ پیش کر اس لئے کہ پروردگار عالم جو رب العالمین ہے پیری کی وجہ سے اپنے بندوں کو رزق سے محروم نہیں کرتا میں جو مخلوق و بندہ ہوں کس طرح کہن سال اشخاص کو اُن کے رزق سے محروم کروں۔

مختصر یہ کہ بادشاہ دیندار کی ذات سے جو ملک صفات تھا امور ملکی میں جو فیصل بھی صادر ہوتا تھا اُس کی نوعیت یہی ہوتی تھی اور بادشاہ کا ہر فعل اور اُس کا ہر قول اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ تاریخ میں بطور یادگار درج کئے جائیں۔

ہر چند یہ مورخ ارادہ کرتا ہے کہ فیروز شاہ کے ذاتی خصائل و عادات کے تذکرہ کو طول نہ دے لیکن اس بادشاہ کے افعال اس قدر پسندیدہ ہیں کہ اُن کا ذکر خیر تمام نہیں ہوتا۔

مختصر یہ کہ ملک اسحاق نے بادشاہ کی تقریر سنی اور فیروز شاہ کے فرمان سے تمام عمال و محکمہ جات کو اطلاع دی۔

نواں مقدمہ

فیروز شاہ کا سنگین مناروں کا تعمیر کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ دہلی میں مقیم ہوا اور بادشاہ نے دہلی کے نواح شاہانہ سیر و تفریح شروع کی اور جوار کے دشمن و مخالفین کو پامال کرنا شروع کیا۔ بادشاہ کے عہد سے پیشتر دہلی میں دو سنگین منارے تھے ایک منار سالورہ و خضر آباد کے نواح کے موضع نویرہ میں دامن کوہ میں واقع تھا اور دوسرا منارہ قصبۂ میرٹھ میں واقع تھا۔

یہ دونوں منارے پانڈوؤں کے عہد حکومت سے انہی مقامات پر واقع تھے اور دہلی کے کسی فرمانروا کو یہ سعادت میسر نہ ہوئی کہ ان مناروں کو شہر دہلی میں منتقل کرے۔

فیروز شاہ نے جو توفیق یافتہ بھی تھا اس امر میں بجد کوشش کی اور دونوں منارے دہلی میں نصب کئے۔ ایک منارہ کوشک فیروز آباد کے اندر جمعہ مسجد کے متصل نصب کیا گیا اور منارہ اس کے نام سے موسوم ہوا۔ دوسرا منارہ کوشک حصار میں لایا گیا۔

مختصر یہ کہ معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے یہ روایت کی کہ یہ منارہ بھیم نے تیار کئے تھے جو بجد دراز قامت تھا اور نیز یہ کہ زور و قوت میں بھی اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ یہ راجہ تمام پہلوانان عالم سے زور و کشتی کرتا تھا اہل ہند کی کتابوں میں مرقوم ہے بھیم مذکور روزانہ تیرہ من طعام کھاتا تھا اور اپنے زمانے کا ایسا پر زور پہلوان تھا کہ کوئی مرد اس سے مقابلہ نہ کرسکتا تھا اور اس درجہ دلاور تھا کہ اگر ہاتھی کو نیزہ میں لے کر پھینکتا تو جانور مشرق سے مغرب میں جاکر گرتا تھا۔

اسی زمانے میں تمام ہندوستان میں غیر مسلم آباد تھے اور باہم دگر جنگ و جدال میں مشغول رہتے تھے۔ بھیم کے پانچ بھائی تھے اور یہ شخص اپنے تمام بھائیوں میں چھوٹا تھا اور اکثر اوقات اپنے بھائیوں کے مویشی چراتا تھا اور یہ دو منارے اس کی چوب دست تھے جن کو ہاتھ میں لیکر بکریوں کو چراتا تھا۔

اسی زمانے میں خدا کی قدرت سے مویشیوں کا قد بھی اُسی زمانے کے بنی آدم کے قد وقامت کے مناسب وموزوں ہوتا تھا۔

مختصر یہ کہ یہ اشخاص بیشتر اوقات دہلی میں سکونت رکھتے تھے۔ بھیم نے اس عالم سے رحلت کی اور یہ دو منارے اپنی یادگار ان دو مقامات پر چھوڑے۔ اسی زمانے کے ہندوؤں نے باہم اتفاق کیا اور ان مناروں کی ان مقامات پر انتہائی حفاظت کی۔

کہتے ہیں کہ اُسی زمانے میں آدمیوں کا قد بھی بیحد دراز ہوتا تھا چنانچہ قدیم عہد کے انسانوں کی درازی قد کے واقعات تمام معتبر اخبار وسیر میں مرقوم ہیں۔

مختصر یہ کہ پروردگار عالم نے یہ عنایت ہمارے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمائی کہ آپ کی امت کو کوتاہ قد پیدا فرمایا پروردگار عالم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سات عنایات فرمائیں اور آپ کو سات بشارتیں دیں۔

ان بشارات میں ایک یہ ہے کہ اے محمدؐ کیا تم کو معلوم ہے کہ میں نے تمھاری امت کو خاتم الامم کیوں قرار دیا ہے یہ اس لئے ہے تاکہ تیری امت کے افراد زیادہ زمانے تک قبر میں نہ رہیں۔

دوسرے یہ کہ میں نے تمھاری امت کو زیادہ قوت نہیں دی ہے اور یہ اس لئے کہ یہ اپنی قوت پر غرہ نہ کریں اور میری نافرمانی نہ کرسکیں۔

(۳) تمھاری امت کے قد کوتاہ خلق کئے تاکہ جامہ وطعام کے زیادہ محتاج نہ ہوں اور ضروریات زندگی حاصل کرنے میں مجھ سے دور نہ ہوجائیں۔

پروردگار تو نے اپنے لطف وکرم سے ہم کو مسلمان پیدا فرمایا ہے تو مسلمانوں ہی کے درمیان ہمارا حشر کر۔

مختصر یہ کہ بھیم نے یہ دو منارے سنگین اس نے اپنی دستکاری وقوت سے تیار کئے۔

فیروز شاہ نے ان مقامات کی سیر کی اور ہر دو منارے عجائبات کو ملاحظہ کرکے ان کو شہر دہلی میں منتقل کیا اور بیحد سعی ومشقت کے ساتھ شہر میں لاکر فیروز آباد اور کوشک حصار میں نصب کیا۔

ان مناروں کے زمین سے کھودنے کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ فیروز شاہ نے سابورہ اور

خضر آباد کا سفر کیا اور ایک شکار کے عقب میں گھوڑا دوڑایا۔
بادشاہ خضر آباد میں جو دہلی سے نو کوس کے فاصلے پر آباد ہے پہنچا اور کوہ پایہ کی جانب موضع نوبرہ میں ایک منارہ سنگین ملاحظہ کیا۔
بادشاہ کے دل میں آیا کہ اگر یہ منارہ عجیب دہلی میں لایا جائے تو یقیناً ایک عجیب وغریب یادگار دنیا میں باقی رہ جائے گی۔
بادشاہ نے بیحد غور وفکر کے بعد ان مناروں کو بیخ سے نیچے نکالنے کا ارادہ کیا اور جس قدر قریات وقصبات کہ اس مشہور منارہ کے جوار میں واقع تھے اور دوآب وغیرہ دوآب کے تمام مقامات کے باشندوں کو جمع کیا۔
فیروز شاہ نے احرار وغلام ونیز سوار وپیادے بے شمار فراہم کئے اور طرح طرح کے اسباب ومختلف اقسام کے آلات جمع کئے گئے۔
بادشاہ نے درخت سیمبل کی چھال کے رسے تیار کرائے اور اس درخت کے تختے تیار کئے گئے اور یہ تمام رسے اور تختے منارہ کے تکیہ گاہ پر باندھے گئے۔
یہ احتیاط اس لئے کی گئی کہ چونکہ منارہ پیشتر کا ہے ایسا نہ ہو کہ خم ہونے سے ٹوٹ جائے اور زمین پر گر پڑے۔
مختصر یہ کہ منارہ بیخ تک کھودا گیا اور منارہ خم کھا کر تختوں اور رسوں پہ آگیا۔
چنانچہ چند روز کے بعد منارہ زمین پر گرا اور خدا کے فضل وکرم سے یہ مہم طے ہوئی۔
منارہ کی بیخ پر غور کیا گیا اور معلوم ہوا کہ یہ عجیب وغریب تھے ایک ایک سنگ بزرگ چہار گوشہ پر قائم ہے اور یہ منارہ بجائے ایک ستون کے زمین کے اندر سے بلند اور اسی سنگ پہ واقع ہے۔
سنگ چہار گوشہ بھی زمین سے نکالا گیا اور منارہ کو نئے کی چھال اور نیزہ سے سر سے پاؤں تک لپیٹ دی گئی تاکہ اس کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے۔
اس کے بعد بیالیس پہیوں کی ایک گاڑی بنائی گئی اور گاڑی کے ہر پہیہ میں رسیاں لپیٹی گئیں اور ہزار ہا انسان اس ستون کے اٹھانے میں لگائے گئے۔
آخر کار بیحد مشقت ومحنت کے بعد ستون گاڑی پر رکھا گیا اور گاڑی کے ہر پایہ پر دس من کی ایک رسی باندھی گئی اور ہر رسی کو کھینچنے کے لئے دو سو مزدور مقرر کئے گئے۔

اس کے بعد گاڑی چلی اور بیحد شفقت و محنت کے ساتھ دریائے جمنا کے کنارہ لائی گئی۔
بادشاہ نے دریا میں تمام کشتیاں جمع کیں۔
واضح ہو کہ اُسی زمانے میں دریائے جمنا میں بزرگ و وسیع بجروں کا ایک بڑا ذخیرہ فراہم تھا اور بعض کشتیاں اتنی بڑی تھیں کہ اُس میں سات ہزار و پانچ ہزار من غلہ بھرا جا سکتا تھا۔ چھوٹی سے چھوٹی کشتی بھی اتنی وسعت رکھتی تھی کہ اُس میں دو ہزار من غلہ آسانی کے ساتھ آجاتا تھا الغرض یہ کشتیاں جمع کی گئیں اور منارہ بیحد محنت و حکمت کے ساتھ کشتیوں پر رکھا گیا اور دریائی راہ طے کر کے یہ عجیب و غریب ستون کوشک فیروز آباد میں لایا گیا۔
اس زمانہ میں خاکسار مولف کا سن بارہ سال کا تھا۔
غرض کہ منارہ دربار فیروز آباد کے اندر لایا گیا اور جمعہ مسجد کے متصل ایک عمارت کی تعمیر کا آغاز ہوا اس عمارت کو ماہر و بہتر کاریگروں سے سنگ کہرسل اور چونہ سے تیار کیا۔
عمارت کی ہر پوشش پر بادشاہ کی حکمت و تدابیر سے منارہ کو اوپر چڑھاتے تھے اور اُس کے بعد دوسرے پوشش کی ابتدا کرتے تھے۔
غرضکہ اس طرح منارۂ مذکور ہر پوشش پر بلند ہوتا گیا اور اب وقت آیا کہ منارہ راست کیا جائے۔
اس مقصد کے لئے دس من کی متعدد رسیاں تیار کی گئیں اور عمارت یعنی چبوترہ کی ہر پوشش پر لکڑی کے چرخ باندھے گئے۔
اس کا ایک سرا منارہ کے سرے پر باندھا گیا اور دوسرا چرخ سے باندھا گیا۔
ہزار ہا آدمی چرخ پر زور کرتے اور اُس کو چلاتے تھے اور مزدوروں کی بے انتہا کوشش و قوت سے منارہ نصف گز بلند ہونے لگا۔
منارہ کے نصف گز بلند ہونے کے بعد ستون کے گرد چوب بزرگ سینبل کے تختے بجائے تکیہ کے رکھے گئے تاکہ منارہ چبوترہ پر نہ گر سکے۔
غرض اس طرح چند روز کوشش کی گئی اور بادشاہ کی نیت صادق اور خدا کے فضل و کرم سے منارہ راست و ہموار ہو گیا۔
منارہ کے گرد سر سے پاؤں تک بے شمار تختے لکڑیوں کے بندھے تھے تاکہ منارہ ان تختوں پر قائم رہے اور کسی مقام سے خم نہ ہو۔

غرضکہ بادشاہ نے اپنی حکمت و تدبیر سے ایسا سنگین و بلند منارہ تیر کی طرح راست و ہموار بلند و بالا کر دیا جس کو دیکھ کر انسان کی عقل قاصر ہو جاتی ہے۔
یہ منارہ ایسا راست و ہموار بلند ہوا کہ کسی مقام پر ذرہ برابر بھی خم نہ آیا۔
سنگ چہار گوشہ منارہ کو ہموار کرتے وقت زمین میں گاڑ دیا گیا اور منارہ اسی پتھر پر قائم کیا گیا۔
غرضکہ منارہ چند روز میں استادہ ہو گیا اور اسی کے سرے پر سنگ سیاہ و سپید لگائے گئے اور سنگ سیاہ کے اوپر ایک قبہ مسی جس پر سونے کا ملمع کیا گیا تھا بطور کلس کے نصب کیا گیا۔
منارہ مذکور بتیس گز بلند تھا آٹھ گز چبوترہ کے اندر ہے اور چوبیس گز بلند و بالا ہے۔
یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس منارہ کو اسی کے اصل مقام پر کس شخص نے کس تدبیر سے نصب کیا تھا
منارہ کے پاس چند سطریں ہندی میں چاندی سے کندہ کی گئی ہیں۔
فیروز شاہ نے بے شمار ہندی افراد کو جمع کیا تاکہ ان سطور کا مطلب حل ہو اور یہ پڑھی جائیں لیکن کوئی شخص اس کے سمجھنے میں کامیاب نہ ہوا۔
ایک روایت یہ ہے کہ بعض اہل ہنود نے اُن سطروں کو پڑھ لیا اور منارہ پر یہ مرقوم تھا کہ اس منارہ کو کوئی مسلم و غیر مسلم فرمانروا مدت دراز تک اس کے مقام سے منتقل نہ کر سکے گا لیکن آخر زمانہ میں ایک مشہور فرمانروا فیروز شاہ نام پیدا ہوگا جو اس منارہ کو اس مقام سے علیحدہ کرے گا۔
غرضکہ یہ امر بادشاہ کی خوش عقیدگی کا ثمرہ تھا کہ توفیق الٰہی سے وہ ہر ایسی آرزو و خواہش میں کامیاب ہوتا تھا۔
منارہ دوم کا جو کوشک نگار میں نصب کیا گیا افسانہ یہ ہے کہ یہ منارہ میان دوآب حوالی قصبۂ میرٹھ میں واقع تھا۔ منارہ کوشک نگار زرین اس سے قدرے خرد ہے۔
فیروز شاہ نے اس منارہ کو بھی اسی حکمت عملی سے و نیز مختلف حکمتوں اور مشقت سے زمین سے نکالکر کوشک نگار میں نصب کیا۔
غرضکہ بادشاہ نے منارۂ دوم کو کوشک نگار میں نصب کیا اور اس روز فیروز شاہ

نے خاص و عام کے لئے جشن مسرت مقرر کیا۔
شہر کا ہر باشندہ عیش و عشرت کا متوالا تھا اور ہر فرد غم و آلام سے آزاد ہوا۔
کوشک نگار میں شربت کے لئے خم رکھے گئے اور ہر آیندہ و روندہ کو عام اجازت تھی کہ جس قدر خواہش ہو شربت پیے اور کسی شخص کو مخالفت کا خوف خطرہ بھی نہ تھا۔
غرضکہ منارہ قائم ہوا اور کوشک تیار کیا گیا اور بادشاہ نے اس مقام پر ایک شہر آباد کیا۔
تمام خانان اور امرائے فیروز شاہی نے اس شہر میں اپنے لئے عمارات تعمیر کرالیں۔
حقیقت یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ ان مناروں کو اس طرح نصب کرنا بادشاہ کا قابل یادگار کارنامہ ہے جو کسی گوشۂ دل سے فراموش نہیں ہو سکتا۔
یہ سچ ہے کہ ہر اولوالعزم فرمانروا نے اپنی یادگار زمانہ میں چھوڑی ہے اور اسی طرح اپنی جہانداری و فراست و سیاست کا ثبوت دیا ہے چنانچہ سلطان شمس الدین التمش نے جامع مسجد دہلی کے گرد ایک منارۂ بزرگ تعمیر کیا جس کا تفصیلی حال خود ناظرین کو بخوبی معلوم ہے۔
غرضکہ اس طرح ہر بزرگ و باقی فرمانروا نے بے شمار یادگاریں و مثالیں چھوڑی ہیں جن سے اُس کا نام نیک تا قیام قیامت روشن و باقی رہے گا مگر یہ دو منارے عجیب جو فیروز شاہ نے نصب کئے ایسی یادگاریں جن کا مثل تاریخ میں موجود نہیں ہے۔
جس زمانے میں کہ امیر تیمور ہندوستان تشریف لائے اور خلائق شہر بادشاہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوئی تو امیر مذکور نے چند روز شہر میں قیام فرمایا اور ہر تاجدار کی یادگار کو ملاحظہ کیا۔

صاحبقران نے ان مناروں کو بھی ملاحظہ فرماکر ارشاد کیا کہ خدائے تعالیٰ کی مشیت و حکمت سے ہر تاجدار نے اس دنیا میں اپنی یادگار چھوڑی ہے لیکن ہر فرمانروا کی یادگار امتداد زمانہ سے ناپید و ضائع ہو گئی ہے اور آج اس کا نام بھی کوئی شخص زبان پر نہیں لاتا لیکن یہ منارے سنگین جو فیروز شاہ نے اپنی یادگار چھوڑے ہیں یہ تا قیام قیامت باقی رہیں گے۔
امیر تیمور نے فرمایا کہ میں نے مختلف ممالک کی سیر کی ہے اور ہر شہر میں مختلف یادگاریں تمام سلاطین روزگار کی دیکھی ہیں لیکن اس طرح کی کوئی شے میری نظر سے نہیں گزری۔
غرضکہ بادشاہ نے ان مناروں کے تمام تفصیلی حالات و اپنے عہد کے مشہور واقعات

وغیرہ نقرہ سے ان مناروں پر کندہ کرائے۔
جبکہ مختلف دور زمانے کے آئیں گے اور ہر قرن میں انسان ان مناروں کو دیکھے گا تو ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ کام انسانی طاقت سے باہر ہے۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہ کے شکار کے حالات

نقل ہے کہ فیروز شاہ ملکی معاملات میں اسرار سلطنت کو خوبی کے ساتھ حل کرتا تھا۔
بادشاہ نے ملکی مصالح کی وجہ سے سیر و سفر سے کنارہ کشی کر لی لیکن بعد کو خیال کیا کہ سلاطین روزگار کے سیر و سفر میں خلائق کو آرام و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔
بادشاہ نے خیال کیا کہ سلاطین کو بغیر کسی مصلحت ملکی کے جو سلطنت کا اصل رکن ہے سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔
چونکہ فیروز شاہ نے مفسدانِ گریز پا کی طرف سفر کرنا ترک کر دیا تھا اس لئے شکار کا ایک مشغلہ اختیار فرمایا جس کے ضمن میں بادشاہ مفسدوں اور حریفوں کی تنبیہ و تادیب کر دیتا تھا
فیروز شاہ کو شکار کا شوق ایام طفلی سے تھا اور بادشاہ کے عہد میں یہ مشغلہ بھی ملکی مہمات میں سے ایک اہم مشغلہ قرار پایا۔
سلطان محمد تغلق نے بارہا فرمایا کہ ملک نائب امیر حاجب یعنی فیروز شاہ بیحد عاقل و دانا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کو شکار کا بیحد شوق ہے اور اسی مشغلہ میں بیحد سعی و کوشش کرتا ہے۔
مختصر یہ کہ سلطان محمد تغلق نے بارہا فیروز شاہ کو نصیحت کیا اور کہا کہ شکار پرند سے گریز کر کے کنجشک ملک کو شکار کرے۔
مختصر یہ کہ سلطان محمد نے فیروز شاہ کو بیحد نصیحت کی لیکن مرحوم سلطان کو معلوم نہ تھا کہ فیروز شاہ ختم الملوک ہے اور اس کے شکار سے بھی بیشمار مسلمانوں کو نفع پہنچے گا۔
بادشاہ جب شکار کے لئے سفر کرتا اور شکار گاہ میں صید افگنی میں مشغول ہوتا تو اس وقت

بیحد خوش و بشاش ہوتا اور جو شخص بھی اس وقت اپنی خواہش و آرزو کو پیش کرتا بادشاہ فوراً اس کی حاجت روائی فرما دیتا مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں مختلف قسم کے شکار کھیلے اور اس معاملہ میں حد سے زیادہ کوشش کی اور ہر قسم کے درندے جانور فراہم کئے۔
بادشاہ نے چیتے اس قدر جمع کئے جن کا شمار نہیں ہوسکتا تھا اور اس طرح بیشمار کتے فراہم کئے۔
بادشاہ نے اپنے عہد حکومت میں بیشمار شیر شکار کئے اور باز و بحری و ترمتی و شاہین شیر وغیرہ پرند اس قدر جمع کئے کہ انسان اس کا خیال بھی نہیں کرسکتا۔
تمام شکاری درند و پرند بندگان بادشاہی کے سپرد تھے اور ہر جانور سپرد دو اور تین نفر بندگان شاہی مقرر تھے اور تمام نگہبان جانور و اسپ سوار بادشاہ کے ہمرکاب چلتے تھے
بادشاہ شکار کا اس درجہ شایق تھا پینتالیس نشان جو مراتب شکار تھے بادشاہ کے ہمراہ ہوتے تھے اور ایک فراش خانہ ایک دہلیز ایک بارگاہ ایک خواب گاہ اور ایک گنبد سفید جو خاص فیروز شاہ کی یادگار تھا ساتھ ساتھ رہتا تھا۔
فیروز شاہ شکار کے لئے روانہ ہوتا اور بادشاہ کے ہمراہ فوج بھی ہوتی تھی اور نیز تمام خانان و ملوک و شاہزادگان اس فوج کے برابر چلتے تھے۔
اس کے علاوہ پر طاؤس کے دو نیزے جو خاص سلطان تغلق کی ایجاد تھے فوج خاصۂ شاہی کے میمنہ و میسرہ میں ہمراہ ہوتے اور نیز میمنہ کے ساتھ میں محافظان درندا اور میسرہ میں نگہبان پرند فراہم ہوکر راہ طے کرتے تھے۔
فیروز شاہ کے اصطبل میں گھوڑوں کا ذخیرہ بھی بہت کافی تھا۔
تمام بادشاہی جانور پانچ پائیگاہوں میں باندھے جاتے تھے جن کو سیج محل کہتے تھے انشاء اللہ تعالیٰ ہر پائیگاہ کا مفصل حال بادشاہی کارخانہ جات کے بیان میں ہدیۂ ناظرین ہوگا۔
منجملہ ان پانچ پائیگاہوں کے ایک پائیگاہ شکرہ خانہ میں اور ایک ہزار دو سو گھوڑے شکروں کے ہمراہ ہوتے تھے اس زمانے میں ملک وطان امیر شکار تھا اور ملک خضر کو نیابت کی خدمت سپرد تھی۔
بازیدگان و فوجداران شکرہ خانہ علیحدہ چلتے تھے۔
شکرہ خانہ کا ہر کارکن امرائے کبار میں داخل تھا اور شکرے کی پرورش میں ہر امیر بیحد سعی و کوشش کرتا تھا۔
چونکہ فیروز شاہ کو اس مشغلہ میں بیحد انہماک تھا اسی لئے ہر امیر اپنے فرائض کو بیحد مستعدی

وشفقت سے انجام دیتا تھا۔ اور اس امر میں کوشاں رہتا تھا کہ بقیہ عمر بھی اسی شغل میں گزر جائے

اس امر میں شکار کے وقت صف شکار درست کرنے میں خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور

حقیقت یہ ہے کہ یہ عجیب کام اور غریب اسرار تھا۔

فیروز شاہی شکار گاہ میں ایسی صف بندی ہوتی تھی کہ سلاطین قدیم میں بہت کم کسی نے

ایسی کی ہوگی۔

اگر کسی صاحب جاہ بادشاہ کو صف بندی شکار کا خیال بھی ہوتا تھا تو ایک ہی وقت یہ

انتظام ہوتا تھا اور اس کے بعد صف بندی توڑ دی جاتی تھی لیکن سلطان فیروز شاہ سات

سات اور آٹھ آٹھ روز اسی قسم کی صف بندی کو قائم رکھتا تھا اور ہر روز اسی صف بندی میں

صید افگنی ہوتی تھی۔

مختصر یہ کہ چونکہ بادشاہ نے اسی شغلۂ شکار میں انواع واقسام کے طریق صف بندی سے

کام لیا اس لئے یہ مورخ عفیف ہر صف بندی کا حال جداگانہ معرض تحریر میں لاتا ہے تاکہ

صاحبان بصیرت کو نصیحت آمیز سبق حاصل ہو جائے۔

افسانہ پرۂ گورخر۔ واضح ہو کہ گورخر جنگل میں زندگی بسر کرتا ہے اور ہندوستان میں ایسا

مقام دیبالپور اور سرستی کے درمیان واقع ہے۔

یہ سرزمین قطعاً بے آب ہے اور ہر جانب چند کوس تک خرابہ ہی خرابہ ہے۔

اس زمین کا یہ حال ہے کہ سو گز کھودنے کے بعد پانی برآمد ہوتا ہے اور اگر کوئی مسافر راہ

بھول کر اس جنگل میں آوارہ ہو جاتا ہے تو بے آبی کی وجہ سے بیحد مضطر و پریشان ہو کر جان کھوتا ہے

اس لئے کہ پانی صرف دوسری ہی منزل پر دستیاب ہو سکتا ہے۔

گورخر کی خصلت یہ ہے کہ بے آب مقام پر رہتا اور ایک ایسی سرزمین میں سکونت اختیار

کرتا ہے جہاں اسی کوس تک پانی دستیاب نہ ہو اور یہ فاصلہ قطعاً خرابہ ہو۔

اس جانور کا خاصہ ہے کہ جب تشنہ ہوتا ہے تو اسی کوس زمین طے کرکے پانی کے پاس

آتا ہے اور پانی پی کر پھر اپنے مسکن کو واپس آتا ہے۔

گورخر کا شکار صرف موسم گرما میں کر سکتے ہیں۔

اس جانور کی فطرت یہ ہے کہ گرمی کے زمانے میں ایک مقام پر مل کر رہتے ہیں۔

یہ جانور گرمی میں تو مل جلکر رہتے ہیں لیکن موسم سرما در زمانۂ برشکال میں ایک دوسرے سے علیحدہ و متفرق ہو جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ گورخر کا شکار کرے اور لشکر گاہ کو سرستی اور ابہر میں چھوڑ کر خود بدولت وسعادت گورخر کے شکار کے لئے روانہ ہوا۔

فیروز شاہ لشکر گاہ سے سوار ہوا اور ارشاد ہوا کہ جن سواروں کے گھوڑے تروتازہ وقوی ہیں وہ ہمراہ رہیں اور ضعیف جانوروں کے سوار بنگاہ میں مقیم رہیں۔

اس کے علاوہ بادشاہ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو بادشاہ کے ہمراہ رہے گا تین شبانہ روز کا ذخیرۂ آب اپنے اور اپنے مرکب کے لئے مہیا و تیار رکھے۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق خانان وملوک نے اونٹوں پر اور بعض افراد نے کہاروں اور گھوڑوں کی پشت پر پانی کا ذخیرہ ہمراہ لیا۔

فیروز شاہ عصر کے وقت شکار گاہ کو روانہ ہوا اور تمام شب تیزی کے ساتھ سفر کرتا رہا اور دن کو ظہر کے وقت گورخر کے جنگل کے قریب پہنچا۔

بادشاہ نے اس مقام پر پندرہ کوس کے گرد شکار کی صفیں درست کیں اور اس کے بعد آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر حلقۂ شکار کو چار کوس کے درمیان محدود کر دیا اور اس طرح بے شمار گورخر صفوں کے اندر آگئے۔

بادشاہ نے شب کو اسی مقام پر منزل کی اور روز دوم بار دگر شکار کو روانہ ہوا اور اس صبح سے شام تک صید افگنی کر کے مغرب کے وقت فرودگاہ کو واپس آیا۔

غرضکہ فیروز شاہ نے شب بھر اسی طریق پر بسر کی اور روز دوم وسوم دو گھڑی شکار کر کے لشکر گاہ کو واپس آیا مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے ستر کوس کا سفر کر کے گورخر کا شکار کیا اور اس کے بعد لشکر گاہ کو واپس آیا۔

ہرنی وگوروٹیل گائے کے شکار کا بیان

اس قسم کے جانور حوالی بداؤن اور انوالہ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اس لئے کہ یہ جانور زیادہ تر اس مقام پر ہوتے ہیں جہاں جنگل بھی ہو اور گھاس اور پانی بھی پایا جاتا ہو اور اس قسم کا جنگل دہلی میں نہیں پایا جاتا۔

اس امر کی وجہ یہ ہے کہ فیروز شاہ رعیت پرور فرمانروا تھا اور اس بادشاہ نے ملک کی معموری اور رعیت کی مرفہ حالی میں بیحد سعی وکوشش کی۔

بادشاہ نے پائے تخت کے قرب جوار کو اس درجہ آباد و معمور کیا کہ دہلی کے نواح میں اس قسم کے جنگلوں کا نام و نشان نہ رہا اور صرف حوالی بداؤن میں ایک جنگل محض شکار کے لئے باقی رہ گیا بلکہ احتمال یہ تھا کہ بادشاہ کی انتہائی توجہ دکوشش کی وجہ سے یہ مقام بھی آباد و معمور ہو جائے گا۔

مختصر یہ کہ بادشاہ ہر سال فیروز آباد سے سیر و شکار کے لئے روانہ ہوتا۔

فیروز شاہ اسی بداؤن کے جنگل میں جو شکار کے لئے مخصوص کر دیا تھا آتا اور بے شمار جانوروں کا شکار کرتا تھا۔

حال یہ ضرور ہے کہ مورخ عفیف ہر وقت بادشاہ کے ہمراہ رہتا تھا۔

فیروز شاہ جلد سے جلد صحرا میں پہنچتا اور ارادہ کرتا کہ شکار کی صف بندی کرے تو ایک روز قبل تمام حشم و لشکر کو حکم صادر ہوتا تھا اور تمام لشکر اسی شب کو طویلہ میں مقیم ہوتا اور رات کو وہل پاس بین بجائی جاتی تھی۔

بادشاہ اسی روز قیام گاہ سے کوچ کرتا اور تمام سوار دپیادے احرار و غلام بادشاہ کے ہمراہ ہوتے تھے اور نیز پائیگاہ بھی بادشاہ کے ساتھ ہوتی۔

فیروز شاہ اس روز ایک بلند مقام پر استادہ ہوتا تھا اور اسی بلندی کے نیچے سواران لشکر صف بندی کے لئے روانہ کئے جاتے تھے۔

بادشاہی حکم کے مطابق دو نشانۂ شکار مہیا کئے جاتے تھے ایک نشان جانب راست اور دوسرا جانب چپ رہتا تھا دست راست کی جانب ملک نائب باربک سواروں کو صف بندی کے لئے روانہ کرتا تھا اور دوسری طرف ملک عماد الملک یہ خدمت بجالاتا تھا۔

ان امرا کے عقب میں نشان شکار ہوتے تھے اور ہر سوار دم ریز روانہ ہوتا تھا اور ہر خیل علیحدہ علیحدہ نظر سے گزرتا تھا ہر گروہ کے افراد صف بندی کے لئے تیار ہوتے اور سب سے بیشتر اسی گروہ کے نیزہ باز روانہ کئے جاتے تھے اور ان کے عقب میں سواران خیل دار چلتے تھے۔

بعض اشخاص نے از روئے حسد جو انسان کی فطرت کا خاصہ ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ عرض لشکر کا اس سے بہتر موقع دوسرا نہیں ہے اس لئے کہ خیلدار کے سوار اس وقت دم ریز گھوڑا دوڑاتے ہیں۔

بادشاہ کو ان اشخاص کی یہ گفتگو بھلی نہ معلوم ہوئی اور ان سے یہ کلام سنکر منہ پھیر لیا۔
جب تمام سوار میدان کو روانہ کردئے جاتے تھے اور ہر دو نشان دس کوس کے فاصلے پر نکل جاتے تھے تو بندگان خاص کو صف بندی کا حکم دیا جاتا تھا۔
بندگان خاص میں بھی ہر سوار ایک بیرق قومی ہوتی تھی اور یہ گروہ بھی شکار کا رخ کرتا تھا۔
امرا کے بعد پائیگاہ شکرہ خانہ کے اسپ روانہ کئے جاتے تھے اور کارخانہ جات نشان کے عمال وکارکن بھی شکارگاہ کا رخ کرتے تھے۔
آخر میں فیلان شکاری روانہ ہونے تھے لیکن اگر صف بندی کا دور بڑا ہوتا تھا تو سواران پائیگاہ ہاتھیوں سے پیشتر روانہ کئے جاتے تھے اور اُن کے بعد ہاتھیوں کی باری رہتی تھی۔
مختصر یہ کہ ہر دو نشانہ اپنی اپنی جگہ پر یکجا ہوتے تھے اور اس مقام پر اس قدر آگ جلائی جاتی تھی کہ دھواں بلند ہوتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ صف بندی مکمل ہوگئی۔
اس وقت بادشاہ حکم دیتا تھا کہ سواران مذکور آہستہ آہستہ حلقہ صف بندی میں داخل ہوئی اور بار دگر بادشاہی فرمان پہنچتا تھا کہ اس قدر احتیاط کی جائے کہ جانوران شکار حلقے کے باہر نہ نکل سکیں۔
سوار حلقہ شکار میں داخل ہوتے تھے اور بادشاہ کا فرمان صادر ہوتا تھا کہ سوار آہستہ آہستہ پیل مال کرتے ہوئے حلقہ شکار میں داخل ہوں اور بار دگر یہ تاکید ہوتی تھی کہ جانور حلقے کے باہر نہ رہیں صید افگنی کا دور چھوٹا ہوتا تھا اور پہرہ کے سوار ایک یا دو صف میں منقسم ہو جاتے تھے اور دو صفوں سے تین صفوں میں تقسیم ہوجاتے تھے۔
یہ قرب طرفین کے سواروں کا اس درجہ بڑھ جاتا تھا کہ حلقہ شکار میں مقابلے کے سوار ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔
شب تمام ہونے کے بعد روز روشن ہوتا اور بادشاہ حکم دیتا تھا کہ ہر شخص حلقے کے اندر جس مقام پر پہنچ چکا ہے وہیں قیام کرے لیکن شکارگاہ میں کسی جگہ کا تعین نہ ہوتا تھا اور جو شخص کہ جس مقام پر پہنچ جاتا تھا وہیں قیام اختیار کرتا تھا۔
اسی طرح خیلداروں کے خیمے ایک دوسرے سے متصل برپا کئے جاتے تھے اور یہ اتصال ایسا مکمل ہوتا تھا کہ صف بندی کے دور کی طرح خیموں کا ایک دایرہ بن جاتا تھا اس لئے کہ

ہر خیل دار کا خیمہ اپنے دوسرے ہم مرتبہ فرد سے قطعاً متصل نصب کیا جاتا تھا اور اسی طرح صف بندی کا دور جو چار یا پانچ کوس ہوتا تھا اس کے گرد ایک دائرہ خیموں کا بھی بن جاتا تھا۔
خیموں کے دور کے مقابل کٹگھرے باندھے جاتے تھے اور اس طرح صف بندی کے دور کے گرد ایک دو کٹگھروں کا بھی ہوتا تھا۔
سراچہ کے عقب میں خیلداروں کے قیام گاہ کا انتظام کیا جاتا تھا اور اسی طرح اہل بازار بھی اپنے خیل کے متصل قیام کرتے تھے
غرضکہ جب صف بندی کا دور مکمل ہو جاتا تھا تو صف بندی کے حلقے اندر جانوروں کی تحقیق کی جاتی تھی اگر شیر یا ببر یا گرگ وغیرہ جانور حلقے کے اندر ہوتے تو بادشاہ پیشتر ان جانوران موذی کا شکار کرتا اور اس کے بعد دوسرے جانوروں پر توجہ کرتا تھا۔
صف بندی کے زمانے میں دہلیز نہ ہوتی تھی بلکہ بارگاہ خوابگاہ و گنبد سفید برپا کیا جاتا تھا
فیروز شاہ ہر خیلدار کو حکم دیتا کہ اپنے ماتحت افراد سے اپنے حلقے میں ہوشیار رہے اور ان افراد کو سراے میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔
اس حکم کی بنا پر تمام خیلدار اپنی اپنی چوکی میں ترکش باندھے ہوئے ہوشیار و بیدار رہتے تھے اور اسی طرح صف بندی کا ایک دور ترکش کا ہو جاتا تھا۔
جب صف بندی کا دور اسی طرح مستحکم ہو جاتا تھا اور ہر جنس و قسم کے شکار صف بندی کے حلقہ میں نظر بند ہو جاتے تھے تو بادشاہ ہر روز شکار کے لئے سوار ہوتا تھا اور تقریباً پانچ سو یا چھ سو سوار شاہزادوں اور خانان و ملوک کے گروہ میں سے بادشاہ کے ہم رکاب ہوتے تھے۔
بادشاہ صف بندی کے حلقہ میں داخل ہو کر شکار کرتا اور اپنے شکار کے عقب میں تیر پھینکتا اپنے النگ کے مقابل میں جو خیلدار شکار مارتا وہ جانور بطور انعام اُس امیر کو عطا ہوتا تھا
فیروز شاہ اس طریقہ سے سات یا آٹھ روز شکار کھیلتا اور خود شکار کے عقب میں گھوڑا دوڑاتا
بادشاہ جب ارادہ کرتا کہ صف بندی توڑ دی جائے اور باقی ماندہ شکار کو گرفتار کریں تو شاہی حکم کے موافق ایک آتشیں تیر صف بندی میں پھینکا جاتا تھا اور دہل اور شہنائی بجائی جاتی تھی۔
اس آواز کو سن کر تمام خلائق حلقہ کے اندر آجاتے اور صف بندی کے اندر جو باقی ماندہ شکار ہوتا اُس کو لوٹ لیتے تھے۔

کہار اور کوالی جو سلطانی لشکر میں ملازم تھے شکار پکڑنے کے لئے دوڑتے اور ہر شخص کوئی نہ کوئی جانور گرفتار کر کے لے آتا تھا۔

پہرہ یعنی صف بندی کے زمانے میں اسقدر شکاری گوشت فراہم ہو جاتا تھا کہ کثرت کی وجہ سے خراب و گندہ بو پھیل جاتی تھی۔

بعض اشخاص شکاری گوشت میں زیرہ ملا کر شہر دہلی تک لاتے تھے۔

اگر بادشاہ جنگلی بھینسوں کا شکار کرتا اور یہ جانور بہت ہوتے تو شاہی حکم کے مطابق ان کے لئے بھی شکاری صف بندی کی جاتی تھی لیکن ان جانوروں کے لئے ایک ہی وقت اس قسم کی صف بندی ہوتی تھی اور جب بادشاہ شکار سے فارغ ہو جاتا تو اسی وقت صف بندی توڑ دی جاتی تھی اس لئے کہ جنگلی بھینسے اپنی بے انتہا قوت و طاقت کی وجہ سے حلقہ صف بندی کے اندر زیادہ قیام نہ کر سکتے تھے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ہر سال سواری کرتا اور ہر سواری میں اسی قسم کی تین چار صف بندیاں کرتا تھا اور اس کے بعد اپنے بنگاہ کے ہمراہ دہلی کو واپس آجاتا تھا۔

یہ امر قطعاً صحیح ہے کہ اس قسم کی شاہانہ عزیمت اور تاریخ میں اُس کا اندراج عقلمندوں کے لئے باعث مسرت ہے۔

شیر و ماہی کے شکار کا افسانہ۔ فیروز شاہ کبھی کبھی ہر قسم کے جانوروں کا شکار کرتا تھا اور ہمیشہ بجد سعی و کوشش کے ساتھ شکار کے لئے سواری کرتا تھا اور ہر وقت شکروں کے اڑانے اور جانوروں کے شکار کرنے میں مصروف رہتا تھا۔

فیروز شاہ اپنے قصر عزت میں قیام کرتا اور بادشاہ کے حضور میں شکرہ کو باؤلی دیتے تھے اور اگر سوار راہ میں ہوتا تو شکرہ بھی جانوروں پر اڑایا جاتا تھا۔

اگر بادشاہ کے سامنے کوئی چہار پایہ جانور آجاتا تو اُس جانور پر چیتے اور سیہ گوش چھوڑے جاتے تھے حالت یہ تھی کہ بارہ ہزار بندگان باہلی بادشاہ کے ہمرکاب ہوتے تھے۔

واضح ہو کہ باہلی اس گروہ کو کہتے ہیں جو ہرن کے گرفتار کرنے کے دام جانوروں پہ بار کر کے باربرداری کے جانوروں کے ہمراہ چلتے تھے۔

جب ہرن کسی مقام پر ٹھیر جاتے تھے تو دام دار افراد جال کو زمین پر بچھا کر جانوروں کو پکڑ لیتے بعض بندگان باہلی زنگا ومیش پر سوار ہوتے تھے اور پہلوانان زور آور بہادران نامدار کے

آہنی و فولاد کے پیکان ہاتھ میں لے کر چلتے تھے۔
جب کبھی کہ شیر کسی جنگل میں حصاری ہو جاتا تھا تو باہلی گروہ تمام و کمال زگاؤمیش کو یکجا
کرتے تھے اور خود اُن کی پیٹھ پر سوار ہو کر چلتے تھے۔
زگاؤمیش شیر کو دیکھ کر اپنے شاخ باہم دیگر متصل کرتے تھے اور تمام جانور شیر پر نرغہ
کر دیتے تھے۔
بندگان باہلی جانوروں کی پشت پر شیر کو نیزہ سے زخمی کر کے اُن کا شکار کرتے تھے۔
کبھی کبھی بادشاہ کے حکم سے بڑے بڑے جال شیر پر ڈالے جاتے تھے اور دام کے
چاروں طرف ہاتھی کھڑے کئے جاتے تھے۔
ہاتھی پیل مالی کرتے ہوئے دام پر چلتے تھے اور شیر کو دام کے نیچے گرفتار کر لیتے تھے۔
کبھی ایسا ہوتا کہ فیروز شاہ کے حکم سے ہاتھی شیر پر چھوڑے جاتے تھے اور شیر ہاتھیوں
پر حملہ کرتا تھا اور بادشاہ خود شیر کو تیر سے ہلاک کر دیتا تھا۔
اسی جانور کے شکار کا مشغلہ اس حد کو پہنچ گیا کہ چند جانور بادشاہ کے دربار کے روبرو
باندھے جاتے تھے جن میں سے نصف جانور دربار کے جانب راست اور نصف جانب چپ
رکھے جاتے تھے۔
اسی طرح اگر تلی اور دہندی میں مچھلیاں پائی جاتیں تو بادشاہ حکم دیتا کہ وہ داہہائے بزرگ
جو مادہ فیل پر بار کئے گئے ہیں تلی اور دہندی میں بچھائے جائیں۔
شاہی حکم کی تعمیل کی جاتی اور تمام مچھلیاں پکڑ لی جاتی تھیں۔
اس میں شبہ نہیں کہ سلطان فیروز شاہ نے اس معاملہ شکار میں اس درجہ کوشش کی کہ
اس کی نظیر شاہان ماسبق کے حالات میں نہیں ملتی۔
اسی طرح بادشاہ نے دو آہنی دیگ تیار کرائی تھیں اور یہ ظروف اس درجہ بڑے تھے کہ
ہر دیگ میں سو جانوروں کا گوشت پک سکتا تھا۔
ان دیگوں کے لئے دو چولھے دس پایہ کے تیار کئے گئے تھے اور دیگدوبہ و دیگدان
کو ایک سو تیس کہار بادشاہ کے ہمراہ سفر میں لے جاتے تھے۔
جب کسی منزل میں بادشاہ کا قیام ہوتا اور شکاری جانوروں کا گوشت بحد جمع ہو جاتا
تو یہ گوشت دیگدوبہ میں پکایا جاتا اور خلق اللہ کو تقسیم کیا جاتا تھا۔

غرضکہ بادشاہ دین پناہ نے اپنے عہد حکومت میں ہر شے نادر روزگار ایجاد کی اور اپنا نام نیک یادگار چھوڑا بہ خلاف دیگر شاہانِ گزشتہ کے کہ اُن کے کارنامے اُنھی کے ساتھ ختم ہو گئے اور نام و نشان باقی نہ رہا جن کی شرح و تفصیل عقلا کے لیے عبرت انگیز سبق ہے

گیارھواں مقدمہ

اُن مختلف عمارات کے بیان میں جو فیروز شاہ نے تعمیر کیں

روایت ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے عمارات کی تعمیر میں خاص طور پر کوشش کی اور جان و دل سے اس امر کو انجام دینے میں مصروف ہوا۔

دہلی کے کسی سلاطین و بادشاہ نے جو تخت حکومت پر متمکن ہو کر صاحب حکم ہوا اس درجہ عمارات کی تعمیر میں اس قدر جد و جہد نہ کی ہوگی جو فیروز شاہ سے ظاہر ہوئی۔

کسی بادشاہ نے ممالک و بلاد فتح کرنے کے باوجود بھی اس امر میں اس قدر سعی و کوشش نہیں کی۔ غرضکہ بادشاہ کا یہ شوق بھی اپنی آپ ہی نظیر و مثال ہے۔

فیروز شاہ کو تعمیر سے اس قدر انہماک تھا کہ اُس نے شہر و حصار و کوشک و بند و بندر و مسجد و مقبرہ غرضکہ ہر قسم کی بیشمار عمارات تعمیر کرائیں چنانچہ شہر حصار فیروزہ و فتح آباد کے حالات سے مورخ ناظرین کو مطلع کر چکا ہے۔

اسی طرح بادشاہ نے شہر فیروزہ آباد و فیروز آباد ہارنی کھیرہ و تغلق پور کاسنہ و تغلق پور ملک کوت و شہر جونپور وغیرہ آباد و معمور کئے۔

بادشاہ نے ہر مقام و ہر شہر میں آرام و آسائش کے لئے مستحکم و مضبوط حصار و قلعہ جات تعمیر کئے اور ان عمارات کو بخوبی مضبوط و مستحکم کیا۔

بادشاہ نے حصار و بلاد کے علاوہ پر تکلف کوشک بھی تعمیر کئے چنانچہ کوشک فیروز آباد و کوشک نزولی و کوشک مہندواری و کوشک شہر حصار فیروزہ و کوشک فتح آباد و کوشک جونپور و کوشک شکار و کوشک بند فتح خاں و کوشک سالورہ و دیگر محلات بادشاہ کی یادگار ہیں۔

اسی طرح بند کے اقسام میں بند فتح خاں و بند مالجہ جہاں بادشاہ نے آب زمزم بھی ڈالا تھا اور بند مہبال پور و بند شکر خاں و بند سابورہ و بند سہینہ و بند وزیر آباد وغیرہ بھی بحد مضبوط و مستحکم تیار کئے گئے۔

ان عمارات کے علاوہ خانقاہیں اور سرائیں مسافروں کے قیام کے لئے تعمیر کی گئیں معتبر رواۃ نے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے بندگان خدا کے آرام کے لئے دہلی میں ایک سو بیس خانقاہیں تعمیر کرائیں۔

بادشاہ نے یہ تجویز فرمایا کہ ہر چہار جانب سے مسافر آئیں اور ان سراؤں میں قیام کریں اور ہر خانقاہ میں مسافر تین روز شاہی مہمان رہیں اور اسی طرح ایک سو بیس خانقاہوں میں تین سو ساٹھ روز یعنی تمام سال بطور مہمان قیام کریں۔

سبحان اللہ بادشاہ کی نیک نیتی کی کیا تعریف کی جا سکتی ہے۔

بادشاہ نے ہر خانقاہ میں متولی و عہدہ دار سنی مقرر فرمایا ہے اور ان خانقاہوں کے اخراجات خزانہ شاہی سے ادا کئے جاتے تھے۔

غرضکہ فیروز شاہ نے ہر مقام اور ہر موقعہ پر جو عمارتیں تعمیر کرائیں وہ تمام و کمال پختہ تھیں جن میں سوا دروازوں کے چوبینہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔

فیروز شاہ کے عہد میں ملک بخاری شحنہ میر عمارت تھا جو کار عمارت میں بحد سعی و کوشش کرتا تھا۔

اس امیر کو بادشاہ نے چوب زر عطا فرمائی تھی اور عبد الحق عرف جاہر سوندہار کو گزر زریں عطا ہوا تھا فیروز شاہ عملہ عمارت کے ہر گروہ میں ایک چالاک شحنہ مقرر فرمایا تھا چنانچہ سنگ تراش و چوب تراش و آہنگر اور درود گر آرہ کش و چونہ پز و راج وغیرہ ہر فرقے میں ایک تیز و چالاک شحنہ متعین تھا۔

مختصر یہ کہ ایسا عظیم الشان عمارت خانہ جو فیروز شاہ کے عہد بابرکت میں تیار ہوا کسی بادشاہ کے عہد میں تعمیر نہ ہوا تھا اس لئے کہ عمارت خانہ میں لاکھوں روپئے صرف ہوئے بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ بیشمار مال اس میں خرچ کیا گیا۔

عہد فیروز شاہی میں مقابر شاہان گزشتہ و اولیائے کرام کی مرمت و زینت بادشاہ نے اپنے عہد معدلت میں شاہان گزشتہ و نیز اولیا و مشایخ کے مقابر کو بھی

محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے درست کیا۔

فیروز شاہ نے تمام سلاطین ماضیہ کی قبروں کی از سر نو مرمت کرائی۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کا یہ کارنامہ محض رضائے الٰہی حاصل کرنے اور خود بادشاہ کی نیک نیتی و دیانت داری پر محمول ہوسکتا ہے ورنہ بادشاہان عالم نے اپنی عظمت و جلال کے مقابلے میں خود شاہان گزشتہ کے حالات کی بھی خبر نہیں سنی اُن کے مقابر کا خیال و مرمت کا تو ذکر ہی کیا ہے یہی وجہ ہے کہ سلاطین ماسلف کی قبور اکثر خراب و پست رہتی ہیں اور یہی حال اب ہوا جس کی وجہ سے اُن مقابر کے متعلقین کو پریشانی لاحق ہوئی۔

آئین جہانداری کی یہ مقررہ رسم ہے کہ ہر بادشاہ عنان حکومت ہاتھ میں لیکر ارباب برکات کے لئے چند قریے وقف کرتا ہے اور اُن مواضع کی آمدنی اُنھی اصحاب کے زمرے کے سپرد کرتا ہے تاکہ ان اصحاب برکات کی رحلت کے بعد اُن کی خانقاہوں اور مدارس میں خیر جاری رہے لیکن عہد فیروز شاہی میں یہ تمام قریات و قصبات خراب و برباد ہوگئے تھے اور اہل خانقاہ پریشان ہو کر اس درجہ ناامید ہوئے تھے کہ تمام مقابر تیرہ و تار ہوگئے تھے۔

سلطان فیروز شاہ نے خدا کی عنایت و الہام ربانی سے اپنے عہد میں فراست و کیاست سے کام لیا اور اس کار خیر میں بیحد سعی و کوشش کی۔

بادشاہ نے تمام سلاطین کے مقابر کی مرمت کرائی اور جس قدر قریات و قصبات کہ اس سے قبل ہر مقبرہ کے لئے مختص تھے اور جو بیحد خراب و ویران ہوگئے تھے اور جن کی رعایا ہلاک ہوگئی تھی اُن کو از سر نو آباد و معمور کیا اور جو مجاور و خدام مقابر منتشر و پریشان ہوگئے تھے اور ہر شخص مختلف مقامات پر آوارہ وطن ہو چکا تھا ان تمام اصحاب کو جمع کیا اور سلاطین و پیشوایان ملت کے مقابر کو آباد کیا۔

بادشاہ نے سلاطین کی طرح مشایخ و علما کے مقابروں اور خانقاہوں کی بھی مرمت کرائی اور ان مقدس مقامات یعنی سلاطین و مشایخ اہل دین کے حظیروں اور مقبروں میں یہ جدت کی کہ ان کے گنبدوں کے دروازوں میں چوب صندل کے تختے لگا کر ہر مقبرہ کو از سر نو آراستہ کیا۔

کیا عجیب بات ہے کہ اس بادشاہ دیندار کے عہد میں زندہ و مردہ کو یکساں نفع پہنچتا رہا۔

عجیب نظام یہ ہے کہ مہمات ملکی کی وجہ سے کار عمارت کسی وقت بیکار و معطل نہ رہا۔

قاعدہ عام یہ تھا کہ جب کسی عمارت کا آغاز ہوتا تو دیوان وزارت کے ضروری سامان کی برآورد تیار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا اور تمام مال عہدہ دار و کارکن عمارت کے سپرد کر دیا جاتا تھا اُس کے بعد تعمیر کا کام شروع ہوتا تھا۔

غرضکہ اس طرح چالیس سالہ عہد فیروزشاہی میں اقسام و انواع کی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔

بارھواں مقدمہ

بادشاہ کا بیکار امراء کے حالات پر توجہ کرنا

نقل ہے کہ ہر بار بادشاہ کی شکار سے واپسی ملک کے لئے باعث خیر و مبارک ثابت ہوتی تھی۔

کوتوال ممالک جو بیحد دلیر و باوقار وزیر صاحب عدل و انصاف امیر تھا اپنے فرائض منصبی کو بیحد ہوشیاری و خبرداری سے انجام دیتا تھا۔

بادشاہ نے کوتوال مذکور کے نام ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ بیکار افراد شہر میں جس مقام پر ہوں اُن کو فیروزشاہ کے حضور میں پیش کرے۔

کوتوال شہر محلہ کے ہر محلہ دار کو اپنے روبرو طلب کرتا اور ہر ایک شخص کے احوال سے آگاہی حاصل کرتا تھا طبقہ شرفا میں جو افراد کہ بیکار و بے معاش عسرت و غربت کے عالم میں زندگی بسر کرتے تھے وہ شرم و غیرت کی وجہ سے کسی کو اپنا منہ نہ دیکھاتے تھے۔

میر محلہ اس قسم کے شریف بیکاروں کو کوتوال کے پاس حاضر کرتے اور ملک نیک نام کوتوال ان افراد کے نام و کیفیت و حالات کو قلم بند کر لیتا تھا اور مناسب موقعہ پر ان افراد کو بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا۔

فیروزشاہ ان افراد میں ہر شخص کو اُس کے بزرگوں کے نام سے شناخت کر لیتا اور کسی نہ کسی شغل و کام میں ان کو لگا دیتا تھا۔

سبحان اللہ بادشاہ کے قلب و دماغ اور اُس کی مردم شناسی کی کیا تعریف کی جائے

کہ جس شخص کو بادشاہ نے کبھی دیکھا ہی نہ ہوتا تھا اور اس کے حال سے قطعاً لاعلم ہوتا تھا اس کو بھی اُس شخص کے اسلاف کے حالات سے پہچان لیتا تھا۔

مختصر یہ کہ بیکار گروہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوتا تھا اور فیروز شاہ ہر فرد کو کسی نہ کسی شغل اور کام میں اُن کو لگا دیتا تھا۔

اگر بیکار شخص اہل قلم میں ہوتا تو اس کو بادشاہ کارخانہ میں ملازم کرتا تھا اور اگر مقبول کارکن ہوتا تو اُس کو خانِ جہاں کے سپرد کر دیتا تھا۔

اگر امیدوار عرض کرتا کہ اس کو فلاں امیر کے سپرد کر دیا جائے جو صاحب جاگیر ہے تو بادشاہ اس جاگیردار کے نام فرمان روانہ کرتا اور امیدوار جاگیردار کے پاس بھیجدیا جاتا تھا۔

ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ کوئی شخص بیکار رہتا اور جس مقام پر کہ یہ بیکار افراد مقرر کئے جاتے تھے وہاں ان کی جگہ بجد مضبوط و مستحکم ہوتی تھی۔

سبحان اللہ بادشاہ نے اس قدر افراد کو کام سے لگا دیا۔

بادشاہ نے اس معاملہ میں بار ہا فرمایا کہ کارکن افراد بیکاری کے عالم میں بجد رنجیدہ ہو جاتے ہیں اور فقر کی وجہ سے سر نہیں اُٹھا سکتے۔

یہ افراد روزانہ دربار کے سامنے بیٹھتے اور اس امر کے دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کون شخص شاہی عتاب میں گرفتار ہوا اور کون معزول اور کون قید کیا گیا۔

بیکار افراد اس انتظار میں نماز صبح کے وقت گھر سے نکلتے تا کہ اگر کوئی شخص معزول و معتوب ہوا ہو اور دوسرا فرد اُس جگہ پر مقرر کیا جائے تو ہم بیکار افراد اس کی کوشش کریں ان کو اپنے مقاصد میں ناکامی ہوتی ہے تو دل سے آہ کرتے ہیں اور بجد مایوس و رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔

فیروز شاہ نے بارہا فرمایا ہے کہ میں نے اس لایعنی تعلق کو ان کے قلوب سے دور کر دیا ہے اور یہی وجہ تھی کہ جس مقام پر کسی بیکار شخص کا پتہ چلتا تو بادشاہ اُس کو فوراً کسی شغل میں لگا دیتا تھا۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کا یہ فعل کس درجہ قابل تعریف تھا اور اُس کی نیت کیسی خالص و عمدہ تھی بادشاہ کی ہر نیت خیر پر مبنی تھی اور اُس کے ہر قول و فعل میں طلب آخرت موجود تھی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اعمال کا ثمرہ نیت کے مطابق ملتا ہے چنانچہ اس قول پر بادشاہ نے عمل کیا اور دارین میں نیک نام ہوا۔

تیرھواں مقدمہ

فیروز شاہی کارخانہ جات کی شرح و تفصیل

روایت ہے کہ فیروز شاہ کی سرکار میں چھتیس کارخانے تھے اور بادشاہ کو اسباب کارخانہ جات جمع کرنے کا بیحد شوق تھا۔

ہر شاہی کارخانہ میں بیحد نفیس و بیش قیمت چیزیں موجود رہتی تھیں اور ہر کارخانہ کا اسباب حد شمار سے باہر تھا۔ ہر کارخانہ کا تمام اسباب طلائی و نقرئی مرصع و مکلل تھا۔

ہر سال ہر کارخانہ میں بیشمار رقم خرچ ہوتی ہے چنانچہ ان چھتیس کارخانوں میں بعض کارخانہ راتبی تھے اور بعض غیر راتبی۔

راتبی کارخانوں میں پیل خانہ و پائیگاہ و مطبخ و شراب خانہ و شمع خانہ و شتر خانہ و سگ خانہ و آبدار خانہ وغیرہ داخل تھے۔

ان کارخانوں میں ہر روز بیشمار رقم خرچ ہوتی تھی چنانچہ راتبی کارخانوں میں ہر ماہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار تنگے خرچ ہوتے تھے۔

اس رقم میں کارخانوں کے اسباب کی قیمت و عمال کارخانہ کی تنخواہ داخل نہیں ہے۔

چنانچہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار تنگے نقرئی خرچ راتبی تھا۔

کارخانہ جات غیر راتبی کا خرچ مقرر نہ تھا اور اُس کی وجہ یہ تھی کہ ان کارخانوں میں ہر سال اسباب کی فرمائش ہوتی تھی اور نئے اسباب سالانہ آتے رہتے تھے۔

جامدار خانہ میں علاوہ بہاری و تابستانی اسباب کے چھ لاکھ تنگے سالانہ سرمائی اسباب کی خرید میں صرف ہوتے تھے۔

علم خانہ میں علاوہ اخراجات سہ ماہی و عمال کی تنخواہ کے اسی ہزار تنگے ہر سال خرچ ہوتے تھے۔

فراش خانہ میں فرش پر دو لاکھ تنکے صرف ہوتے تھے
غرضیکہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں اس قسم کے فرائشات کا سلسلہ برابر جاری رہا اور ہر کارخانہ کسی نہ کسی اعلیٰ امیر خان کی نگرانی میں سپرد تھا چنانچہ جامدار خانہ ملک علی و ملک اسمٰعیل کے سپرد تھا جو میر جامداری میمنہ کے نگران کار بھی تھے۔
پیل خانہ کے افسر ملک شاہین سلطان و شکرہ خانہ کے ملک خضر بہرام اور غسل خانہ و پائیگاہ خاص و رکاب خانہ کے ملک محمد حاجی اور زرادخانہ و سلاح خانہ کے ملک مبارک کبیر سلاحدار خاص و وکیل در تھے
طشت دار خانہ ہلال خاں اور جواہر خانہ سلطانی الشرق خواجہ جہاں سرور سلطانی کے سپرد تھا اسی طرح ہر کارخانہ کے منتظم خاناں کبار و ملوک نامدار تھے۔
ہر کارخانہ کے اہل تصرف کو بادشاہ خود مقرر کرتا تھا چنانچہ ملک کمال الدین نور تن خان جامدار خانہ کا حاکم مختار تھا جو صاحب بند سپید بھی تھا۔
اسی طرح ہر کارخانہ کے حاکم مختار امیران نامدار تھے جن کا تقرر بادشاہ فرماتا تھا
اسی زمانہ میں علم خانہ و رکاب خانہ و سبیل خانہ میسرہ کے عہدہ دار مورخ عفیف کے پدر و عم تھے جن کے بجائے ان کارخانوں میں مورخ نگرانی کی خدمت بجالاتا تھا۔
اس کے علاوہ ان معاملات کے بارے میں بارہا بادشاہ نے فرمایا ہے کہ دنیوی مملکت میں بھی دو گوہر لطیف ہیں جو دو جوہر شریف کے ساتھ عالم میں موجود ہیں ایک قسم تو اقطاع و پرگنات و معاملات میں اور دوسرا گوہر کارخانہ جات ہیں چنانچہ لکھوکھا روپیہ اقطاعات کا محصول جمع ہوتا ہے اور اسی طرح لکھوکھا روپیے کارخانہ جات میں جمع ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ میرے ایک کارخانہ کا خرچ شہر ملتان کے اخراجات سے کم نہیں ہے۔
بادشاہ نے تمام چھتیس کارخانوں میں عمال و خرچ کرنے والے خود مقرر فرمائے تھے۔
خواجہ ابوالحسن تمام کارخانہ جات کا منتظم و حاکم تھا بادشاہ جو فرمائش کرتا بیشتر خواجہ ابوالحسن کے نام فرمان آتا اور وہ تمام منتظمین کارخانہ جات کو حکم دیتا اور فرمان شاہی کی آن واحد میں تعمیل ہو جاتی تھی۔
اس زمانے میں کارخانہ جات کا محکمہ دیوانی علیحدہ تھا جہاں تمام کارخانہ جات کے حساب و کتاب کی تنقیح ہوتی تھی۔

اگرچہ کارخانہ جات کے عمال سے دیوان وزارت میں بھی محاسبہ ہوتا تھا اور
جس طرح کہ دیوان وزارت کے عمال اقطاعات کا حساب و کتاب جانچتے تھے اسی طرح
کارخانہ جات کا محاسبہ بھی کرتے تھے۔
ہر شاہی کارخانہ میں بیشمار محاسبہ ہوتا تھا اور اس میں خاص طور پر فراش خانہ و پیل خانہ
و علم خانہ و پائیگاہ میں بھی حساب و کتاب کی تنقیح کثرت سے ہوتی تھی۔
ان کارخانہ جات کے افسر سہ ماہی رقم اخراجات حاصل کرتے تھے۔
فیروز شاہ کی پائیگاہ پانچ مقامات سے مخصوص تھی پائیگاہ بزرگ سہروان و
سلطان پور میں تھی اور دوم قبلہ میں اور سوم دربار شاہی کے اندر جس کو پائیگاہ محل خاص
بھی کہتے تھے چہارم پائیگاہ لشکر خانہ خاص اور پنجم پائیگاہ بارگیر داران بندگان خاص۔
مذکورہ بالا پانچ پائیگاہوں کے علاوہ کئی ہزار گھوڑے حوالی شہر دہلی میں چرتے
تھے جن کو سر پنج بھی کہتے تھے۔
اس کے علاوہ کارخانہ نفر یعنی شتر علٰحدہ تھا اور اس کارخانہ کا عہدہ دار ملک دل شاد
تھا جس کو اسی زمانے دل شاد شحنہ نفر کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔
دل شاد مذکور کو سلطان ابوبکر شاہ نے اپنے عہد حکومت میں صفدر خاں کا خطاب
اور چتر لعل عطا کیا تھا۔
کارخانہ نفر میں بیشمار شتر موجود تھے جس میں اکثر جانور مختلف مواضع میں چرتے تھے۔
یہ جانور حوالی شق وہلاہن میں چرتے اور یہ تمام مواضع ساربانوں کے وجہ معاش میں عطا کئے
گئے تھے۔
چند جانور شہر میں بھی چرتے تھے۔
بادشاہ کی سواری کا وقت آتا اور تمام جانور شہر میں لائے جاتے تھے اور ہر سال
اونٹوں کا اضافہ ہوتا تھا اس لئے کہ تمام جاگیردار ہر قسم کی نفیس و بیش قیمت اشیا بادشاہ
کے ملاحظہ میں پیش کرتے تھے اور انھیں تحائف میں شتر بھی پیش کئے جاتے تھے
سبحان اللہ کیا بابرکت و عمدہ دور تھا جس میں ہر قسم کی راحت و آرام کا
سامان موجود تھا۔
عہد فیروز شاہی کی ایک برکت یہ تھی کہ چالیس سال کامل سخت محاسبہ کسی شخص سے

نہ کیا گیا دیگر محاسبان ملک نے جب دیکھا کہ فیروز شاہ خدا کی توفیق و مدد سے تمام خلایق و رعایا پر احسان و لطف کرتا تھا اور باوجود استقدر دولت و وسعت سلطنت کے کسی شخص کے گناہ کبیرہ کی بھی بازپرس نہیں کرتا تھا تو یہ عمال بھی رعیت سے نرمی و آسانی سے پیش آتے تھے۔

فیروز شاہ کے عہد میں اگر کسی جاگیر دار سے محاسبہ کیا جاتا تو جس وقت کہ یہ جاگیر دار بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کرتا تو جاگیر دار کو فوراً دیوان وزارت میں حاضر کر لیتے اور اُس کے جمع و خرچ کا اندازہ کرنے اور اس کے بعد اس شخص کو تخت شاہی کے روبرو حاضر کرنے اور جو رقم کہ بقایا ہوتی اُس کی بازپرس نہ کرتے۔ غرضیکہ ان سوال و جواب کے بعد جاگیر دار کو اُس کے وطن روانہ کر دیتے۔

اسی طرح سال تمام پر تمام کارخانہ جات کے محرر دیوان وزارت میں حاضر کئے جاتے تھے اور ان سے محبلات وصول کر لیتے تھے اور باقی از قسم نقد و جنس کا حساب نہ کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ چالیس سالہ عہد حکومت میں کہ عمال سے سختی کے ساتھ محاسبہ نہیں کیا جاتا تھا۔

اس امر سے بادشاہ بے خبر نہ تھا بلکہ دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا اور عمال کے تمام فرائض کے محاسبہ سے چشم پوشی کر لیتا تھا

غرضیکہ اس عہد بابرکت کے عمال جس عیش و مسرت میں زندگی بسر کرتے تھے اُس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

خدا کے رحم و کرم سے امید ہے کہ جس طرح فیروز شاہ رعیت سے سلوک کرتا اور ان کے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے چشم پوشی کرتا تھا اسی طرح خداوند کریم انتظام مملکت و امور سلطنت کے سوال و جواب میں خود بادشاہ سے سخت بازپرس نہ فرمائیگا اور اُس کو اپنے رحم و کرم سے بخش دیگا جس طرح کہ بادشاہ و فرمانروا دنیا میں تمام خلائق کے سردار ہیں اسی طرح آخرت میں اُن کا محاسبہ بھی بیحد سخت ہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حسب معمول جس طرح کہ تمام انبیائے کرام بیت المقدس کے اندر دفن ہیں حضرت کو بھی اُسی مقدس مقام کے اندر دفن کرنے کے لئے جنازہ شریف لے گئے اور ارادہ کیا کہ اندرون بیت المقدس دفن کریں۔

بیت المقدس کے اندر سے صدائے غیب آئی کہ یوسف علیہ السلام کو بیت المقدس کے باہر دفن کرو اس لیئے کہ یوسف علیہ السلام علاوہ نبی ہونے کے مصر کے بادشاہ بھی تھے اور اگرچہ یوسفؑ نے رعایا و مخلوق کے ساتھ عدل و انصاف کیا لیکن بریں ہمہ ان سے محاسبہ کیا جائے گا۔

چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت یوسفؑ بیت المقدس کے باہر دفن کئے گئے حالانکہ اکثر انبیاء اس مقدس مقام کے اندر دفن ہیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کو بیت المقدس کے دروازہ پر دفن کیا گیا۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کس درجہ متقی فرمانروا تھے۔

روایت ہے کہ مصر میں ہفت سالہ قحط نمودار ہوا جس کی وجہ سے تمام اہل مصر نے بیحد تکلیف اٹھائی اور کوئی فرد بشر بھی بستر پر آرام سے نہ سویا۔

اس زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام نے شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھایا اور ایک دفعہ بھی غذا کی طرف خوشی سے ہاتھ نہ لے گئے۔

لوگوں نے سوال کیا کہ آپ شکم سیر ہو کر کیوں نہیں غذا تناول فرماتے حضرت نے جواب دیا کہ اگر شکم سیر ہونگا تو بھوکوں کو بھول جاؤں گا۔

اگرچہ حضرت یوسفؑ پیغمبر تھے لیکن بریں ہمہ فرمانروائی کے یہ فرائض ادا فرماتے تھے لیکن باوجود حضرت کی اس احتیاط کے حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام انبیا کے چھ ماہ بعد جنت میں داخل ہوں گے اور یہ زمانہ مقام حساب میں بسر ہوگا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فیروز شاہ اس عالم میں آخرت کے حساب کے خوف سے بید کی طرح لرزتا تھا اس لیئے بندگان خدا کے ساتھ نرمی و لطف سے پیش آتا تھا۔

چودھواں مقدمہ

سکہ مہر ششگانی کی تشریح اور اس کا مفصل بیان

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے بھی اپنے عہد حکومت میں مثل دیگر شاہان عظیم الشان کے

مختلف اقسام کے روپیے اور اشرفیاں ایجاد کیں چنانچہ تنگہ زر و نقرہ میں و نیز سکہ چہل و ہشت گانی و مہر بست و پنج گانی و بست چہار گانی و دوازدہ گانی و دہ گانی و ہشتگانی و شش گانی و مہر ایک چیتل بادشاہ کے مروجہ سکے ہیں۔

اس ایجاد کے بعد فیروز شاہ نے خیال کیا کہ اگر اہل بازار جو مفلس و نادار ہیں کوئی شئے خرید کریں اور قیمت ادا کرنے کے بعد نیم چیتل یا ایک دانگ باقی رہ جائے اور ظاہر ہے کہ اس دکاندار کے پاس دانگ کا خردہ موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر دہ گزر اپنی رقم باقی رکھے تو یہ رقم ضائع ہوجائے گی اور اگر وہ دکاندار سے طلب کرے تو چونکہ اسی قسم کا سکہ موجود نہیں ہے وہ کیونکر ادا کرے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خریدار و دوکاندار میں حجت و تکرار ہوگی۔

فیروز شاہ نے اسی خیال کی بنا پر مہر نیم چیتل یعنی روپیہ اور مہر دانگ چیتل یعنی تنگہ بھی ایجاد کی تاکہ فقرا و مساکین کا مقصد حاصل ہوجائے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہی عہد میں دار الضرب مہر شش گانی کجر شاہ کے سپرد تھا اور یہ عہدہ دار اس سکہ کے تیار کرانے میں بیحد سعی و کوشش کرتا تھا۔

عہد فیروز شاہی میں کئی لاکھ تنگے کی مہر شش گانی کجر شاہ کی نگرانی میں تیار ہوئیں۔

اس زمانہ میں دو ہوشیار و چالاک بندگان بادشاہی نے تخت شاہی کے روبرو حاضر ہوکر بادشاہ سے عرض کیا کہ مہر شش گانی میں عمال سلطانی نے دو حبہ نقرہ کی کمی کردی ہے اگر بادشاہ اس کا امتحان فرمائیں تو حق و باطل کی تمیز ہوجائے گی اور ان عہدہ داروں کو ان کے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

فیروز شاہ نے یہ معاملہ وزیر کے سپرد کردیا اور اس زمانے میں خانجہاں زندہ تھا جس نے ۷۷۲ھ میں رحلت کی ہے۔

مختصر یہ کہ اس موقعہ پر وزیر نے عرض کیا کہ سلاطین مہر کی مثال دوشیزہ دختر کی ہے اگر سوء اتفاق سے یہ دوشیزہ صحیح یا غلط کسی وجہ سے بدنام ہوجاتی ہے تو باوجود حسن و جمال کے کوئی شخص اس کا خریدار نہیں ہوتا اسی طرح اگر سلاطین عالم کی مہر طمع انگیز گفتگو کی وجہ سے صحیح یا غلط کسی سبب سے کم مشہور ہوجاتی ہے تو فوراً بدنام ہوکر تمام عالم میں ناقص مشہور ہوجاتی ہے اور پھر کوئی شخص اس کا خواہاں نہیں رہتا۔

وزیر کی یہ گفتگو سن کر بادشاہ نے فرمایا کہ اس معاملہ کی تحقیق کرنی ضروری ہے اور

کونسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے حق و باطل آشکارا ہو جائے۔
وزیر نے عرض کیا کہ اس معاملہ کو مہمل چھوڑنا بھی بُرا ہے اور علانیہ اس کا امتحان کرنا بھی نازیبا ہے۔
بادشاہ نے فرمایا کہ اس راز کو مفصل بیان کرو تاکہ میرے دل سے شبہ دور ہو جائے۔
وزیر نے عرض کیا کہ مخبروں کو قید کرنا چاہئے اور اس کے بعد خلوت میں بیٹھ کر مہر کا امتحان کرنا چاہئے مخبر فوراً قید کر دیئے گئے اور دیوان وزارت کے قید خانہ کے سپرد کئے گئے اور مہر کی آزمائش دوسرے روز پر اُٹھا رکھی گئی۔
خانجہاں دربار شاہی سے واپس ہوا اور اس نے کجر شاہ کو طلب کیا اور اُس نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ کم مایہ عمال کو زر کی طمع بہت ہوتی ہے اور اسی طمع میں اُن سے بد دیانتی کا ظہور ہوتا ہے۔
یہ قاعدہ ہے کہ کارکن فرقہ مال جمع کرنے کی فکر میں رہتا ہے میری اس گفتگو کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تم دیانت سے معرا ہو لیکن کارکن و عمال سے اس کی تحقیق کرو اگر مخبر کا بیان صحیح ثابت ہوگا تو میں ایک ایسی تدبیر کروں گا کہ جس سے مخبروں کو مات ہوگی اور شاہی مہر کی خوبی تمام عالم پر ظاہر ہو جائے گی غرضیکہ کجر شاہ خانجہاں سے رخصت ہو کر اپنے ماتحت کارکن افراد کے پاس آیا اور اُس نے نہایت صداقت کے ساتھ معاملہ کی تحقیق شروع کی۔
غرضیکہ بعد گفتگو و بحث کے بعد یہ معلوم ہوا کہ مہر ششگانی میں ایک حبہ نقرہ کی کمی ہے۔
کجر شاہ خانجہاں کے پاس آیا اور اُس نے تمام واقعہ صحیح طور پر بیان کر دیا۔
وزیر سے کجر شاہ نے خفیہ طور پر بیان کیا کہ اس واقعہ کی تحقیق کے لئے زرگروں کا ایک گروہ خلوت میں طلب کیا جائے گا تم جاؤ اور اُن سے مشورہ کر کے ان کو اپنا ہم خیال بناؤ۔
کجر شاہ وزیر کی طرف سے مطمئن ہو کر زرگروں کے پاس آیا اور اُن سے وزیر کی تمام گفتگو بیان کی اور کہا کہ تم کو کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے جس سے واقعہ راست و صحیح ثابت ہو جائے۔
زرگروں نے کہا کہ ہم کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کریں گے اور برہنہ کر کے ایک

لنگ اور ایک ٹکڑا کپڑے کا پہنا دیں گے اور اس کے بعد ہمارا امتحان لیں گے اگر کسی ترکیب سے چند دانہ نقرہ ہم کو وہاں پہنچ جائیں تو ہم بوتہ میں ڈال دیں گے۔

کجر شاہ نے انگیٹھی بھیجنے والوں کو اپنا ہم راز بنالیا اور ان سے بھی تمام اسرار بیان کئے۔

اس گروہ نے بھی سعی و کوشش کی اور ایک انگیٹھی کو درمیان سے خالی کر کے چند دانہ نقرہ اس میں ڈال دیئے اور انگیٹھی کے دہانے میں موم لگا دیا۔

غرضیکہ دوسرا روز آیا اور بادشاہ معہ وزیر کے محل خلوت میں بیٹھا۔

بادشاہ خود پلنگ پر بیٹھا اور وزیر ایک فرش پر بیٹھا اور کجر شاہ مخبروں کے ہمراہ اندر لایا گیا۔

زرگر برہنہ کئے گئے اور ان کو ایک لنگ باندھ دی گئی اور رانگشت فروش انگیٹھیاں لائے اور اُن کے روبرو رکھ دیا۔

زرگروں نے بادشاہی حکم کے مطابق چند مہر ششگانی بوتہ میں ڈال دیئے اور کھریے کو آگ کے اوپر رکھ دیا اور آگ جلائی۔

فیروز شاہ اور وزیر باہم حرف و حکایات میں مشغول ہوئے اور تمام اسرار ملکی کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔

زرگروں کے گروہ نے اسی درمیان میں چند دانہ نقرہ جو انگیٹھی میں تھے سلائی سے پکڑ کر بوتہ میں ڈال دئے۔

اُس کے بعد بوتہ آگ پر سے اتار اگیا اور سرد کر دیا گیا اور بادشاہ کے روبرو چاندی تولی گئی اور قدیم برآورد کے مطابق چاندی برآمد ہوئی اور مخبر دروغ گو ثابت ہوئے۔

فیروز شاہ نے کجر شاہ کو خلعت عطا کر کے اس پر بیحد نوازش و مہربانی فرمائی۔

اس موقعے پر وزیر نے عرض کیا کہ حضرت شاہ کی مہر ان مخبروں کے بیان کے خلاف امتحان میں پوری اُتری تو اس موقعے پر مناسب یہ ہے کہ بادشاہ حکم دیں کہ کجر شاہ کو ہاتھی پر سوار کرا کے گشت کرائیں تاکہ تمام عالم کو معلوم ہو جائے کہ شاہی مہر کامل ہے اور اُس میں کمی نہیں وزیر کی گزارش پر عمل کیا گیا اور کجر شاہ ہاتھی پر سوار کرا کے شہر میں گھمایا گیا بادشاہ نے دروغ گو مخبروں کو جلاوطن کر دیا لیکن چند ماہ کے بعد وزیر نے کجر شاہ کو بھی اُس کی خدمت سے معزول کر دیا لیکن یہ

عزل کسی دوسرے حیلہ سے کیا گیا۔
یہ سچ ہے کہ جب ایسا عاقل و دانشمند وزیر ہو تو کار ملکی کیوں نہ خوبی و بہتری سے انجام پائے۔
اس واقعہ کو سن کر تمام اشخاص نے وزیر کی بیحد تعریف کی۔

پندرھواں مقدمہ

بادشاہ کا خیرات خانہ و شفا خانہ بنانا

نقل ہے کہ بادشاہ باخیر و برکت نے مثل دیگر سلاطین عالم کے نا کتخدا غریب لڑکیوں کی تزویج کے لیے دیوان خیرات بنا دیئے۔
وہ غم زدہ مسلمان جو فقیر و صاحب دختر تھے اور ان کی لڑکیاں حد بلوغ کو پہنچ چکی ہیں اور لڑکیوں کے باپ نادار و مفلس ہیں اور اس وجہ سے اُن کے دل پریشان و ملول ہیں بلکہ اوقات متبرک میں بھی اُن کے دل پریشان رہتے ہیں اور ان کو نہ شب کو خواب نصیب ہے اور نہ دن کو آرام
اس بنا پر بادشاہ نے حکم دیا کہ ایسے نادار اشخاص اپنے حال سے دیوان اخبار کو مطلع کر دے۔
دیوان خیرات کے عہدہ داروں میں ایک فرد سیدامیر تھا جو بیحد دیانت و لائق سے اس کار خیر کو انجام دیتا تھا۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ دیوان خیرات کے عہدہ دار ایسے اشخاص کی جستجو کریں اور اُن کو رقم خیرات عطا کریں قسم اول کی پچاس تنکہ نقرہ اور قسم دوم تیس اور قسم سوم بیس تنکہ خیرات مقرر کی گئی۔
مختصر یہ کہ ایسا ایک خیرات خانہ قائم ہوا اور عہدہ دار اس کے انتظام میں مشغول ہوے اور نادار مسلمان عورات کثیر تعداد میں ہر طرف سے آکر اپنے لڑکیوں کے نام درج کرا کے بیشمار اسباب اُن کی تزویج کے لئے حاصل کرنے لگیں۔
غرضیکہ بادشاہ کی عنایت و مہربانی سے ہزار ہا لڑکیوں کے کار خیر سے فراغت ہوئی اور حدیث شریف کے مطابق کہ لڑکیاں رزق رسانی کی مستحق ہیں ان کے لئے سامان تزویج ہونے لگا حقیقت یہ ہے کہ لڑکیاں بھی عجیب مخلوق ہیں جن کے بابت خداوند کریم نے قرآن پاک میں باقیات الصالحات کا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔

اور ان کے حق میں احسان کرنے کو کار خیر سے تعبیر فرمایا ہے۔
نیز یہ بھی حدیث شریف میں مروی ہے کہ لڑکیوں کے حق میں احسان کرو اگرچہ وہ احسان خرما کا ایک خوشہ ہی کیوں نہ ہو۔
اس کے علاوہ رسول کریمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص دختر ناکتخدا کے نکاح میں ایک کوزہ آب سے بھی امداد دے گا اللہ تعالیٰ اس کو بیحد ثواب عطا فرمائے گا
اور یہ تمام ارشادات محض اس لئے ہیں کہ دختر بیحد ضعیف ہوتی ہیں اور ہمیشہ شکستہ خاطر اور غیر کی محکوم رہتی ہیں۔
اگر دختر آرام سے رہتی ہے تو مادر و پدر مطمئین و شاد رہتے ہیں اور اگر خدانخواستہ دختر کو شوہر کے مکان میں تکلیف ہوتی ہے تو ماں باپ ہمیشہ رنج والم میں گرفتار رہتے ہیں باوجود ان تمام اقوال کے جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ اگر مجھ کو علیؓ سے بہتر داماد نصیب ہوتا تو کیا خوب ہوتا اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ علیؓ سے بہتر کون ہے آپ نے فرمایا کہ گور مختصر یہ کہ جس طرح فیروز شاہ نے دختران ناکتخدا کی ترویج کے لئے دیوان خیرات قائم کیا اسی طرح ہر بیگانہ و آشنا شہری و مسافر غریب و امیر ہر طبقے کے بیماروں کے لئے شفاخانہ بھی تیار کرایا جس کو صحت خانہ بھی کہتے ہیں۔
پروردگار عالم نے انسان کی خلقت میں اٹھارہ یا بارہ ہزار امراض کا مادہ پیدا فرمایا ہے اور اسی طرح انسان کی طینت کو مصیبت و آرام کا شکار بنایا ہے۔
ان بارہ یا اٹھارہ ہزار امراض میں چھ ہزار امراض ایسے ہیں کہ نہ اس کا نام اطبائے حاذق کو معلوم ہے اور نہ اُن کی دوا سے باخبر ہیں اور چھ ہزار امراض ایسے ہیں کہ اطباء ان کا نام تو جانتے ہیں لیکن اُن کے علاج سے ناواقف ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے امراض کو انسان کا دشمن بنا کر ان میں جنگ و جدال کی راہ پیدا فرمادی ہے۔
جب انسان پر امراض کا ہجوم ہوتا ہے اور انسانی قلب و دماغ امراض سے مغلوب ہو جاتا ہے تو مریض بیچارہ اکل و شرب سے بھی کنارہ کش ہو کر اس امر کا امیدوار ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ عقل بھی رفاقت کرنے سے پرہیز کرے۔
مریض بیچارہ دو بلا میں گرفتار ہوتا ہے ایک تو بیماری کی شدت و تکلیف اور دوسرے افلاس و پریشانی کا ہجوم اور ان دو زخموں کے آثار ہر دم مریض کے قلب پر طاری رہتے ہیں

اس لئے مریض بیچارہ مرض کے زمانے میں جب کہ ایک پیسہ اور ایک کوڑی بھی اُس کے پاس علاج کے لئے باقی نہیں رہتے نا امید و مایوس ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اُس کے اہل وعیال کے ضروریات زندگی کے لئے زمانہ اُس کو ملامت کرتا ہے اور مشیت الٰہی سے ہر قسم کی ظاہری و باطنی بلائیں مریض کے سامنے آجاتی ہیں تو غریب بیمار اپنی حیات سے بیزار ہو کر یہی کہتا ہے کہ کب موت آتی ہے اور میں اس عذاب سے نجات پاتا ہوں۔

مختصر یہ کہ ایسی حالت میں جبکہ بیمار پر مرض و اضطرار دونوں بلاؤں کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ ہر گونہ قابل امداد ہو جاتا ہے اور اس کی تشفی و ترغیب کے لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ علم درحقیقت دو ہیں ایک علم دین اور دوسرا علم بدن۔

سلاطین کرام ہمیشہ بیماروں کے احوال کی پرسشش اور اُن کے علاج میں ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

ہر بادشاہ نے اپنے زمانے میں اپنی فراست سے یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ اپنی جود وسخا سے مریض کے قلب پر اطمینان و امداد کا پھاہا رکھا ہے۔

ہر شہریار نے اس بارے میں بیحد رحم و کرم سے کام لیا ہے اور اپنا اور بیگانہ ہر شخص کے لئے شفاخانہ قائم کر کے اسباب نعمت عطا کئے ہیں اور خوشگوار دوائیں مریضوں کو عطا کر کے ان کو مطمئن کیا ہے۔

سقراط و بقراط نے کہا ہے کہ سلاطین کامگار نے ہمیشہ مریضوں کی پرسش کر کے اُن کے لئے شفاخانے قائم کئے ہیں۔

جمشید نے باوجود اپنی عظمت وشان کے اپنے وزیروں سے بارہا سوال کیا ہے کہ اس جہانداری میں بادشاہوں کے لئے سب سے بہتر کون فعل ہے۔

وزیروں نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ مریض کے خار رنج کو اس کے دل سے دور کرنا بہترین فعل ہے۔ اور بیماروں کی راحت و آرام کا سامان مہیا کرنا بیحد ثواب کا موجب ہے اس لئے کہ اس فعل میں بیحد ثواب ہے اور اس عمل کے کرنے میں بیشمار نفع ہے اور بادشاہوں نے ہمیشہ اس عمل میں انتہا سے زیادہ سعی و کوشش کی ہے

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے خدا کی عنایت و مہربانی سے بیماروں کی پرسش احوال اور

گرفتاران مرض و الم کی غمخواری میں پوری سعی و کوشش کی اور اپنی خسروانہ تربیت و رحم و کرم سے آشنا و بیگانہ ہر فرد کے لئے شفاخانے قایم کئے۔

بادشاہ نے مریضوں کے حال پر توجہ فرما کر شفاخانے قائم کئے اور حاذق طبیب معالجہ کے لئے مقرر کر کے بیمار داروں کو امیدوار صحت بنایا۔

بادشاہ نے دواؤں کے لئے رقم اور اطبا کی تنخواہ مقرر کی اور تاکید کی کہ جب کبھی کہ مریض پریشان خاطر ہوکر علاج کے لئے آئیں اور اپنا مرض بیان کریں تو اطبا کو چاہئے کہ اُن کے مرض کی تشخیص کر کے اُن کے معالجے میں جان و دل سے کوشش کریں اور مختلف امراض کا مناسب علاج کر کے مریض کو ایسی دوائیں عطا کریں جن سے اُس کے امراض دور ہوں اور بیمار کا جسم توانا و صحیح ہوکر اُن کی طبیعت میں اعتدال پیدا کرے اور اُس کو صحیح و تندرست بنا دے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے عمال کو اس قسم کی شدید تاکید کر کے شفاخانے و صحت خانے عام مخلوق کے لئے قائم کئے اور حاذق طبیب و صادق حکیم و خدام و جراح دکحال شفاخانوں میں مقرر فرمائے اور مریضوں کے لئے دواؤں اور غذا اور شربت کے لئے خزانہ سے رقم مقرر فرمائی بادشاہ نے اپنے کرم کا دروازہ کھول دیا اور تمام بیمار و تیمار دار ہر چہار جانب سے جمع ہو گئے اور یہ حال کہ جب کبھی کہ مریض بہ حال سقیم شفاخانہ کی طرف آتے اور اور افتاں وخیزاں سو جگہ بیٹھتے ہوئے اور ہر مقام پر ٹھہرتے اور سانس لیتے ہوئے شفاخانہ کے قریب پہنچ جاتے تو خدام شفاخانہ اُن کو دیکھتے ہی اُن کے سوال کا جواب دیتے اور اہل اضطرار کا حال سنتے ہی اُن کے ہمدرد بنکر ان کے مرض کی چارہ جوئی کرتے۔

اطبا و دیگر خدام مریضوں کے علاج میں پوری سعی و کوشش کرتے اور صحت کے لئے ہر طرح کا سامان مہیا کر کے اُن کے مرض کا علاج کرتے اور اُن کو صحیح و سالم بنا دیتے تھے۔

اس کے علاوہ حاذق طبیب اور صادق حکیم جو شفاخانہ میں جمع تھے اور جن کو بادشاہ نے اس کام پر مجبور کیا تھا اور جو مریضوں کی آمد کے انتظار میں رہتے مریض و بیمار کے پہنچتے ہی ان کی پرسش احوال کرتے اور عقلی و نقلی ہر دلیل سے مریض کے مرض کی تشخیص کر کے اُس کے مزاج کے موافق دوا دیتے۔

اطبا شاہی شفاخانہ سے مریضوں کو بہترین دوا شربت و معجون عنایت کرتے اور

ایسی توجہ وخلوص سے علاج کرتے کہ مریض کو فوراً صحت ہو جاتی اور اُس کے تمام اعضا صحیح وتندرست ہو کر بیحد قوی ومضبوط ہو جاتے تھے۔

مریض ناکامی سے نجات پاکر شاد کام ہوتا اور امراض کے مصائب سے نجات پاکر صحت وشادمانی کی لذت سے بہرہ یاب ہوتا تھا۔

مریض صحیح وتندست ہو کر خدا کی بارگاہ میں شکر کرتا اور بادشاہ کی درازی عمر کی دعا مانگتا اور جو بیمار کہ امراض کی وجہ سے بہ تیمم بھی عبادت نہ کرسکتا تھا نہایت آسانی کے ساتھ وضو کر کے عبادت کی سعادت حاصل کرتا اور دوگانہ تحیات ادا کر کے خدا کی بارگاہ میں شکر کرتا اور بادشاہ کی درازی عمر واقبال کی دعا کرتا۔

یہی وہ مقام ہے جس کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منقولہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کے قلب میں مسرت پیدا کرنا بہترین صدقہ ہے جو انسان خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔

بادشاہ نے عامۂ خلایق کی راحت وآرام کے لئے دیوان خیرات وشفاخانہ کے لئے قریات ودیہات وقف کردیئے تھے۔

جس طرح کہ بادشاہ نے دیوان خیرات وشفاخانے قائم کئے اسی طرح علما وفضلا وحفاظ ومشائخ کے لئے وظائف مقرر کئے اور ان کی تنخواہیں معین کیں۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ مبلغ چھ لاکھ تنکہ تمام ممالک سے بطور وظائف وتنخواہ عطا کئے جاتے تھے بلکہ چار ہزار دو سو افراد جو ہمیشہ نادار ومفلس تھے بادشاہ کی سرکار سے تنخواہ پاتے تھے۔

ان کے عہدہ دار مستحق علحدہ تھے اور فیروز شاہ کے طفیل سے ہر شخص بیحد خوشی واطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔

ہر چند مورخ ارادہ کرتا ہے کہ فیروز شاہ کے حالات کو ختم کرے لیکن بادشاہ کے محاسن اور اس کے لطف وکرم کی داستان اس درجہ طویل ہے کہ مورخ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔

منقول ہے کہ فیروز شاہ کے مثل شاہان گزشتہ کے عیدین وشب برات ونوروز میں جشن منعقد کرتا اور یہ مجالس بیحد شان وشوکت سے ترتیب دی جاتی ہیں۔

عید کا دن قریب آتا اور قبل اس کے کہ جشن منعقد ہو بادشاہ شب بیداری کرتا بلکہ بارہا ملک نائب باربک سے متوجہ ہو کر کہتا کہ ابراہیم تو کسی مصرف کا ہی نہیں ہے اگر تو جشن کے انتظام کا آغاز کرتا تو میں اس درجہ خون جگر نہ پیتا۔

خدایگان مغفور سلطان محمد شاہ کے عہد میں یہ ہوتا کہ شب عید کو بادشاہ مرحوم مجھ سے فرماتے کہ نائب امیر حاجب کل عید ہے اور جیسے ہی کہ بادشاہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے میں جشن کی تیاری میں مشغول ہو جاتا تو ایسا نہیں ہے کہ اسباب جشن درست کر سکے اسی لیے میں شب بیداری کرتا ہوں مختصر یہ کہ بادشاہ خود جشن کا انتظام کرتا اور تمام اسباب موجود مہیا فرماتا تھا۔

جشن عید کے حالات

عید کا روز آتا اور کوشک فیروز آباد کے آٹھوں چمن میں درخت کی پتیاں بے حد خوبصورتی کے ساتھ آویزاں کی جاتی تھیں۔

محل پاشیب میں جس کو عام طور پر محل میانگی کہتے تھے شاہی حکم کے مطابق بارگاہ نصب کی جاتی تھی اس مقام کو بارگاہ بار عام کے نام سے یاد کرتے تھے۔

اس صحن میں ایک شک بار عام کے لئے مخصوص ہوتا تھا اور بادشاہ بار عام کے وقت اس کوشک میں قیام فرماتا تھا۔

اس کوشک کے جانبین لکڑی کے دو پاشیب تیار کئے جاتے تھے اور ہر قسم کے گدے بچھائے جاتے تھے۔

بعض گدے ابریشم کے ہوتے تھے اور بعض زرینہ کے اور بعض پر نقرئی و زریں کام ہوتا تھا۔

بعض گدے سفید کپڑے کے بنائے جاتے تھے اور بعض صوم اور بعض اصل نہالی کے ہوتے تھے۔

محل میانگی کے تمام در و دیوار پر جامہ زرینہ لپیٹتے تھے اور لشکری جام خانے تمام صحن بارجہ میں بچھا دئے جاتے تھے اور ہر قسم کے تر و خشک میوے اس میں رکھے جاتے تھے۔

چاشت کے وقت بادشاہ خود تشریف لاتا اور محل کوشک میں قیام فرماتا تھا اور ملک نائب باربک باہر نکلتا تھا۔

سب سے پیشتر بندگان تیغدار حاضر ہوتے اور اُس کے بعد اکیس چتر میمنہ و میسرہ میں رکھے جاتے تھے جن میں دس چتر بادشاہ کے داہنے اور دس بائیں اور ایک خاص بادشاہ کے سر پر تمام چتر ہر قسم کے رنگ سے رنگین کئے جاتے تھے بعض چتر لعل اور بعض سبز اور اور بعض برنگ گل لعل اور بعض دو رنگے اور بعض کنج اور بعض بافتہ اور بعض سیاہ و بعض سفید اور بعض رنگیں برنگ لعل جس کو میگھدیا مہلہک بھی کہتے تھے جو برسات کے زمانے میں بادشاہ کے سر پر سایہ فگن ہوتا تھا۔

چتر اپنے مقام پر نصب ہونے اور اس کے بعد ٹکسانی و حلکنی و مکلل نشانات تخت بادشاہی کے روبرو گزرتے تھے۔

نشان پیادہ کو اس روز پیش ہونے کی اجازت نہ تھی اور ٹکسانی نشان عدد میں ایک سو ساٹھ یا ایک سو ستر ہوتے تھے اور بیحد خوبصورت و زیبا نظر آتے تھے۔

مختصر یہ کہ تمام افراد علم دارا پنے اپنے مراتب کے مطابق محل کے اندر جاتے تھے اور ان کے بعد اسپان پائیگاہ جواہر نگار زین پوش محل کے اندر آتے اور ان کے بعد پیلان شاہی معہ زرین و زین ہائے نقرئی و جل ہائے رنگیں کے محل کے اندر جاتے اور بادشاہی تخت کے سامنے زمین بوس ہوتے اور سلام کرنے کے بعد بادشاہ کو دعا دیتے تھے اور اس کے بعد اپنی جگہ میمنہ یا میسرہ میں کھڑے ہو جاتے تھے۔

ان کے بعد ارباب شکرہ خانہ معہ اکثر شکرہ داروں کے اندر حاضر ہوتے اور ان کے بعد مطربوں کا گروہ حاضر ہوتا تھا۔

تمام مطرب زعفرانی لباس پہنے اور دستار سرخ سر پر رکھے اور ایک گروہ اہل طرب کا مرصع و مکلل لباس جسم میں پہنے ہوئے۔

یہ لباس اس قدر قیمتی ہوتا کہ ایک شخص کے لباس کی قیمت چالیس ہزار تنگہ ہوتی تھی۔

اس گروہ کا لباس قطعاً نیا ہوتا جو کبھی پہنا نہ گیا ہوتا تھا۔

جب یہ مقام مرتب ہو جاتا تھا تو قوالوں کا گروہ ساز لئے ہوئے حاضر ہوتا تھا اور اہل طرب رقص میں مصروف ہوتے تھے۔

اس کے بعد تمام خلق خانان کبار و ملوک نامدار و معارف و علما و مشائخ محل سلام میں حاضر ہوتے تھے اور ان کے بعد دیگر افراد حاضر ہوتے اور اصحاب دیوان رسالت اپنے گروہ کے ہمراہ اور اصحاب دیوان قضا اپنے ماتحت کے ہمراہ اور اصحاب دیوان مذکور و افراد دیوان وزارت و اصحاب دیوان عرض ممالک اپنے اپنے تابعین کے ساتھ مناسب موقع و محل پر استادہ ہوتے تھے۔

ایک پاس دن چڑھ جاتا اور بادشاہ نماز عید کے لئے سوار ہوتا اور تمام خانان و ملوک و تمام اہل سلوک مجلس جشن سے باہر آتے اور بادشاہ ہاتھی پر سوار ہوتا یا گھوڑے پر اور دو چتر کے ہمراہ باہر آتا جس میں ایک چتر بادشاہ کے سر پر ہوتا اور دوسرا شہزادہ تغلق شاہ کے سر پر سایہ فگن ہوتا تھا۔

شاہزادہ مع اپنے چتر کے آگے چلتا اور بادشاہ کی سواری اس کے بعد ہوتی تھی۔

فیروز شاہ سواد کوشک میں نماز عید ادا کرتا تھا اور نماز سے فارغ ہو کر کوشک ہمایوں کو واپس ہوتا اور بار دگر محل بار جا میں قیام فرماتا

اس وقت تمام خدمتی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتے تھے۔

اگر عید موسم سرما میں ہوتی تو فیروز شاہ لباس زمستانی تمام روز پہنے رہتا تھا۔

عید کے روز بعض خانان و ملوک کو خلعت بھی عطا ہوتا تھا۔

بانگ پاس کے وقت روانی جشن ختم ہوتی اور تمام قوال و اہل طرب کو انعام عطا ہوتا تھا۔

شب برات کے تماشے کا بیان

ماہ شعبان آتا اور بادشاہ ملک رفعت کعب کو شب برات کی بارگیری کا حکم دیتا ماہ شعبان کی پندرھویں شب کو بادشاہ کوشک فیروز آباد میں قیام فرماتا اور اس کے حضور میں آتش بازی ہوائی کا تماشہ ہوتا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ شب برات کے قریب آتے ہی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں رات کو بیشمار آتش بازی فراہم کی جاتی تھی۔

کوشک فیروز آباد میں آتش بازی چھوڑنے کے لئے چار النگ مقرر کئے جاتے تھے

ایک النگ خاص ہوتا اور دوسرا النگ ملک نائب باربک اور تیسرا النگ ملک علی
اور چوتھا ملک یعقوب پسر ملک محمد علی سے متعلق ہوتا تھا۔
ان ہر چہار النگ میں تیس۔ خبردار طبل و دمامہ مقرر کئے جاتے تھے اور کوشک نزول
میں ہر سہ شب اس قدر مشعل و چراغ روشن کئے جاتے تھے کہ کوشک نزول کے گرد کا تمام
میدان روز روشن نظر آتا تھا۔
ہر چہار النگ میں کشتیاں باندھی جاتی تھیں اور ہر کشتی میں بیشمار مشعلیں جلائی جاتی تھیں۔
ہر سہ شب ہر چہار النگ میں طبل بجائے جاتے تھے اور قسم قسم کے آتشیں تماشے ہوتے تھے۔
کوشک نزول کے زیریں ہر چہار النگ میں ڈھل و شہنا بجاتے تھے اور خلائق
تمام دارالملک دہلی و نواح شہر کے ہندو و مسلم جوان و پیر جمع ہو کر تماشہ دیکھتے تھے۔
مختصر یہ کہ تین شب مسلسل اسی قسم کی عجیب و غریب بازیگری ہوتی تھی۔
بادشاہ خود کم آتا تھا لیکن تمام شاہزادے و خانان و ملوک کوشک نزول میں حاضر
ہوتے تھے اصحاب فیل خانہ مٹی کا ہاتھی بناتے اور شتر خانہ کے افراد مٹی کا اونٹ بنا کر بادشاہ
کے حضور میں حاضر کرتے تھے۔
فیروز شاہ ہر شخص کو انعام عطا کر کے واپس کرتا تھا۔
اس تمام تحریر کا مقصد یہ ہے کہ عہد فیروز شاہی میں خلائق کو ہر طریقہ پر راحت و آرام نصیب
ہے سبحان اللہ ایسے مبارک عہد حکومت کی کیا تعریف ہوسکتی ہے۔

سترھواں مقدمہ

بادشاہ کا مطربوں کو بعد نماز جمعہ اپنے حضور میں طلب کرنا

روایت ہے کہ جمعہ کے روز بعد نماز بادشاہی حکم کے مطابق طائفہ مطرباں ہر چہار شہر
و طائفہ پہلوانان و گروہ داستان گو سرائے شاہی کے اندر حاضر ہوتے تھے۔
بادشاہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر چوبین محل میں تشریف لاتا اور یہ تمام افراد اس کے
حضور میں حاضر ہوتے تھے۔

یہ تمام افراد تقریباً دو تین ہزار اشخاص ہو جاتے تھے اور یہ سب بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے جاتے تھے۔

فیروز شاہ تھوڑی دیر تو مطربوں کے رقص و سرود دیکھنے اور سننے میں مشغول رہتا تھا اور اس کے بعد پہلوان حاضر ہوتے اور مشہور پہلوانوں کی کشتی ہوتی تھی۔

پہلوانوں کی کشتی کے بعد بادشاہ داستان گو کے قصے اور افسانے سماعت کرتا تھا اور نماز عصر تک انھی مشاغل میں وقت صرف کرتا تھا۔

بادشاہ ان حاضرین کو مطمئن کرنے کے لئے ہر شخص کے ساتھ بے انتہا رعایت کرتا تھا اور ہر شخص بادشاہ کی نوازش و انعام سے دل شاد ہوتا تھا اس موقعہ پر بادشاہ نوازش و انعام میں اس قدر غلو کرتا تھا کہ کسی درباری کو زیادہ گفتگو کی مجال نہ ہوتی تھی مختصر یہ کہ یہ مجلس تمام ہوتی اور ہر شخص انعام پاکر واپس ہوتا تھا۔

اس گروہ میں ہر فرد کو اسقدر انعام عطا ہوتا کہ ہر شخص کے حصہ میں متعدد تنگے آتے تھے مطربان دہلی کی یہ نوبت پہنچی کہ ہر شخص اپنے خرد سال اطفال کو ساتھ لے کر دہلی سے فیروز آباد تک آتا یہاں تک کہ بعض افراد چہار سالہ و پنج سالہ اطفال کو ہمراہ لے کر فیروز آباد میں حاضر ہوتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ جوان و پیر ہر شخص کو برابر انعام عطا کرتا تھا ایک مرتبہ کارکنان دربار نے ارادہ کیا کہ شاہی انعام میں تفریق پیدا کریں۔

بادشاہ نے یہ خبر سنی اور عمال کی جانب نگاہ تیز سے دیکھا اور فرمایا کہ ہمارے فقیر مرض افلاس میں گرفتار ہیں اور سات روز کامل اسی انتظار میں بسر کرتے ہیں کہ جمعہ کا روز آئے اور ہم بادشاہ سے انعام حاصل کریں۔

یہ غریب اسی امید میں اپنے فرزندانِ خرد سال کو پانچ کوس سے ہمراہ لاتے ہیں اگر اطفال و جوان میں فرق پیدا کر دیا جائے گا تو ان کا کیا حال ہو گا۔

بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کو ایک ہی انعام عطا کریں۔

سبحان اللہ فیروز شاہ ہر طریقے سے خلائق کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔

اٹھارھواں مقدمہ

دہلی جدید کا نمونہ

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں اپنی فراست و دانشمندی سے مختلف نمونے

ایجاد کئے جس میں ایک طاس گھڑیال ہے جن کی تفصیل قسم سوم میں معرض تحریر میں آچکی ہے اور دو ذنگ دولہ آہنی جنکی تشریح مقدمۂ تذکار میں بیان کرچکا ہوں۔

اس کے علاوہ گنبد سپید بزرگ جو مخصوص فیروز شاہ کی ایجاد ہے۔

فراشان درگاہ جس وقت فراش خانہ بادشاہی نصب کرتے تھے تو دہلیز و بارگاہ و خوابگاہ بھی باہر لائی جاتی تھی اور اسی وقت گنبد سفید بزرگ بارگاہ سے متصل بلند کیا جاتا تھا بادشاہ اکثر اسی گنبد سفید میں تشریف رکھتا تھا اور اسی مقام پر بادشاہ بحید شان وشوکت کا اظہار فرماتا تھا۔

اسی طرح فیروز شاہ نے دو عدد نشانہ پیتل ایک من کے اور دو نشان آہنی تیس سیر کے وضع کئے دو اژدر پیتل ایک میمنہ کے لئے اور ایک میسرہ کے واسطے مرتب کئے گئے۔

فیروز شاہ شکار کے لئے سوار ہوتا اور ہر دو نشانہ اژدر پیتل کے اوپر میمنہ اور میسرہ میں چلتے تھے اور دو نفر نشاندار صندوق پیتل میں بیٹھتے اور ان نشانات کو ہاتھ میں لیتے تھے۔

نشانات رسیوں سے ہاتھیوں کی پیٹھ سے باندھ دئے جاتے تھے۔

فیروز شاہ دور سے نمودار ہوتا اور دو تین کوس کے فاصلے سے نشانات دکھائی دیتے تھے ان نشانات کی طرح بادشاہ نے دو بزرگ دہل بھی وضع کئے جو ہر دو دہل قانونی ہیں۔

پانچویں قسم

فیروز شاہ کی محلوقی شاہزادہ فتح خاں کی رحلت اور بعض ملوک کی غفلت کا بیان

اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ

بادشاہ کی محلوقی کے بیان میں

واضح ہو کہ سلطان فیروز شاہ حضرت شیخ الاسلام شیخ علاؤ الدین نبیسہ حضرت شیخ فریدالدین اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔

بادشاہ اپنے تمام عہد حکومت میں اولیائے کرام کی متابعت کی چنانچہ آخر زمانے میں حلق بھی کیے بادشاہ نے ہر وقت اولیا کی پیروی کی اور اُن کی محبت کا دم بھرتا رہا اور چالیس سال کامل انھیں بزرگان دین کی پیروی میں حکومت کی۔

فیروز شاہ سفر سے قبل تمام مشائخ و اولیا کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا جیسا کہ مورخ عفیف مقامات قبل میں ہدیۂ ناظرین کر چکا ہے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے ۷۶۶ھ ہجری میں بہرائچ کا سفر کیا اور شہر میں پہنچ کر بندگی سید سالار مسعود کے آستانہ پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی۔

بادشاہ نے بہرائچ میں چند روز قیام کیا اور اتفاق سے ایک شب حضرت سید سالار کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔

سید سالار نے فیروز شاہ کو دیکھ کر اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا یعنی اس امر کا اشارہ کیا کہ اب پیری کا زمانہ آگیا بہتر ہے کہ اب آخرت کا سامان کیا جائے اور اپنی ہستی کو یاد رکھا جائے صبح کو بادشاہ نے حلق کیا اور فیروز شاہ کی محبت و اتباع میں اس روز اکثر خانان و ملوک نے سر منڈایا۔

حقیقت یہ ہے کہ محبت و دل بستگی کے آئین بھی عجیب و غریب ہیں

واضح ہو کہ جس زمانے میں ہمارے سرور عالم صلی علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ محلقین رؤسہم خلق فرمایا تو تمام صحابہ کرام نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع میں اپنے سر منڈا دیے اسی طرح فیروز شاہ کے حلق کرنے میں تمام امرا نے بھی بادشاہ کی پیروی کی۔

سبحان اللہ چونکہ بادشاہ کے قلب میں علما و اولیا کی محبت جاگزیں تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُس کی پیشانی پر انوار ولایت کو روشن و آشکار فرما دیا۔

بادشاہ کا چہرہ ہمیشہ انوار ولایت سے تابان و درخشاں رہتا تھا اور حلق کرنے کے بعد تو فیروز شاہ از سر تا پا ایک بزرگ صاحب سجادہ نظر آتا تھا۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کو یہ تمام برکات علما و مشائخ کی محبت و پیروی سے حاصل ہوئے۔

غرضکہ فیروز شاہ نے حلق فرمانے کے بعد تمام وہ امور جو غیر مشروع و مکروہ تھے اپنے ملک سے دور کئے یہاں تک کہ بادشاہ نے تمام نامشروع محاصل کو یک قلم بند کر دیا۔

بادشاہ نے ممالک محروسہ کے تمام عمال و حکام کے نام تاکیدی فرامین اس مضمون کے روانہ کیئے کہ کسی قسم کا غیر مشروع محصول رعایا سے نہ وصول کیا جائے۔

دوسرا مقدمہ

بادشاہ کا غیر مشروعات کو دور کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے خدا کی عنایت و مہربانی سے ممالک محروسہ سے تمام غیر مشروع امور جو خلاف احکام شرع ملک میں رائج تھے دور کیا۔ فیروز شاہ نے ہر رسم و رواج کو جو خلاف شرع نظر آیا اُس کو قطعاً موقوف کر دیا چند امور کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) سلاطین کے خلوت خانہ میں مصور نقاشی کیا کرتے تھے تاکہ خلوت کے وقت بادشاہ کی نظر ان تصاویر پر پڑے۔
فیروز شاہ نے خوف خدا کے لحاظ سے حکم دیا کہ اُس کے خلوت خانہ میں اس قسم کی نقاشی نہ کی جائے بلکہ بجائے تصاویر کے باغات وغیرہ و مناظر قدرت کے نقش و نگار بنائے جائیں۔
(۲) سلاطین قدیم کے محلات میں لوہے تانبے چاندی اور سونے کے بت اور دیگر مورتیں رکھی جاتی ہیں بادشاہ نے ان تماثیل کو خلاف شرع خیال فرما کر ان کو دور کیا۔
اسی طرح شاہان قدیم طلائی و نقرئی ظروف میں خورد و نوش کرتے تھے لیکن فیروز شاہ نے اس کو بھی خلاف شرع خیال کر کے ان ظروف سے کنارہ کشی کی اور پتھر اور مٹی کے برتن استعمال کرنے شروع کیئے۔
اسی طرح مراتب کے علم و نشانات پر جانوروں کی تصویریں بنائی جاتی تھیں بادشاہ نے اس رسم کو بھی قطعاً موقوف کیا۔
وجہ یہ ہے کہ علما و مشائخ ہر وقت بادشاہ کے قریب رہتے تھے اور اسی لئے فیروز شاہ کو ہمیشہ مکروہ و حرام اشیا و افعال کا علم ہوتا رہتا تھا بلکہ یہ مقدس گروہ ممالک محروسہ کے ہر محصول سے اپنی جواز و عدم جواز سے بادشاہ کو مطلع کرتا تھا اور فیروز شاہ ہر نامشروع محصول سے دست کش ہو جاتا اور اسی طرح بیحد نقصان برداشت کرتا تھا۔

ایک مرتبہ علما کے گروہ نے بادشاہ سے چند نامشروع امور کا ذکر کیا جو قدیم سلاطین کے زمانے میں مقرر و وضع کی گئی تھیں۔

ان امور میں ایک دانگانہ تھا جس کی حقیقت حسب ذیل ہے

جو مال و اسباب کہ سرائے عدل میں زکوٰۃ کے لئے جمع ہوتا تھا وہ تمام مال عام اس سے کہ صاحب نصاب ہو یا نہ ہو زکوٰۃ کے بعد خزانہ میں لایا جاتا تھا اور مال کو بار دگر از سر نو وزن کرتے تھے اور اس کے معاوضہ میں ہر تنگہ پر ایک دانگ وصول کر لیتے تھے۔

اس طریقہ پر بیشمار مال جمع ہو جاتا تھا لیکن دانگانہ کے خزانہ میں تاجروں کو آشنا و بیگانہ ہر فرد سے تکلیف پہنچتی تھی اس لئے کہ دانگ کے وصول کرنے میں کارکنان علم اعتنا کرتے اور اس طرح تاجروں پر تشدد ہوتا تھا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا کہ عمال خزانہ رقم کی وصول یابی و نیز اسباب کی تفتیش میں کاہلی سے کام لیتے اور تاجروں کو بیحد پریشانی ہوتی اور وہ ایک مدت تک خزینہ دانگانہ میں ایک طرح پر مقید رہتے تھے۔

دوسرے یہ کہ شہر دہلی میں مستغل کی رسم بھی خلاف شرع تھی۔

مستغل سے مراد یہ ہے کہ زمینوں اور مکانات کا سرکاری محصول وصول کیا جاتا تھا۔ یہ رسم بھی سلاطین قدیم کے حکم کے مطابق تھی اور اسی طرح جو ایک لاکھ پچاس ہزار تنگہ کی رقم جمع ہوتی تھی اس کو محصول زمین کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

تیسری نامشروع شے جزاری کی رقم تھی جس کا منشا یہ تھا کہ اگر قصاب ایک گائے ذبح کرے تو بارہ جیتل محصول ادا کرے چنانچہ اس مد سے متعلق بھی ایک معقول رقم خزانہ میں جمع ہو جاتی تھی۔

چوتھی رسم دوری کا حکم تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس زمانے میں کہ خاص و عام سوداگر غلہ و نمک و قند و شکر نبری و دیگر اسباب وغیرہ جانوروں پر بار کر کے شہر میں لاتے تھے اور دیوان کے ملازم ان جانوروں کو بہ جبر دہلی قدیم میں لے جاتے تھے۔

واضح ہو کہ دہلی قدیم میں سات سلاطین نے سات حصار تعمیر کرائے تھے جو اس زمانے میں کہنہ ہو کر شکست ہو گئے ہیں۔

ان حصاروں سے اینٹیں گر کر ایک انبار لگ گیا ہے۔

دیوان کے ملازم تاجروں کے جانوروں کو ان انبار کے قریب لاتے اور اینٹیں ان پر بار کر کے شہر فیروز آباد میں کہور کے لئے آتے تھے۔
ہر سوداگر جو اطراف سے دہلی میں آتا وہ کم از کم ایک مرتبہ ضرور اس مصیبت میں گرفتار ہوتا کہ اُس کے جانور دہلی قدیم سے اینٹیں فیروز آباد میں پہنچاتے تھے۔
اس ظلم و جبر کے شروع ہوتے ہی سوداگروں نے شہر میں آنا ترک کر دیا جس کی وجہ سے فیروز آباد میں غلہ اور نمک بیحد گراں ہو گیا۔
بادشاہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی گئی اور ہر واقعہ تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا بلکہ بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ ایک سوداگر تین من روئی لے کر شہر میں آیا تھا۔ شاہی عہدہ دار اس شخص کو خریطہ دالگاہ میں لے گئے اور اس درجہ بے پروائی کی کہ نہ اُس شخص سے تین دانگ محصول وصول کیا اور نہ اس کو رہا کیا۔
یہ غریب سوداگر اتنی مدت تک خریطہ میں پڑا رہا کہ تین من روئی میں آگ لگ گئی اور سوداگر کا مال جل جانے کے بعد وہ غریب اس قید سے آزاد ہوا۔
رسم دوری کی وجہ سے بھی غریب سوداگروں پر ظلم ہوا اور انھوں نے شہر میں آنا قطعاً ترک کر دیا جس کی وجہ سے بھی غلہ اور نمک وغیرہ اشیاء و اسباب گراں ہو گیا۔
اسی طرح رسم مستغل کے رائج کرنے میں اس درجہ سختی کی گئی کہ بیوہ عورات اور فقراد مساکین سے پوری رقم طلب کی گئی اور یہ غریب طبقے بھی عاجز و مجبور ہو گئے۔
مختصر یہ کہ شاہی اعوان و انصار نے بادشاہ کو تمام حقیقت حال سے مطلع کیا اور اپنی خیر خواہی و دور اندیشی و خلوص سے ہر شعبہ کی کیفیت مفصل فیروز شاہ سے بیان کی اور ہر طبقے کے راز سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔
فیروز شاہ نے خدائی توفیق سے ان ہوا خواہوں کا بیان اول سے آخر تک سنا اور تمام ممالک محروسہ کے علما و مشائخ کو طلب کیا۔
بادشاہ نے ان حضرات سے فرمایا کہ اگرچہ سلاطین ماضیہ نے محصول بلاد و سلطنت میں چند امور مصلحت ملک یا لاعلمی کی وجہ سے جایز و جاری کر دیئے تھے لیکن میری خواہش ہے کہ میرے دور حکومت میں احتیاط سے کام لیا جائے تاکہ رعایا کو اطمینان نصیب ہو۔
اگر از روئے شرع ان محاصل کا وصول کرنا جائز ہو تو وصول کئے جائیں ورنہ قطعاً

ترک کئے جائیں۔

مختصر یہ کہ تمام علما و مشائخ و قاضی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور اُن سے فتویٰ طلب کیا گیا تمام علما و مشائخ نے بالاتفاق فتویٰ دیا اور معتبر کتابوں سے راجح روایات کو پیش کیا کہ ان محاصل کا وصول کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

علما و مشائخ کے فتویٰ کے بعد فیروز شاہ نے حکم دیا کہ اس قسم کے تمام محاصل بند کئے جائیں۔

شاہی دربار کے مقابل ہاتھی پر سوار ہو کر شاہی فرمان تفصیل کے ساتھ سنایا گیا۔

مفتی لشکر شاہی قاضی نصر اللہ ہاتھی پر سوار ہوئے اور اس فرمان کو بادشاہ کی زبان میں بہ آواز بلند پڑھ کر سنایا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگرچہ سلاطین قدیم نے جو نہایت دور اندیشی و عدل کے ساتھ ملک پر حکمراں رہے مصالح ملکی کی بنا پر اس قسم کے محاصل رعایا سے وصول کئے لیکن چونکہ از روئے شرع ان محاصل کا وصول کرنا جائز نہیں ہے اس لئے میں اپنے عہد حکومت میں ان تمام محاصل کو یک قلم موقوف کرتا ہوں مورخ عفیف اس محفل میں حاضر تھا اور خاکسار نے اپنے کانوں سے یہ فرمان سنا ہے۔

اس شاہی فرمان کی سماعت کے لئے عوام و خواص ہر طبقے کے بیشمار افراد جمع ہوئے تھے اور اس قدر مجمع تھا کہ حاضرین کا شمار نہیں ہو سکتا۔

قاضی نصر اللہ نے فرمان کو پڑھا اور جب الفاظ دانگانہ پر پہنچا تو عبارت کو مکرر پڑھا۔
واضح ہو کہ دانگانہ کو دھنگانہ بھی کہتے ہیں

فیروز شاہ کی روش جہانداری کی کیا تعریف کی جائے جس نے ان تمام رقوم کو یک قلم موقوف فرما دیا۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ بادشاہ نے ان محاصل کو بند فرما کر مبلغ تیس لاکھ تنگہ کا نقصان برداشت فرمایا۔

ان محاصل کی موقوفی ۷۷۷ھ ہجری میں عمل میں آئی

تیسرا مقدمہ

ایک زنار دار کا شاہی دربار کے سامنے جلایا جانا

نقل ہے کہ فیروز شاہ کو اپنے عہد حکومت میں ممالک محروسہ کے تمام جزئی و کلی احوال

سے آگاہی تھی۔

ایک راست گفتار مخبر نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ دہلی قدیم میں ایک ناہنجار بت پرست پیدا ہوا ہے جس نے اپنے خاص مکان میں مندر تیار کیا ہے اور ہندو و مسلم ہر قوم اور ہر طبقے کے اشخاص پرستش کے لئے اس شخص کے مکان میں جاتے ہیں۔

اس زنار دار نے ایک مہرہ چوبی تیار کیا ہے اور اُس کو مختلف اقسام کے نقش سے درست کر دیا ہے اور تمام ہندو معین روز اس کے قریب جمع ہو کر پرستش کرتے ہیں۔

چنانچہ کوئی عہدہ دار باخبر اس طرف توجہ نہیں کرتا۔

بادشاہ کو اس امر کی بھی اطلاع ہوئی کہ اس زنار دار نے ایک مسلمان عورت کو مرتد کر کے اپنے مذہب میں داخل کر لیا ہے۔

غرضکہ اس قسم کی عجیب و غریب حکایات بادشاہ کے کانوں تک پہنچیں اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ اس زنار دار کو مع اس ساختہ مہرہ کے فیروز آباد میں حاضر کریں۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور فیروز شاہ نے تمام علما و مشائخ کو اپنے حضور میں طلب کیا اور اُن سے تمام واقعہ بیان کر کے فتویٰ دریافت کیا۔

علما و مشائخ و مفتیان شرع نے تمام کیفیت معلوم کرنے کے بعد مسئلۂ شرعی بیان فرمایا اور عرض کیا کہ شرع شریف کا حکم یہ ہے کہ پیشتر اس زنار دار کو اسلام لانے کی ہدایت کی جائے اگر قبول نہ کرے تو اس کو زندہ جلا دیا جائے۔

مختصر یہ کہ زنار دار کو ہر چند اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اُس نے ایک نہ سنی اور مسلمان ہونے سے قطعاً انکار کیا۔

زنار دار شاہی دربار کے سامنے لایا گیا اور لکڑیوں کا انبار لگایا گیا۔

زنار دار کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے اور اس کو لکڑیوں کے انبار میں ڈال دیا گیا اور اُس کا مہرہ چوبی بھی انبار کے اوپر رکھ دیا گیا اور انبار کے نیچے آگ لگا دی گئی۔

اُس روز مورخ عفیف دربار میں حاضر تھا اور یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

نماز ظہر کے وقت زنار دار کے مہرہ میں دو جانب سے آگ لگا دی گئی۔

آگ ایک طرف سر کے جانب اور دوسری طرف پاؤں کے جانب روشن کی گئی۔

چونکہ لکڑی خشک تھی اس لئے پیشتر پانوں کی جانب سے آگ روشن ہوئی۔
زنار دار نے اضطراب کی حالت میں سینہ سے آہ کھینچی اور اس درمیان میں سر کے جانب سے بھی آگ بیحد روشن ہوئی اور یہ شخص جلکر خاک سیاہ ہوگیا
بادشاہ کی حق پرستی کی کیا تعریف کی جائے جس نے ایک ذرہ بھی شرع سے تجاوز نہیں کیا۔

چوتھا مقدّمہ

غیر مسلم افراد سے جزیہ وصول کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے تمام دور حکومت میں شرع شریف کے مطابق حکمرانی کی اور احکام شرع کا ہمیشہ پاس و لحاظ رکھا۔
بادشاہ نے قوانین شریعت کو مدنظر رکھ کر غیر مسلم افراد سے جزیہ وصول کیا۔
فیروز شاہ سے بیشتر کسی بادشاہ کے عہد میں غیر مسلم رعایا پر جزیہ نہیں عاید کیا گیا اور ان فرمارو ایان قدیم نے اس محصول کو معاف کر دیا تھا۔
فیروز شاہ نے تمام علما و مشائخ کو جمع کیا اور اُن سے فرمایا کہ یہ عام غلطی ہمیشہ سے چلی آرہی ہے کہ غیر مسلم افراد سے جزیہ نہیں وصول کیا جاتا۔
سلاطین گزشتہ نے اس امر پر زیادہ توجہ نہیں کی جس کی خاص وجہ یہی خیال کی جا سکتی ہے کہ بہی خواہان ملک پر غفلت طاری رہی اور انھوں نے سلاطین کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔
چونکہ زنار دار گروہ حجرۂ کفر کی کلید ہے اور تمام غیر مسلم رعایا ان کی معتقد ہے اس لئے ان کو معاف نہ کرنا چاہیئے اور ان سے ضرور جزیہ وصول کرنا چاہیئے۔
تمام علمائے شریعت و مشائخ طریقت نے فتویٰ دیا کہ ہندوؤں اور پجاریوں سے نہایت شدت کے ساتھ جزیہ وصول کرنا چاہیئے۔
تمام زنار دار جمع ہو کر کوشک شکار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کوشک مذکور میں تعمیر عمارت میں مصروف تھا۔

اس مجمع نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ ہمارے اسلاف نے کسی وقت اور کسی بادشاہ کے عہد میں جزیہ نہیں دیا ہے ہم کس طرح یہ محصول ادا کر کے اپنا منہ سیاہ کریں اور رقم کہاں سے بہم پہنچائیں ہم بادشاہ کے حضور میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اس محل کے نیچے لکڑی کا انبار لگائیں اور بجائے جزیہ دینے کے اپنے کو زندہ جلادیں۔

زنار دار گروہ کی تقریر بادشاہ کے کانوں تک پہنچی اور اس نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ اپنے کو اسی وقت جلا دیں اور ہلاک ہو جائیں لیکن ان کا جزیہ کسی طرح معاف نہیں ہو سکتا اس خیال محال کو اپنے دل سے دور کر دیں۔

اس گروہ نے کوشک کے قریب چند روز فاقہ میں بسر کئے اور اس طرح اپنے کو معرض ہلاکت میں ڈالا لیکن جب ان کو یقین ہو گیا کہ بادشاہ اپنے ارادہ میں بیحد پختہ ہے تو شہر کے تمام ہندو جمع ہوئے اور انھوں نے بالاتفاق زنار دار گروہ سے کہا کہ جزیہ کی وجہ سے تمہارا اس طرح ہلاک ہونا مصلحت کے خلاف ہے۔

غرضکہ تمام ہندوؤں نے پنڈتوں اور پوجاریوں کا جزیہ اپنے ذمے لے لیا۔

دہلی میں جزیہ کی تین قسمیں ہیں اول چالیس دوم بیس بیس اور سوم دس تنگے۔

تمام زنار دار افراد نے بادشاہ سے اپنے عجز کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ تمام رقم جزیہ میں ہر فرد کیلئے کچھ کم کر دیا جائے۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ ہر دس اشخاص پر پچاس تنگے جزیہ مقرر کیا جائے۔

بادشاہ نے یہ حکم دیکر رقم کی وصول یابی کے لئے عہدہ دار بھی مقرر فرمائے۔

پانچواں مقدمہ

دو دراز قد ایک کوتاہ قد اور دو باریش عورت کا حال

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے عہد میں خدا کی قدرت سے بعض نادر اشخاص پیدا ہوئے جن میں بعض کا قد دراز بعض کا کوتاہ اور بعض عورات باریش اور بعض عجیب حیوانات داخل ہیں چنانچہ ہر فرد کا حال علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

کوتاہ قد انسان کا افسانہ۔ فیروز شاہ ٹھٹھہ کی مہم سے واپس آیا جیسا کہ مورخ اس سے قبل معرض تحریر میں لاچکا ہے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ٹھٹھہ سے واپس آیا اور ایک کوتاہ قد انسان بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا اس شخص کا قد ایک گز کے قریب بلند تھا اور دست و پا کی درازی بھی قد کے موافق تھی۔

اس شخص کا سر بھی اسی مقدار سے کوتاہ جو بادشاہ کے حکم کے مطابق چند روز دہلی وفیروز آباد میں رکھا گیا۔

خلائق شہر چہار جانب سے اس شخص کو دیکھنے آتے اور تعجب کرتے تھے مورخ عفیف نے بھی اس شخص کو دیکھا ہے۔

عجب راز واسرار الٰہی ہیں جن میں دم مارنے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

دو مرد بزرگ و دراز قد کا قصہ۔ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں جالیہار کے ملک سے دو شخص بیحد دراز قد بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئے جن کا رنگ قطعاً سیاہ تھا اور جو اس درجہ دراز قد تھے کہ اس زمانے کا دراز ترین شخص ان کی کمر تک پہنچتا تھا۔

مورخ عفیف نے بھی ان اشخاص کو دیکھا ہے ان دونوں کو سنسکہ کہتے تھے۔

بادشاہ کے حکم سے یہ اشخاص بھی چند روز شہر میں رکھے گئے تاکہ خلائق ان کو دیکھ کر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھے۔

یہ اشخاص جب چلتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ دو منارے جنبش میں آگئے ہیں۔

دو عورات باریش کا قصہ۔ فیروز شاہ کے عہد میں دو عورات باریش بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئیں۔

عورتیں میانہ قد و غیر مسلم اور صاحب ریش و صاحب پستان تھیں۔

ان کا رنگ سیاہ تھا اور دونوں صاحب شوہر تھیں ان عورتوں کی داڑھی گردہ تھی مورخ عفیف نے بھی ان عورتوں کو دیکھا ہے جو درحقیقت عجائب مخلوقات میں تھیں۔

اب مورخ عجیب حیوانات کے حالات قلم بند کرتا ہے۔

فیروز شاہ کے عہد حکومت میں ایک سہ پا گوسپند لائی گئی جس کا رنگ ابلق تھا۔

اس جانور کے دو ہاتھ اور ایک پاؤں تھا اور دوسرے پاؤں کی جگہ پستان مادہ گاؤ

کی شکل کی ایک پستان تھی۔
یہ گوسپند تین پانوں سے بخوبی چلتی اور دانہ اور پانی بخوبی کھاتی اور پیتی تھی۔
یہ جانور بھی چند روز دربار شاہی بلکہ درمیان کوشک رکھا گیا تاکہ خلائق قدرت الٰہی کا تماشہ دیکھے
افسانۂ زاغ سیاہ پانول وپا ہائے لال۔ فیروز شاہ کے عہد میں ایک کوا لایا گیا جس کا تمام جسم تو سیاہ تھا لیکن اس کی چونچ اور اس کے پانوں قطعاً سرخ تھے۔
اس قسم کا کوا ایک اعجوبۂ روزگار جانور خیال کیا جاتا ہے اس لئے کہ ہمارے زمانے کے تمام کوے دود کی طرح قطعاً سیاہ ہوتے ہیں اور اُن کی چونچ اور پانوں بھی جسم کی طرح سیاہ ہیں۔
اس کوے کی چونچ اور اس کے پانوں سرخ تھے جو چند روز دربار شاہی میں رکھا گیا۔
مورخ عفیف نے بھی اس نادر روزگار جانور کو دیکھا ہے۔
طوطی سپید کا جس کی چونچ اور پانوں سیاہ تھے قصہ اور سر ماہی دریا کی شرح۔
فیروز شاہ کے عہد حکومت طوطی سفید پیش کیا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اس جانور کو کوشک نزول میں رکھیں تاکہ خلائق اس کو دیکھ کر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔
ایسی ایک دریائی مچھلی کا سر پیش کیا گیا جو اس قدر بڑا تھا کہ ایک بیل بزرگ کے سر وخرطوم کی برابر تھا۔
حقیقت یہ ہے کہ مار وماہی کی بزرگی و اقسام کے بابت جس قدر فضائل بھی بیان کئے جائیں صحیح و واقعی ہیں۔
پنج پاگاو کا قصہ۔ فیروز شاہ بادشاہ کے عہد دولت میں ایک گائے پیش کی گئی جس کے پانچ پانوں تھے مورخ عفیف نے اس جانور کو دیکھا ہے جس کے چار پانوں تو دیگر حیوانات کی طرح تھے اور پانچواں پانوں گردن سے برآمد ہو کر شانہ تک آویزاں تھا اور جانور اس پائے پنجم سے کسی قسم کی حرکت نہ کرسکتا تھا۔
یہ جانور بھی عجائب روزگار میں تھا جو اس عہد میں پیدا ہوا۔
اس جانور کا پائے پنجم انسانی انگشت ششم کے مانند بیکار تھا۔
یہ جانور بھی چند روز دربار میں بندھا رہا۔

اُس گائے کا قصہ جس کا سُم سُم اسپ کی طرح غیر چاک تھا۔ مورخ عفیف نے اس جانور کو دیکھا ہے۔

اس جانور کے دو دست کے سم سم اسپ کے مانند تھے اور دو پانوں کے سُم گائے کے سموں کی طرح با چاک تھے اور جانور کا رنگ سفید تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ جانور بھی قدرت الہٰی کا تماشہ و نمونہ تھا۔

خانان و ملوک فیروز شاہی کی عظمت و شاہی کا ذکر

مورخ عفیف بھی دیگر مورخین کی طرح اب خانان و ملوک فیروز شاہی کی عظمت اور ان کے جاہ وجلال کا ذکر کرتا ہے۔

چھٹا مقدّمہ

خانِ اعظم تاتار خاں کی عظمت کا بیان

نقل ہے کہ خانِ اعظم خدا کی درگاہ میں بندہ مقبول اور بادشاہ کا دست گرفتہ صاحب سیف وقلم تھا۔

واضح ہو کہ یہ امیر باعتبار نسل ترک تھا۔

معتبر روایت ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد حکومت خراسان کے ایک صاحب جاہ وحشم فرمانروا نے ملتان و دیبال پور پر حملہ کر کے اس نواح کو تاخت و تاراج کیا۔

یہ بادشاہ اپنی ایک زوجہ پر جو بیحد صاحب حسن وجمال تھی اس درجہ شیدا تھا کہ اس کو ایک دم اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا۔

اس مہم میں بھی یہ عورت بادشاہ کے ہمراہ وحاملہ تھی۔

بادشاہ خراسان کے ملتان دیبال پور میں قدم رکھتے ہی اس بیگم کے بطن سے بچہ پیدا ہوا۔ اتفاق سے اُس شب سلطان تغلق نے خراسانی لشکر پر شبخون مارا اور قتل عام

شروع کر دیا خراسانی لشکر نے شکست کھائی اور ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی اور پریشانی کے عالم میں اس بچے کو گہوارہ میں چھوڑ دیا۔
سلطان تغلق کا لشکر مال غنیمت کو ہر جانب تلاش کر رہا تھا کہ ان کی نظر اُس گہوارہ پر پڑی اور گہوارہ مع بچے کے بادشاہ کے روبرو لایا گیا۔
سلطان تغلق نے اس نوزائیدہ بچے کو دیکھ کر بیحد پسند کیا۔
بادشاہ نے اس خوش نصیب بچے کی بجائے فرزند کے پرورش شروع کی۔
سلطان تغلق نے فرزند کو تاتار ملک کے نام سے موسوم کیا جو اس عہد میں خردسال تھا یہ بچہ جوان ہوا اور سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں جوان ہو کر مشہور زمانہ ہوا۔
یہ لڑکا دلاوری و زور آزمائی و شجاعت و بہادری میں یکتائے زمانہ ہوا اور محمد تغلق کے عہد حکومت میں لشکر کشی و فتوحات ملکی میں نادر روزگار خیال کیا جانے لگا۔
اسی شخص نے اپنے زور بازو سے بہترین ممالک فتح کیے۔
معتبر روایت ہے کہ ایک وقت سلطان محمد تاتار ملک سے آزردہ ہوا اور اُس نے اس امیر کو برے الفاظ سے یاد کیا اور تاتار ملک کو اپنے سے جدا کر کے دور روانہ کر دیا۔
تاتار ملک نے چند ابیات نظم کر کے بادشاہ کے حضور میں روانہ کیں۔
سلطان محمد نے یہ اشعار دیکھ کر بیحد تعریف کی اور تاتار ملک کو اپنے حضور میں طلب کر کے اُس پر بیحد نوازش فرمائی۔
فیروز شاہی عہد میں اس امیر کو تاتار خاں کا خطاب عطا ہوا اور چتر قطیفہ کے عطا سے سرفراز فرمایا گیا۔
اس پر مستزاد نوازش یہ ہوئی کہ چتر کے اوپر بجائے ہمائے زرین کے زرین طاس رکھا گیا جو محض سلاطین کے لئے مخصوص ہے۔
فیروز شاہ صحن گلین کے محل میں دربار کرتا اور بادشاہ کے جانب راست جو وزرا کے لئے مخصوص ہے تاتار خاں کو جگہ عطا ہوتی تھی اور بادشاہ کے جانب چپ خانجہاں مقبول کی جا مقرر تھی۔
اگرچہ خانجہاں مقبول وزیر تھا لیکن بادشاہ کے جانب راست تاتار خاں ہی کو جگہ عنایت ہوتی۔

تاتار خاں کی رحلت کے بعد یہ سمت خانجہاں کو عطا ہوئی۔
فیروز شاہ کو تاتار خاں پر اعتماد کلی تھا اور بادشاہ امور ملکی میں ہمیشہ تاتار خاں سے مشورہ لیا کرتا تھا اور بادشاہ اس امیر کی رائے کے مطابق مہمات ملک کو فیصل کرتا اور ان کے بابت احکام جاری کرتا تھا۔
خانِ مذکور بادشاہ کا بہی خواہ اور خیر اندیش تھا اور اُس کی فطرت بیحد عمدہ و سلیم واقع ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس امیر کو بیشمار صفات سے آراستہ فرمایا تھا۔
تاتار خاں نے توفیق الٰہی سے ملک حجاز کا سفر کیا اور حرمین شریفین کی زیارت کے بعد ہندوستان واپس آیا۔
اس امیر کی صحبت میں ہمیشہ علما و فضلا کا مجمع رہتا اور تاتار خاں اس مقدس گروہ کی عزت کرتا تھا۔
تاتار خانی جو بہترین و مشہور زمانہ تفسیر ہے اسی امیر کی جمع کردہ ہے۔
معتبر رواۃ کا بیان ہے کہ تاتار خاں نے ارادہ کیا کہ ایک مفصل تفسیر ترتیب دے۔ اس امیر نے تمام تفاسیر کو جمع کیا اور علما کے ایک گروہ کو جمع کر کے تمام آئمۂ تفاسیر کے اختلافات کو نقل کر کے ہر آیت کے متعلق تمام اقوال اپنی تفسیر میں جمع کئے۔
تاتار خاں نے اس تفسیر کے جمع کرنے میں دل و جان سے کوشش کی اور ہر اختلاف کا حوالہ دیگر صاحب تفسیر کے نام کی تصریح کر دی۔
ہم کہہ سکتے ہیں کہ عالم کی تمام تفاسیر اس ایک کتاب میں جمع ہو گئی ہیں۔
یہ تفسیر مرتب ہوئی اور تاتار خاں نے کتاب کو تفسیر تاتار خانی کے نام سے موسوم کیا۔
اسی طرح خان اعظم ایک مجموعۂ فتاویٰ بھی مرتب کیا جن کی ترتیب یہ ہے کہ پیشتر شہر دہلی کے تمام کتب فتاویٰ جمع کیں اور اُس کے بعد خود ایک نسخہ ترتیب دیا جس میں ہر مسئلہ و ہر کلمہ میں مفتیان شرع کے اختلافات نقل کئے اور مفتی کے اختلاف کو صاحب فتویٰ کی طرف منسوب کر کے فتویٰ اور مفتی کی صراحت کر دی۔
یہ مجموعہ تقریباً تیس جلدوں میں مرتب ہوا۔
تاتار خاں علم شریعت میں مرتبہ عالی رکھتا تھا اور شریعت کی اتباع و تبحر سے طریقت اور طریقت سے علم حقیقت کی بارگاہ میں باریاب ہوا۔

اس امیر نے ان ظاہری علوم کے نکات و معارف حاصل کرنے میں بیحد کوشش کی۔

تاتار خاں نے شوق طلب میں نردبان عشق پر قدم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ابواب عشق اس کے قلب پر وا کر دئیے۔

مختصر یہ کہ خان اعظم خاقان معظم عالم دین حاجی و نمازی تاتار خاں کو احکام شریعت کا بیحد لحاظ تھا۔

یہ امیر قوانین شریعت سے سر مو تجاوز نہ کرتا تھا اور سفر و حضر ہر حالت میں شریعت پر کاربند رہتا تھا خان اعظم لشکر کشی کے لئے روانہ ہوتا تو کنیزان حرم کے ہمراہ لے جانے میں دیگر امرا کی تقلید نہ کرتا تھا۔

دیگر ملوک و خانان کا دستور تھا کہ اپنے کنیزوں کو اپنے برابر رکھتے تھے اور سفر میں ان کے ہمعنان چلتی تھیں لیکن تاتار خاں نے اپنے حرم کو کبھی گھوڑے پر سوار نہیں کیا بلکہ ایک گاڑی تیار کرائی اور اسی میں کنیزوں کو سوار کیا۔

اس گاڑی کو ہندی میں سھر کریا سھر کیہ کہتے ہیں۔

تاتار خاں نے ستر کے خیال سے ان گاڑیوں کو تخت پوش کر دیا تھا اور انکو حجرہ کے مانند بنا کر مقفل کر دیا تاکہ نامحرم کی نظر ان پر نہ پڑے۔

کس ورجہ احتیاط تھی جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔

غرضکہ اس امیر کے تمام افعال پسندیدہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر طرح کی خوبی سے آراستہ فرمایا تھا۔

تاتار خاں نے جلوس فیروز شاہی کے چند سال بعد وفات پائی۔

ساتواں مقدمہ

خانجہاں کی عظمت کے بیان میں

نقل ہے کہ خانجہاں وزیر کا نام مقبول تھا اور اس کو خدا نے ہر عمدہ صفت عطا فرمائی ہے۔ عالم جاہلیت میں اس کو کنو کے نام سے یاد کرتے تھے۔

یہ امیر دراصل تلنگی تھا جو اپنے گروہ میں تمام افراد سے بہتر و اعلیٰ خیال کیا جاتا تھا۔
جاہلیت کے زمانے میں راجۂ تلنگانہ کا مقرب تھا۔
سلطان محمدؐ تغلق نے رائے تلنگانہ کو دہلی کی جانب روانہ کیا اور راجہ نے راہ میں وفات پائی۔
خانجہاں محمد تغلق کے حضور میں حاضر ہو کر ایمان لایا اور بادشاہ نے اُس کو مقبول کے نام سے موسوم کیا اور اُس پر بیحد نوازش فرمائی۔
سلطان محمدؐ نے خانجہاں میں ہر طرح کے جوہر قابلیت معائنہ کر کے اس کی فہم و فراست و سیاست و تدبر کا صحیح اندازہ کیا اور خانجہاں کو دہلی کا نائب وزیر مقرر کیا۔
خانجہاں پروانہ جات میں اپنی دستخط اس طرح پر کرتا کہ مقبول بندہ محمدؐ تغلق۔
اگرچہ یہ وزیر نوشت و خواند سے قطعاً بے بہرہ تھا لیکن عقل و فراست میں یگانۂ زمانہ تھا اس کا اور اک و اس کی عقل و فہم کا جواب نہ تھا
اس امیر نے محض اپنی عقل و فراست سے دارالملک دہلی کی بارگاہ کو آراستہ کیا۔
سلطان محمدؐ کے ابتدائی زمانے میں اسکو قوام الملک کا خطاب عطا ہوا اور ملتان کا جاگیر دار ہوا اور اس کے بعد نائب وزیر مقرر کیا گیا۔
اس زمانے میں خواجہ جہاں سلطان محمدؐ تغلق کا وزیر تھا۔
مختصر یہ کہ خانجہاں نائب وزیر اپنے عہدہ کا اہل ثابت ہوا اور اس نے دیوان وزارت کو ہر طرح پر آراستہ کیا۔
اہل معاملہ و جاگیر دار خواجہ جہاں سے اس درجہ نہ ڈرتے تھے جتنا کہ قوام الملک سے خوف کرتے تھے
خواجہ جہاں جب کسی صاحب مقطع پر تہدید کرنا چاہتا تو اُس کو قوام الملک کے سپرد کر دیتا تھا اور قوام الملک ایسے اشخاص پر بیحد سختی و تشدد کرتا۔
اسی طرح جب خواجہ جہاں دیوان وزارت سے اُٹھ جاتا تو قوام الملک دیوان داری کر کے اہل مقطع پر بیحد سختی کرتا تھا اور بیشمار مال خزانۂ شاہی میں جمع کرتا تھا۔
خواجہ جہاں خود بھی معاملات سلطنت و دیوان وزارت کے اہم امور کو قوام الملک ہی کی مہارت و فراست سے انجام دیتا تھا۔

خانجہاں نے سلطان محمد تغلق ہی کے عہد میں عظمت و نام آوری پیدا کر لی تھی۔
اسی زمانے میں سلطان محمد نے وفات پائی اور فیروز شاہی دور شروع ہوا اور خواجہ جہاں باوصف فہم و فراست کے فیروز شاہ سے منحرف ہوگیا۔
خواجہ جہاں نے جیسا کہ مورخ صدر مقالہ میں بیان کر چکا ہے سلطان محمد تغلق کے فرزند کو بادشاہ بنایا اور سلطان فیروز شاہ سے مقابلہ کرنے کے لئے لشکر روانہ کیا۔
خواجہ جہاں اور قوام الملک دہلی میں مقیم تھے لیکن خانجہاں کو جب معلوم ہوا کہ فیروز شاہ دہلی کے قریب آگیا ہے تو یہ امیر بیحد دلیری و شجاعت کے ساتھ مردانہ وار روز روشن میں شہر سے باہر آیا اور فیروز شاہ سے مل گیا۔
خانجہاں کے مل جانے سے گویا دہلی فتح ہوگئی۔
مورخ عفیف اب اُن امور کا ذکر کرتا ہے جو خانجہاں یعنی وزیر باتدبیر اور بادشاہ یعنی فیروز شاہ کے درمیان پیش آئے۔
خانجہاں کا مسند وزارت پر بیٹھنا۔ روایت ہے کہ خانجہاں وزرائے با فہم و فراست کی طرح مسند وزارت پر جلوس کرتا تھا اور جاگیر داروں اور اہل معاملات سے بیحد سختی و تاکید کے ساتھ حساب لیتا تھا اور خزانۂ شاہی کے لئے نہایت احتیاط سے مال وصول کرتا تھا۔
خزانہ کی کردی روزانہ اُس کے ملاحظہ میں پیش ہوتی تھی اور اس موقع پر وزیر نہایت تاکیدی احکام جاری کرتا تھا کہ جس قدر زاید ممکن ہو مال خزانۂ شاہی میں داخل کرو
اگر کسی روز خزانۂ شاہی میں کم داخل ہوتا تو وزیر تمام عمال کو بُرے الفاظ سے یاد کرتا بلکہ غم و غصہ کی حالت میں نہایت فکر مند و بیچین ہوتا تھا۔
خان جہاں اُس روز طعام نہ کھاتا اور فرماتا کہ ملک و دولت کا قیام اور سلطنت کا انتظام مال و نقد سے ہوتا ہے اگر خزانہ میں مال کم ہوگا یا کسی دوسری مد میں ضائع ہو جائے گا تو بنیاد سلطنت میں خرابی واقع ہوگی۔
اگر خدانخواستہ کسی سبب سے خزانۂ شاہی قطعاً خالی ہو جائے گا تو اس سلطنت کا قیام دشوار بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔
یہی وجہ تھی کہ وزیر مذکور شب و روز مال جمع کرنے میں مصروف رہتا تھا۔
خانجہاں کی سواری کا قصہ۔ جب کبھی کہ فیروز شاہ کسی مہم یا شکار کے لئے سفر کرتا تو

خانجہاں وزیر کو بطور نائب شہر میں متعین کرتا تھا۔

وزیر مذکور بادشاہ کی عدم موجودگی میں دوسرے یا تیسرے روز جوار شہر میں سوار ہو کر جاتا اور اس طرح رعایا کو اپنے جاہ وحشم سے مرعوب کرتا تھا۔

خانجہاں کی سواری کی یہ شان وشوکت ہوتی تھی کہ جاہ وحشم و بیشمار ہاتھی اور پیادے جو تمام وکمال خود خانجہاں کے ملازم ہوتے تھے اس کے ہمراہ ہوتے تھے۔

ان کے علاوہ خانجہاں کے فرزند اور نواسے اور داماد اور غلام درباری و تازی و تمر کی گھوڑوں پر سوار سپید کمر بند و بیش قیمت کلاہ سے آراستہ اس کے جلو میں ہوتے تھے۔

وزیر مذکور اس شان وشوکت سے بیحد جاہ وجلال کے ساتھ فیروز آباد سے دہلی تک سفر کرتا اور وزیر کی یہ شان ہا دیکھ کر خلقت خدا مطمئن ہوتی اور شہر میں انتظام قائم رہتا تھا۔

مورخ عفیف کے والدین نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے آغاز جلوس میں سات برس کامل صرف تیرہ روز شہر میں مقیم رہا۔

بادشاہ دو یا تین سال کے بعد شہر میں آتا اور صرف چند روز فیروز آباد میں قیام کر کے دوسری سمت روانہ ہو جاتا تھا اور خانجہاں وزیر تمام مملکت و تمام خلایق سلطنت کو قابو میں رکھتا تھا۔

خانجہاں کے پاس بیشمار سپاہ وحشم تھے اور نیز یہ کہ اُس کے فرزند و داماد اور نواسے بھی لاتعداد تھے۔

اس کے علاوہ اس امیر کے غلام بیحد قوی و تندرست تھے۔

خانجہاں بیحد ہوا خواہ اور خیر اندیش وزیر تھا یہی وجہ تھی کہ فیروز شاہ نے سات سال کامل مخالف و بدخواہ جماعت کو پامال کیا اور ہر سرکش وشورہ پشت شخص کو نیچا دکھایا۔

خانجہاں کی وفات کے بعد فیروز شاہ نے سواری کرنا ترک کر دیا بلکہ اگر سواری کرتا تو صرف جوار دہلی میں سیر کر کے واپس ہوتا۔

پسران و دامادان خانجہاں کا قصہ۔ خانجہاں کے فرزند بیشمار تھے اس لئے کہ اس امیر کو حرم خانجہاں کنیزوں اور حرم کے جمع کرنے میں بیحد دلچسپی لیتا تھا بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ اس کے حرم میں روم وچین کی دو ہزار کنیزیں جمع تھیں۔

ہر کنیز مرصع ومکلل لباس میں آراستہ ہو کر سامنے آتی تھی اور خانجہاں ان مشاغل ملکی کے باوجود اپنی حرم کے ساتھ عیش ونشاط میں مشغول رہتا تھا۔

خانجہاں کثیر الاولاد بھی تھا اور اس امیر کی اولاد کی کثرت کی بابت جو خبر بادشاہ کو ہوئی تو اس نے اپنی پرورش و احسان سے یہ فرمایا کہ ہر فرزند جو خانجہاں کے حرم میں پیدا ہو اس کی پرورش کے لئے گیارہ ہزار تنگے مقرر کئے جائیں اور اسی طرح نوزائیدہ دختر کے لئے پندرہ ہزار کی رقم منظور فرمائی۔

بادشاہ نے اس امیر کے فرزند و داماد تمام افراد کو کمر سپیہ مرحمت فرمائی یہی وجہ تھی کہ خانجہاں کے تمام فرزند و داماد اور نواسے باکلاہ و کمر رہتے تھے۔

اس امیر کی شوکت اور اس کے جاہ و حشم نے اس حد تک ترقی کی کہ فیروز شاہ نے بار ہا یہ کہا کہ دہلی کا فرمانروا در اصل اعظم ہمایوں خانجہاں ہے۔

خانجہاں کا کارکنان سلطنت کو بادشاہ سے آزاد کرانا۔ کارکنان و عمال سلطنت سے اگر طمع کی وجہ سے کوئی خیانت ظہور میں آتی تو ان اشخاص کو بادشاہ کے حضور میں لے جاتے تھے۔

خانجہاں جو بیحد صاحب فہم و فراست تھا ملکی معاملات کے فیصل کرنے میں بیحد کوشش کرتا تھا اور اپنی عقل و دانش و نیز تدبیر و سیاست سے تخت شاہی کے سامنے کامیاب ہوتا اور بادشاہ کا غصہ ٹھنڈا کر دیتا تھا۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ کے فراش خانہ میں ایک عدد موزہ جو بیحد مرصع و مکلل و جواہر نگار تھا کارکن عملہ کے سپرد تھا۔

اس موزہ کی قیمت اسی ہزار تنگے تھی جس کو کارکنان عملہ نے کسی ترکیب سے لکھنوتی کے مرسلہ میں قلم بند کرا کے اس کی قیمت خود باہم تقسیم کر لی۔

چند روز کے بعد بادشاہ نے اس موزہ کو طلب کیا اور تمام عمال نے عرض کیا موزہ مذکور لکھنوتی روانہ کر دیا گیا ہے۔

فیروز شاہ نے اپنی عقل و فراست سے اس امر کا اندازہ کر لیا کہ عمال شعبہ نے موزہ تلف کر دیا ہے

بادشاہ نے ان کا عذر نہ سنا اور ارادہ کیا کہ تمام عمال کو شدید سزا دے۔

فیروز شاہ کے ان ارادہ سے خانجہاں کو اطلاع ہوئی اور وزیر مذکور نے حضور میں حاضر ہو کر تمام حالت معائنہ کی

اس موقع پر وزیر نے خیال کیا کہ بادشاہ ان کارکنان عملہ کو تباہ و برباد کر دے گا اور

خانجہاں اُٹھا اور تخت شاہی کے روبرو مودب استادہ ہو کر ان مجرمین کی آستینیں زور سے پکڑیں اور ان کو کشاں کشاں دربار سے باہر لے آیا۔

جب یہ اشخاص بادشاہ کی نظر سے پوشیدہ ہو گئے تو خانجہاں نے ان افراد سے کہا کہ اے خون گرفت گروہ میں نے تمہاری جان بچادی اب اُس مسروقہ موزہ کی قیمت مبلغ اسی ہزار تنگے خزانۂ بادشاہی میں داخل کر دو۔

غرضیکہ دوسرے روز بادشاہ نے خانجہاں سے دریافت کیا کہ کارکنان عملے نے موزہ کیا کیا۔

خانجہاں نے جواب میں عرض کیا کہ موزہ کی قیمت مبلغ اسی ہزار تنگے خزانۂ بادشاہی میں پہنچ گئے اب موزہ کی کیا پرسش کہ کھوئی گیا یا یہیں پڑا ہوا ہے۔

سبحان اللہ خانجہاں کی فہم و فراست کی کیا تعریف کی جائے۔

خانجہاں کا فیروز شاہ صاف جواب دینے کا واقعہ۔ نقل ہے کہ فیروز شاہ ٹھٹھہ کی مہم سے واپس آیا اور کوشک سابورہ کی تعمیر میں مصروف ہوا۔

بادشاہ بیشتر اوقات سابورہ میں مقیم اور قصر کی تعمیر میں منہمک رہتا اور خانجہاں فیروز آباد میں امور ملکی مالی کو بجد کوشش سے انجام دیتا تھا۔

وزیر مذکور مسند وزارت پر بیٹھ کر ہر محکمہ کے عمال و کارکن سے حساب لیتا اور ہر قسم کی بازپرس کرتا تھا۔

خانجہاں کا قاعدہ تھا کہ شنبہ کے روز فیروز شاہ کی خدمت میں سابورہ حاضر ہوتا اور ملک کے تمام جزئی و کلی واقعات سے بادشاہ کو آگاہ کرتا تھا۔

فیروز شاہ نے یقین کر لیا کہ خانجہاں اُس کا وفادار و مخلص ملازم ہے اور اسی بنا پر ارادہ کیا کہ اُس کا مرتبہ وزارت سے بلند کرے

ایک روز بادشاہ نے اپنے دو معتبر امیر ملک شاہین اور ملک سید الحجاب کو فیروز آباد خانجہاں کے پاس روانہ کیا اور اُن امیروں کو حکم دیا کہ بادشاہ کی زبان سے خانجہاں کو مژدہ سنائیں کہ بادشاہ کو وزیر کی نمک حلالی و اخلاص پر پورا اعتماد ہے۔

فیروز شاہ چونکہ خانجہاں پر مثل اپنی ذات کے اعتماد رکھتا ہے اس لئے بادشاہ کا ارادہ ہے کہ اس کا مرتبہ عہدۂ وزارت سے بلند کرے اور اسی بنا پر فیروز شاہ کا فرمان ہے

کہ مسند خان کے مرتبے کے لائق نہیں ہے۔

خانجہاں دربار شاہی میں زردوزی نہالچے پر تخت کے متصل نشست اختیار کرے اور مسند ظفر خاں کو عطا کرے اس لیے کہ تخت کے متصل نہالچۂ زردوزی مسند وزارت سے بلند و بالا ہے۔

غرضکہ یہ دونوں امیر خانجہاں کے پاس فیروز آباد آئے اور انھوں نے بادشاہ کا پیغام پہنچایا خانجہاں نے تھوڑی دیر غور کیا اور اُسکے بعد کہا کہ بادشاہ اسی حیلہ سے مسند وزارت مجھ سے لے کر مجھ کو اس عہدہ سے معزول کرنا چاہتا ہے اور ظفر خاں کو وزیر مملکت بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

خانجہاں نے کہا کہ مسند بھی بادشاہ کا عطیہ ہے اور نہالچہ بھی قبلہ عالم ہی کا عطیہ ہوگا لیکن گزارش یہ ہے کہ جس روز سرستی کی حدود میں بندہ نے بادشاہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا ہے اُسی روز بادشاہ نے توقیع وزارت اپنے قلم سے تحریر فرما کر مجھ کو عطا فرمائی بلکہ اس تحریر کو کافی نہ خیال کر کے بہ قسم فرمایا کہ جبتک کہ میں اور میری اولاد حکمراں رہے گی مرتبۂ وزارت تجھ کو اور تیری اولاد ہی کو عطا ہوگا۔

خانجہاں نے توقیع وزارت ملک شاہین کو دیا اور اُس سے کہا کہ تم میری جانب سے بادشاہ سے عرض کرو کہ حضرت شاہ نے جس طرح اسی نوشتہ کو اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا ہے اُسے اپنے ہی ہاتھ سے اس کو چاک بھی فرما دیں اور مسند وزارت ظفر خاں کو عطا فرمائیں۔

غرضکہ ملک شاہین اور ملک سید الحجاب بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور انھوں نے فیروز شاہ سے خانجہاں کا قول نقل کیا۔

بادشاہ نے یہ تقریر سنکر فرمایا کہ معاذ اللہ میرا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ میں خان جہاں کو مسند وزارت سے معزول کروں میرا تو یہ ارادہ تھا کہ خانجہاں کا مرتبہ بلند و بالا کروں لیکن چونکہ اُس کو خود یہ منظور نہیں ہے تو بہتر ہے وہ مسند ہی پر وزارت کے فرائض انجام دے۔

دوسرے روز خانجہاں تمام کوائف و امور کے عرض کرنے کے لئے ساپورہ سے فیروز آباد حاضر ہوا اور بادشاہ نے وزیر سے فرمایا کہ خانجہاں میرا ارادہ یہ تھا کہ تمھارا مرتبہ

بلند و بالا کروں لیکن تم نے اس کے برعکس اپنا عزل خیال کیا۔
خانجہاں نے عرض کیا کہ بندہ اب زیادتی جاہ و مرتبہ کا خواہاں نہیں ہے اگر فدوی بادشاہ کے حکم کے مطابق نہالچہ زر دوزی پر تخت کے متصل دیوان کرے گا تو اگرچہ یہ امر درحقیقت تو میری سرفرازی کا باعث ہوگا لیکن خلقت خدا مجھ کو مسند پر متمکن نہ دیکھ کیا خیال کرے گی اور کیا کہے گی تمام خلقت شہر یہی خیال کرے گی کہ بادشاہ نے اپنے بندہ قدیم خانجہاں کو مسند وزارت سے معزول کر دیا ہے۔
بندہ جو گھنڈی میں دربار کے روبرو مسند وزارت پر بیٹھا ہے اور خلقت خدا مجھ کو دیکھنے آتی اور یہ کہتی ہے کہ خانجہاں بدستور اپنے عہدہ پر برقرار ہے اس لئے بندے کے لئے مسند ہی مناسب ہے نہالچہ زر دوزی ظفر خاں یا کسی اور اہل امیر کو عطا ہو۔
بادشاہ نے خانجہاں کی یہ تقریر سن کر مسکرایا اور خاموش ہو رہا۔
عین الملک کی معزولی کا حال۔ نقل ہے کہ عین الملک کو عین ماہرو کہتے تھے۔
فیروز شاہ اپنے آغاز جلوس میں اشراف ممالک اور دیوان وزارت میں دربار کرتا اور بیٹھتا تاکہ کارہائے ملک کو بخوبی انجام دے۔
عین الملک بیحد دانشمند عالم و کامل و فاضل تھا جو فہم و فراست و عقل و علم و فضل و کمال میں یکتائے زمانہ تھا۔
اس امیر کے فضل و کمال و نیز عقل و دانش کے بابت معتبر حضرات نے مورخ عفیف سے یہ روایت کی ہے کہ سلطان محمد تغلق کے عہد میں عین الملک کے برادران حقیقی سے جرم سرزد ہوا۔
سلطان محمد تغلق نے برادران عین الملک کو مجرم خیال کر کے مصلحت ملکی کی بنا پر خود عین الملک پر بھی فی الجملہ عتاب کیا۔
اس واقعے کے چند روز بعد محمد شاہ نے دربار کیا اور ایک غالیچہ تخت کے متصل بچھوایا محمد تغلق نے اس روز تمام علما و مشائخ و قضاۃ و معارف و بزرگان شہر و نیز تمام خاص و عام کو دربار میں طلب کیا۔
بادشاہ کے حکم کے مطابق تمام اعوان و انصار حاضر ہوئے اور تمام حاضرین آداب شاہی بجالائے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس مجمع میں سے تمام ممتاز اشخاص کو حضور میں حاضر کرو۔
شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور محمد تغلق نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں تم سب سے ایک سوال کرتا ہوں اس کا جواب دو۔
بادشاہ نے کہا کہ فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس ایک بیش بہا موتی و جوہر گراں قدر ہے۔ اتفاق سے یہ گوہر بے بہا گم ہو گیا لیکن حسن اتفاق سے اس شخص نے ایک روز اس گراں بہا جوہر کو نجاست میں افتادہ دیکھا۔
اب سوال یہ ہے کہ یہ شخص اس موتی کو نجاست سے اٹھائے یا نہیں اس موقعہ پر تمام حاضرین نے و تیز ارکان سلطنت نے عرض کیا کہ اس بیش بہا گوہر کو چھوڑ دینا مصلحت نہیں ہے۔
محمد تغلق نے یہ گفتگو کی اور اب اپنی مجمل سوال کی شرح کی اور عین الملک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ گوہر خواجہ عین الملک کی ذات ہے جو اپنے نجاست صفت بھائیوں کے درمیان میں پڑا ہوا تھا اب میں نے اپنے گوہر مقصود کو پا لیا اب اس کا چھوڑ دینا مصلحت نہیں ہے۔
بادشاہ نے یہ فرمایا اور عین الملک کو غالیچہ پر بیٹھنے کا حکم دیا۔
اس حکایت کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ عین الملک اپنے فضل و کمال کے اعتبار سے اس پایہ کا امیر تھا جس کے فضل و کمال کی انتہا نہیں ہے۔
اس امیر نے اکثر کتابیں محمد تغلق و فیروز شاہ کے عہد میں تصنیف کیں منجملہ ان کے ترسل عین الملک ہے جو ہر زبان میں تمام عالم میں مشہور ہے۔
مختصر یہ کہ مولف اب اصل سخن کی طرف رجوع کرتا ہے۔
واضح ہو کہ عین الملک عہد فیروز شاہی میں دار الملک کے اشراف ممالک کے عہدے پر سرفراز تھا۔
یہ امیر عدالت میں بیٹھ کر اپنے فرائض کو بخوبی انجام دینے کی کوشش کرتا تھا اور دیوان وزارت میں سبقت اختیار کرتا تھا لیکن اتفاق سے عین الملک اور خانجہاں کے درمیان طنز آمیز گفتگو ہوتی اور ہر ایک اشارہ و کنایہ میں دوسرے کی عیب جوئی کرتا۔

اس معاملہ نے اس قدر طول کھینچا کہ ہر دو امیر میں بیحد تیز و مخالفانہ گفتگو ہوئی اور ہر فرد اپنی حد سے تجاوز کر کے دوسرے کے حق میں الفاظ بد استعمال کرنے لگا۔

ایک روز خانجہاں نے عین الملک سے غصہ میں کہا کہ مشرف کو کاغذ مفصل سے کیا سروکار اور اس کو کیا حق ہے کہ مقطعہ جات سے حساب مفصل طلب کرے اس لئے کہ مشرف صرف جمع کا ذمہ دار ہے خرچ کی تحقیقات کرنا مستوفی کے فرائض میں داخل ہے۔

عین الملک نے جواب دیا کہ مستوفی کو جمع مفصل کی شکل سے کیا سروکار ہے۔

غرضیکہ ہر دو امیر بحث و مباحثہ کرتے ہوئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور مستوفی و مشرف کے فرائض کے متعلق گفتگو کی۔

اس روز فیروز شاہ نے فرمایا کہ کارکنان معاملات و مقطعہ جات کو ہدایت کی جائے کہ دیوان اشراف میں جمع مفصل و خرچ منتخب اور دیوان استیفا میں خرچ مفصل و جمع منتخب اور دیوان وزارت میں جمع و خرچ مفصل پیش کریں۔

اس حکم سے پیشتر یہ دستور دیوان وزارت سے مخصوص تھا اور تمام سلاطین نے ان ہر سہ شعبہ جات میں یہی مثال جاری رکھی الغرض دونوں صاحبوں کی گفتگو اور مخالفت نے اس درجہ طول کھینچا کہ دشنام اور بدزبانی کی نوبت آگئی۔

بارہا ایسا ہوا کہ خانجہاں نے عین الملک کے روبرو اس کو سخت سست الفاظ سے یاد کیا اور عین الملک نے بلا کسی پاس و لحاظ کے خانجہاں کو پریشان کلمات سنائے۔

اس موقع کے لحاظ سے معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ فیروز شاہ اپنے جاہ و حشم کے ہمراہ دہلی سے شکار کے لئے روانہ ہوا اور خانجہاں و عین الملک بھی بادشاہ کے ہمراہ تھے۔

بادشاہ نے ایک منزل میں قیام کیا اور عین الملک دوپہر کے وقت اپنے فرودگاہ سے روانہ ہو کر خانجہاں کے خیمہ تک آیا اور گھوڑے سے اتر کر خانجہاں کے سراپچہ کے اندر گیا۔

خانجہاں کے مقرب اشخاص نے یہ واقعہ وزیر سے بیان کیا لیکن جب تک کہ خانجہاں اپنے خیمہ سے نکل کر عین الملک کی خاطر و مدارات کرے عین الملک کے ایک حاشیہ نشیں نے اس سے کہا کہ یہ سراپچہ خانجہاں کا ہے۔

اس موقعہ پر عین الملک نے اپنے ملازمین پر غصہ کیا اور کہا کہ اے غافلو جس وقت میں خانجہاں کے سرایچہ کے قریب گھوڑے سے اترا تھا اس وقت تم نے مجھ کو کیوں نہ آگاہ کیا۔
عین الملک نے یہ کہا اور بغیر ملاقات کئے واپس ہوا اور بادشاہ کے قیام گاہ میں داخل ہوا۔
خانجہاں کو معلوم ہوا کہ عین الملک واپس گیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہے۔
خانجہاں بھی سوار ہوکر فیروز شاہ کے حضور میں آیا اور عین الملک کی آمد و بازگشت کی مفصل کیفیت بادشاہ سے بیان کی۔
فیروز شاہ نے عین الملک کو طلب کیا اور اس کو دیکھ کر مسکرایا اور کہا خواجہ عین الدین تمھارا خواجہ جہاں کے سرایچہ میں آنا اور بغیر ملاقات کے واپس جانا بے معنی خیال کیا جا سکتا ہے تمکو لازم تھا کہ خاں جہاں سے ملاقات کرتے۔
عین الملک نے اس موقعہ پر نہایت معنی خیز گفتگو کی اور عرض کیا کہ بندہ خانجہاں کے فرودگاہ پر حاضر نہ ہوا تھا بلکہ بادشاہی سراپردہ میں حاضر ہونے کا ارادہ تھا لیکن چونکہ بادشاہ و وزیر کے ڈیرے میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے سرایچہ لعل و دہلیز و خوابگاہ پیلی و جاہ و حشم شاہ و وزیر ہر دو حضرات کے سرایچے میں موجود ہیں اس لئے مجھ کو دھوکہ ہوا اور میں خانجہاں کے ڈیرے کو شاہی سرایچہ سمجھا عین الملک نے یہ کلمات پریشان کہے اور خانجہاں نے عرض کیا کہ اب بندہ کا ملک میں رہنا بہتر نہیں ہے بلکہ اب مجھ کو ہندوستان سے ہجرت کرکے کعبہ شریف روانہ ہوجانا چاہئے۔
ظاہر ہے کہ اب تک میرے اور حریف کے درمیان میں ملکی و مالی رقابت تھی کسی نہ کسی طرح انگیز کی جا سکتی تھی لیکن اب جبکہ عین الملک فتنہ پرداز نے میری بارگاہ کو شاہی درگاہ کے مساوی قرار دیا ہے تو اس حیلہ سے میری جان کو معرض خطر میں ڈال دیا ہے مجھ کو اسی وقت زاد و راحلہ عنایت ہو تاکہ کعبہ شریف کی راہ لوں۔
فیروز شاہ نے یہ تقریر سنی اور خلوت میں جاکر فریقین کے بابت غور و فکر کرنے لگا۔
مختصر یہ کہ خانجہاں اور عین الملک میں گفتگو بیحد بڑھی اور نزاع حد سے باہر ہوگئی۔
چند روز اسی حالت میں گزرے تھے کہ ایک روز خانجہاں اور عین الملک ہر دو امیر دیوان میں موجود تھے کہ اس اثنا میں خانجہاں نے عین الملک سے کہا کہ اے حرام خوار بدکردار تو نے یہ کیا کہا۔
عین الملک نے بھی خانجہاں کو سختی سے جواب دیا اور سخت و سست کہا۔

فیروز شاہ اس وقت محل خلوت میں تھا کہ خانجہاں اُس وقت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔

فیروز شاہ نے اپنے وفادار وزیر کو پریشان صورت دیکھ کر اُس سے کہا کہ خانجہاں خیر ہے کیوں اس درجہ پریشان ہو اور کیا وجہ ہے کہ بے موقع تم محل میں داخل ہوئے ہو۔

خانجہاں نے یہ تقریر سن کر شکوہ آغاز کیا اور کہا کہ عین الملک نمک حرام نے دیوان میں بیٹھ کر فدوی کو سخت و پریشان الفاظ سے یاد کیا ہے۔

خداوند عالم نے فدوی کو سرفراز فرما کر منصب وزارت عطا کیا ہے اور مسند اعتبار عطا فرمائی ہے اگر کوئی شخص حسد کی بنا پر بندہ کی اہانت کرے تو فدوی کا کیا وقار باقی رہے گا بہتر یہ ہے کہ مسند وزارت عین الملک کو عطا ہو۔

فیروز شاہ نے یہ الفاظ سن کر قدرے غور کیا اور سر اٹھا کر کہا کہ خانجہاں میں نے مسند وزارت تم کو عطا کی ہے اور تمام عملہ دیوان کو تیرا ماتحت مقرر کیا ہے۔

جس شخص کو تو مناسب خیال کرے خدمت پر بحال رکھ اور جس کو تو چاہے خدمت سے معزول کر اگر عین الملک نے تیری اہانت کی ہے تو اُس کو عہدہ اشراف سے برطرف اور کسی دوسرے امیر کو مشرف کی خدمت عطا کر۔

فیروز شاہ نے خانجہاں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور وزیر مذکور بیحد عزت و مسرت کے ساتھ اپنے مکان واپس آیا اور اطمینان سے اپنے فرائض انجام دینے لگا۔

خانجہاں نے شحنہ وزارت کو عین الملک کے پاس روانہ کیا اور اُس کو پیغام دیا کہ تو منصب اشراف سے معزول کیا گیا۔

فیروز شاہ نے عین الملک کے حق میں جو کچھ کیا وہ محض خانجہاں کی عظمت و عزت کے لحاظ سے کیا فیروز شاہ کا معمول تھا کہ جب شکار سے واپس آتا اور شہر میں داخل ہوتا تو خانجہاں بادشاہ کی قدمبوسی کرتا اور فیروز شاہ باوصف اپنی عزت و جاہ و جلال کے گھوڑے سے اتر کر خانجہاں کو آغوش میں لیتا اور پرسش حالات کرتا تھا۔

غرضیکہ خانجہاں کی وفات تک شاہ و وزیر کے درمیان کسی قسم کی غیریت نہ تھی۔

مختصر یہ کہ عین الملک نے عزل کی خبر سنی اور تین روز متواتر دربار میں حاضر نہ ہوا۔

اس مدت کے بعد عین الملک مجراگاہ میں حاضر ہوا اور بادشاہ کو سلام کیا۔

فیروز شاہ نے عین الملک کو اپنے قریب بلایا اور اُس سے کہا کہ عین الملک تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ مخالفت وعداوت میں ملک کے ملک برباد ہوگئے ہیں اور تمام مخلوق پیر وجوان سب ناامید وناامراد ہوئے ہیں چونکہ تقدیر الٰہی سے تمہارے اور خانجہاں کے درمیان مخالفت پیدا ہوگئی ہے اس لئے تمہارا یہاں قیام کرنا مناسب نہیں ہے تم کو ملتان وبھکر وسیوستانی کی صوبہ داری عطا کرتا ہوں اپنی جاگیر جاؤ اور وہاں کا انتظام کرو۔

عین الملک نے یہ فرمان سنا اور بادشاہ کے حضور میں اُس نے بیان کیا کہ بندہ اپنے اقطاع کا انتظام کرے گا لیکن دیوان وزارت میں حساب نہ دے سکے گا البتہ بادشاہ کے حضور میں تمام معاملات کو پیش کرے گا۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ عین الملک میں نے تیری خاطر سے اقطاع ملتان کو دیوانِ وزارت سے خارج کیا تم اس صوبہ میں جو انتظام کروگے وہی قابل قبول خیال کیا جائے گا اور تمہاری تحریرات کافی سمجھی جائے گی۔

غرضکہ عین الملک نے ان شرائط پر ملتان کی صوبہ داری قبول کی۔

اس کے بعد مورخ عفیف نے عین الملک کے بابت ایک ایسی عجیب وغریب روایت سنی ہے جو اس قابل ہے کہ تاریخ کے صفحات میں لکھی جائے یہ حکایت حسب ذیل ہے۔

واضح ہو کہ عین الملک خانجہاں کی وجہ سے اپنے عہدے سے معزول ہوا اور تمام مقرب امرا وعمال اس واقعہ سے خائف ہو کر ایک جگہ جمع ہوئے اور ان امرا نے باہم یہ گفتگو کی کہ آج عین الملک معزول ہوا ہے کل ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔

ان امیروں نے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کئے اور ارادہ کیا کہ خانجہاں کو معزول کر کے اُس کو ذلیل کریں لیکن بادشاہ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ اگر عین الملک موجود ہوتا تو میں اُس سے مشورہ کرتا اس زمانے میں عین الملک ملتان روانہ ہو کر دہلی سے چوبیس کوس کی راہ طے کر چکا تھا۔

بادشاہ نے فرمان روانہ کیا کہ اپنا اسباب وتمام حشم وہیں چھوڑ کر جلد یہاں آجائیے یہاں ہر طرح کی خیریت ہے لیکن ایک امر میں مشورہ کرنا ہے تم جلد پہنچو اور مشورہ میں شریک ہو کر جلد واپس جاؤ عین الملک یہ فرمان پاتے ہی جلد سے جلد دہلی پہنچا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔

فیروز شاہ ان امرا اور عین الملک کے ہمراہ خلوت میں بیٹھا اور ان امرا سے مشورہ

طلب کیا ہر امیر نے اسرار ملکی کے بابت گفتگو کی اور عرض کیا کہ وزیر سلطنت کو اس درجہ با اختیار کرنا مصلحت کے خلاف ہے اُس کے حالات و معاملات سے ہر وقت خبر دار رہنا چاہئیے۔

بادشاہ یہ گفتگو سنکر عین الملک کی طرف متوجہ ہوا کہ اس کے خیالات کا اندازہ کرے اور اس کی تقریر سنے عین الملک نے دیگر امرا کی گفتگو سن کر عرض کیا کہ اس قسم کے خیالات دل میں لانا اور ایسے بدخطرات سے قلب و دماغ کو پریشان کرنا مملکت و سلطنت میں خرابی و فساد پیدا کرتا ہے۔

جو شخص اس قسم کے توہمات میں گرفتار رہے وہ ہرگز ملک کا بہی خواہ نہیں ہے ظاہر ہے کہ خانجہاں بے مثل و یگانۂ روزگار وزیر ہے اُس کو اس مرتبہ سے علٰحدہ کرنے میں خدا جانے کیا حال رونما ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ سلطنت برقرار رہے اور اس امر کا بھی امکان ہے کہ اُس کے معزول کرنے میں بنیاد سلطنت جنبش میں آجائے۔

فیروز شاہ نے عین الملک کی تقریر بیحد پسند کی اور اُسکے بعد امر پیش پا افتادہ میں عین الملک سے مشورہ کیا کہ اس موقعہ پر کیا کرنا چاہئیے اور عین الملک نے عرض کیا اس مشورے اور معاملے سے خانجہاں کو بے خبر نہ رکھنا چاہئیے اور تمام حالات سے اُس کو ضرور آگاہ کر دینا چاہئیے تاکہ اُس کے دل سے ہر طرح کا خوف اسی وقت دور ہو جائے اور وہ اطمینان کے ساتھ امور ملکی کو انجام دے۔

اگر وزیر کے دل میں کسی قسم کا خوف و خطرہ باقی رہے گا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے کو معرض ہلاکت میں دیکھ کر کارہائے سلطنت کو انجام نہ دے سکے گا۔

ممکن ہے کہ وزیر کے اس طرح خوفزدہ ہونے سے معاملات سلطنت برباد و تباہ ہو جائیں بعض اُن اشخاص نے جو خود ان معاملات میں شریک مشورہ تھے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ عین الملک نے بیان کیا کہ خانجہاں کو اسی وقت طلب کرنا چاہئیے۔

بادشاہ نے عین الملک کے مشورہ کے مطابق خانجہاں کو طلب کیا اور خانجہاں شاہی حکم کے مطابق حاضر ہوا۔

فیروز شاہ نے خانجہاں کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور خانجہاں اس مجلس کی تمام مفصل کیفیت سنکر غمگین ہوا۔

بادشاہ نے وزیر کو مغموم دیکھ کر اس کو خلعت خاص عطا کیا اور بیحد اعزاز و اکرام

کے ساتھ واپسی کی اجازت عطا فرمائی۔

خانجہاں بادشاہ کے حضور سے خوش و خرم واپس ہوا اور اس نے عین الملک سے معانقہ کر کے کہا کہ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ تم کو میرے ساتھ اس درجہ محبت ہے میری غلطی تھی کہ میں تم کو اپنا مخالف سمجھ کر تم سے سختی سے پیش آتا تھا۔

اس موقعہ پر عین الملک نے صداقت سے کہا کہ اپنے دل سے یہ گمان دور کرو کہ میں نے جو کچھ بادشاہ سے عرض کیا ہے اُس کی وجہ تمھاری محبت ہے۔

میرے اور تمھارے درمیان عداوت و مخالفت اسی طرح موجود ہے میں نے جو تقریر بادشاہ سے کی ہے اس کا منشا یہ ہے کہ سلطنت و ملک بحال و برقرار ہے اور مملکت میں شور و فساد نہ برپا ہو۔

ہر چند خانجہاں نے کوشش کی کہ عین الملک کو اپنے مکان لے جائے لیکن عین الملک نے خانجہاں کی دعوت قبول نہ کی۔

اُن اصحاب مناصب کا ذکر جو انتظام ملک کے لئے وزیر کے ہمراہ مقرر کئے گئے تھے۔

خانجہاں مسند وزارت پر اجلاس کرتا تھا اور نظام الملک امیر حسین امیر امیران نائب وزیر مسند وزارت کے متصل جانب چپ بیٹھتا تھا اور نائب وزیر کے بعد مشرف ممالک کی جگہ تھی اور مشرف سے فروتر برید ممالک کی نشست تھی، اور وزیر کے جانب راست مستوفی کو جگہ عطا ہوتی تھی۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ مستوفی کی نشست ہمیشہ مشرف سے فروتر ہوتی تھی جس زمانے میں کہ دختر زادہ سلطان محمدؐ کو جو خود بھی محمدؐ کے نام سے موسوم تھا اور جس کے برادر دیگر کا نام مودود تھا فیروز شاہ کے عہد میں استیفا کا عہدہ عطا ہوا اور یہ شخص عزیز الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اس وقت فیروز شاہ نے فرمایا کہ عزیز الملک خدایگان مغفور کا نواسہ ہے یہ شخص مشرف سے فروتر کیوں کر بیٹھے گا اگر میں اس کو مشرف سے بالاتر جگہ عطا کرتا ہوں تو توہین ملوک کے خلاف ہوتا ہے فیروز شاہ نے اُس وقت حکم دیا کہ تمام اصحاب مناصب خانجہاں کے جانب چپ بیٹھیں اور عزیز الملک جانب راست جگہ پائے۔

بادشاہ کے محل بارہ میں دربار کے وقت مستوفی مشرف سے بالاتر استادہ ہوتا تھا اور

ناظر و وقوف معہ تمام امرا کے نائب وزیر کے پس پشت استادہ ہوتے تھے۔

معتبر روات نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ سلاطین قدیم کے دستور و قوانین میں وقوف کا مرتبہ و عہدہ نہ تھا۔

جلال الدین خلجی کے عہد حکومت میں جبکہ مختلف طرح پر دربار کی آراستگی ہوئی تو یہ عہدہ بھی پیدا ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ کا ایک عزیز قریب تھا جو جلال الدین کو امور مملکت میں مشورہ دیا کرتا تھا۔

جلال الدین نے ارادہ کیا کہ اپنے اس عزیز کو دیوان وزارت میں کوئی عہدہ عطا کرے لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ اس محکمہ میں کوئی شغل خالی نہیں ہے اور وزیر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کسی شخص کو معزول کر کے وہ عہدہ اس شخص کو دیا جائے لیکن جلال الدین نے جواب دیا کہ کسی شخص کو بلا قصور برطرف کرنا ہرگز زیبا نہیں ہے۔

وزیر نے یہ دریافت کر کے کہ بادشاہ کی دلی خواہش ہے کہ اس شخص کو دیوان وزارت میں کوئی عہدہ عطا ہو عہدہ وقوف قائم کیا یعنی جس طرح ناظر کا فریضہ ہے کہ تمام عمال سلطنت کے جمع بندی کو جو وہ اشراف کے دفتر میں داخل کریں جانچے اور دیکھے اسی طرح وقوف کا فریضہ یہ ہے کہ وہ تمام مملکت کے خرچ سے آگاہی حاصل کرے۔

غرضیکہ اس شخص کو عہد جلالی میں عہدہ وقوف عطا ہوا اور اسی تاریخ سے اصحاب وزارت میں وقوف و نائب وقوف کے عہدے بھی قائم ہوئے اگر اصحاب دیوان کے عہدہ داروں کی تفصیل معرض تحریر میں آئے تو ایک مستقل دفتر ہو جائے۔

سبحان اللہ جلال الدین کے صاحب فہم و فراست وزیر کا کیا کہنا جس نے اپنی عقل و فہم سے یہ جدید شغل پیدا کیا فیروز شاہ کا وزیر بھی درحقیقت ایسا ہی صاحب فراست و تدبیر تھا۔

خانجہاں کی وفات کا ذکر۔ خانجہاں کی عمر اسی سال کی ہوئی اور ضعیف اور بوڑھا ہو گیا پیرانہ سالی کی وجہ سے اُس کے تمام اعضا کمزور ہو گئے۔

خانجہاں کی وفات کا وقت آگیا اور اس کو بیحد تکلیف ہونے لگی جس شب کہ خانجہاں رحلت کرے گا۔ اس روز نماز جمعہ کے بعد فیروز شاہ شہر سے باہر گیا اور آٹھ کوس پر دریائے جمنا

کے کنارے منزل کی اس تفریح میں مورخ عفیف بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔

مورخ کی موجودگی میں تمام ماہر فن نجومیوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہم کو اپنے فن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض سعد اور بعض نحس ستارے ایک جگہ جمع ہوئے ہیں اور ان کا یہ اجتماع ضرور کسی حادثے کی خبر دیتا ہے۔

چونکہ اسی زمانے میں وزیر مذکور علیل تھا اس لئے بادشاہ دفعتہً سوار ہوا اور اسی روز آخر شب میں خانجہاں نے وفات پائی۔

یہ حادثہ ۷۷۰ھ ہجری ۱۸ سنہ جلوس فیروز شاہی میں ہوا۔

مختصر یہ کہ خانجہاں کی وفات کے بعد تمام خلقت خدا نے اُس کا ماتم کیا اور ہر شخص جو مجلس عیش و نشاط میں مساجد و مقابر میں تعزیت کے لئے جا بیٹھا۔

خانجہاں چونکہ وزیر صاحب تدبیر خدا ترس تھا اس لئے اس درگاہ پر جاہ و حشم بھی موجود رہتا اور ہر وقت رعایا کی بہتری و فلاح کی کوشش بھی کرتا تھا۔

یہ امیر کسی شخص پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کرتا اور اُن کی راحت و آرام کی کوشش میں سرگرم رہتا تھا اگر کوئی مقطع دار ملک میں ظلم کرتا اور مال لے کر آتا تو خانجہاں اُس کے اس اضافہ کو پسند نہ کرتا اور ہر وقت رعایا کی پرورش کرتا اور کارکن گروہ کا ہمیشہ حامی رہتا اور دل و جان سے اُس کے قصور کی پردہ پوشی کرتا اور اگر کسی عامل سے خیانت ظہور میں آتی تو نہایت عمدہ الفاظ میں اس کا حال بادشاہ سے عرض کرتا اور اُس کو شاہی بازپرس و سیاست سے بری کر دیتا تھا غرضیکہ خانجہاں کی وفات سے تمام خلقت خدا نے ماتم کیا حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام آثار اس امیر کی مغفرت کی دلیل ہیں۔

خانجہاں حضرت شیخ نصیر الدین رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا۔

جس روز کہ یہ امیر حضرت شیخ کا مرید ہوا تو پیر و مرشد سے عبادت و طاعت کے لئے عرض کیا اور حضرت شیخ نے فرمایا کہ تم وزیر مملکت ہو تمہاری عبادت یہی ہے کہ حاجتمند دل کی حاجت برآری میں انتہا سے زیادہ کوشش کرو۔

خانجہاں نے مریدان صادق کی طرح بیحد عاجزی کے ساتھ بار دگر التماس کیا اور حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر تم ہمیشہ باوضو رہو تو تمہارے لئے بیحد بہتر ہوگا۔

خانجہاں نے حضرت کے ارشاد پر عمل کیا اور ہمیشہ باوضو رہنے لگا اور اس امر میں

بیحد احتیاط اور سعی کرتا اگر کبھی بالائے مسند ہوتا اور وضو کی حاجت ہوتی تو فوراً مسند سے اٹھتا اور وضو کرتا تھا۔

جب پلنگ پر جاتا اور حریر کے بستر پر آرام کرتا تو پلنگ کے متصل ایک آفتابہ اور ایک طشت رکھا جاتا تھا۔

جس وقت کہ خانجہاں پہلو بدلتا اور بیدار ہوتا تو فوراً پلنگ سے اُترتا اور اسی آفتابہ اور طشت سے وضو کرتا اور پھر آرام کرتا تھا۔

اس امیر کے آئین و معمولات کا یہ بابرکت نتیجہ تھا کہ وفات کے بعد حضرت قطب انام شیخ نظام الدین محبوب الٰہی کے پاس دفن ہوا۔

خانجہاں کے وفات کی خبر بادشاہ تک پہنچی اور فیروز شاہ نے چشم پر آب ہو کر فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد میں بڑے مہمات کے لئے سفر و سواری نہ کروں گا۔

بادشاہ اس وزیر کی وفات پر بیحد رویا اور ہمیشہ اُسے یاد کرتا رہا

یہ تھی عظمت و قبولیت خانجہاں کی علیہ الرحمۃ والغفران۔

خانجہاں بن خانجہاں کی عظمت کا بیان۔

معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ جب خانجہاں بن خانجہاں پیدا ہوا اُس وقت خانجہاں مرحوم ملتان کا جاگیردار تھا اور اپنے صوبہ کے انتظام و حسن معاملات میں جان و دل سے کوشش کرتا تھا۔

اس زمانے میں سلطان محمد تغلق فرمانروائے ملک تھا اور خانجہاں نے بادشاہ کو فرزند پیدا ہونے کا معروضہ روانہ کیا۔

بادشاہ نے فرمان روانہ کیا کہ مولود جوناشہ کے نام سے یاد کیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ خانجہاں دوم جوناشہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

معتبر روایت یہ ہے کہ خانجہاں اول اپنے فرزند کو شیخ رکن الدین نبیرۂ حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گیا اور حضرت شیخ نے فرزند کو دیکھ کر خانجہاں سے فرمایا کہ قوام الملک یہ بچہ بیحد اقبال مند اور تمھارے خاندان کا چشم و چراغ ہوگا۔

اس زمانے میں خانجہاں قوام الملک کے خطاب سے مشہور تھا۔

مختصر یہ کہ خانجہاں مقبول نے وفات پائی اور مراسم تعزیت کو پورا کر کے خانجہاں کے متعلقین بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔

فیروز شاہ نے خانجہاں کی وفات پر بیحد افسوس کیا اور وزیر مرحوم کے تمام محاسن اور نمک حلالی کا دیر تک ذکر کرتا رہا۔

بادشاہ نے خانجہاں مرحوم کے ہر وارث کو نوازش شاہانہ سے سرفراز فرمایا اور جوناشاہ کو خلعت وزارت عطا کر کے اس کو خانجہاں بن خانجہاں کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

غرضکہ خانجہاں دوم بھی مرد دانا و عاقل و صاحب فہم فراست تھا۔

فیروز شاہ اس امیر کو فرمان میں فرزندم کے خطاب و القاب سے یاد کرتا تھا۔

خانجہاں مقبول کی وفات کے بعد خانجہاں دوم نے شش سال کامل فیروز شاہ کی وزارت کی اس امیر کی ہر رائے بادشاہ کے مزاج کے موافق ہوتی تھی اور بادشاہ وزیر کی رائے کے موافق کام کرتا تھا اور اس کی موجودگی میں بادشاہ کسی دوسرے امیر سے ہم کلام نہ ہوتا تھا بادشاہ جب سیر و شکار سے واپس ہو کر دہلی کے نواح میں داخل ہوتا اور خانجہاں دوم بادشاہ کے استقبال کو حاضر ہوتا تو بادشاہ اس امیر سے بھی خانجہاں مقبول کا برتاؤ کرتا اور مرحمت شاہانہ کے لحاظ سے گھوڑے سے اترتا اور خانجہاں سے معانقہ کر کے اُس سے پرسشِ احوال کرتا۔

خانجہاں مقبول مقطعہ جات سے رقم خدمتی وصول کرتا اور اُس سے بادشاہ کو آگاہ کر دیتا تھا لیکن خانجہاں دوم ایک دانگ و درم بھی مقطعہ جات یا کسی دوسرے اشخاص سے وصول نہیں کرتا بلکہ مثل دیگر وزرا کے ہر سال مبلغ چار لاکھ تنگے رقم خدمتی بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے تمام مہمات سلطنت خانجہاں کے قبضۂ اقتدار میں دیدیا تھا لیکن تقدیر سے سلطان فیروز کے آخر عہد میں شاہزادہ محمد خاں جو بعد کو سلطان محمد کے نام سے بادشاہ ہوا اور خانجہاں کے درمیان عداوت و مخالفت پیدا ہو گئی جس کو خدا کی مشیت الٰہی بھی کہہ سکتے ہیں اور حاسدوں کی فتنہ پردازی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

اس مخالفت نے ملک و اہل ملک کو تباہ و برباد کیا اور شہر دہلی کو زیر و زبر کر کے مملکت میں طائف الملوکی پیدا کر دی جس نے ہر شخص کو ایسا بے سر و پا کر دیا کہ ان غریبوں کے مصائب و اضطرار کی داستان حد بیان سے گزر گئی۔

اس فصول اور افسانوں کی شرح کسی مورخ نے بیان نہیں کی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ آخر کار شہر کی مخلوق ہر خاص و عام مغلوں کی تاخت و تاراج کا شکار ہوئی۔
مولف خانجہاں اور شہزادہ محمدؐ کی مخالفت کا مفصل حال سلطان محمد کے حالات
میں ہدیہ ناظرین کر چکا ہے

آٹھواں مقدمہ

ملک نائب باربک کی عظمت و بزرگی کا ذکر

نقل ہے کہ ملک نائب باربک فیروز شاہ کا علاقی برادر اور ابراہیم کے نام سے
موسوم تھا۔
یہ امیر بادشاہ کا مخلص و ہمدرد تھا اور بادشاہ بھی برادر وفادار کو بیحد عزیز رکھتا تھا
اور نائب باربک کی اولاد کو اپنی اولاد خیال کرتا تھا۔
اسی زمانے میں اُس کے خیل کو سیاہ کہتے تھے اور تمام خیلہائے ملک سے
بالاتر اُس کو قسم کرتے تھے۔
فیروز شاہ نے نائب باربک کے ہر فرزند کو خطاب خانی عطا کیا تھا اور اپنی نوازش
و مہربانی سے ان کی عزت و وقعت کو دو بالا کر دیا تھا۔
نائب باربک کا ایک فرزند خیل خاں (خلیجا ناں) کے خطاب سے مشہور تھا اور
فرزند دوم و سوم نصرت خاں و عمر خاں کے خطابات سے یاد کئے جاتے تھے۔
بادشاہ نے اپنی عنایت و مہربانی سے ملک نائب کو چھ عدد ہاتھی عطا کئے تھے یہ
جانور بادشاہ نے وجہ بارگیری میں عطا کئے تھے اور جس وقت کہ ملک نائب بادشاہ کے قصر
میں حاضر ہوتا تو ملک نائب کے آگے آگے یہ جانور بھی رہتے تھے۔
فیروز شاہ اور ملک نائب میں اس درجہ محبت تھی کہ ملک نائب اُس وقت کھانا
کھاتا تھا جب اُس کو یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ فیروز شاہ غذا تناول کر چکا ہے۔
اگر فیروز شاہ کسی روز نفل روزہ کی نیت کر لیتا تو ملک نائب بھی بادشاہ کی تقلید میں

صوم سے ہوتا تھا اس محبت نے اس درجہ شدت اختیار کی کہ ملک نائب برگ تنبول کھانے میں بھی بادشاہ کا اتباع کرتا تھا اور جب ملک نائب کو یہ خبر پہنچتی کہ خداوند عالم نے اس وقت برگ تنبول نوش فرمایا ہے تو ملک نائب بھی اُس وقت پان کھاتا تھا۔
اگر کبھی کسی مرض و شکایت کی وجہ سے بادشاہ فاقہ کرتا تو ملک نائب بھی اس روز غذا نہ کھاتا تھا۔

سبحان اللہ کیا محبت تھی جس کی نظیر بہت کم دیکھی اور سنی گئی ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ ارباب ارادت کو جو محبت اپنے مرشدین سے ہوتی ہے اُس کے اسرار و لذت کو بیان کرنا بیحد مشکل ہے۔

ہر مرید پر واجب ہے کہ پیر و مرشد سے اسی طرح محبت کرے۔
چونکہ ملک نائب کو فیروز شاہ کے ساتھ اس درجہ محبت تھی اس لئے ان کے درمیان سے دوئی قطعاً اٹھ گئی اور قطعاً یگانگت و اتحاد پیدا ہو گیا۔
اگر مرید لقمہ و لباس میں پیر کے ساتھ اس قسم کی محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے خود مرید کی محبت بھی پیر کے دل میں پیدا فرماتا ہے۔

ملک نائب کی خیر خواہی و نیک خلقی کا ذکر

نقل ہے کہ فیروز شاہ اپنے آخر عہد میں شکار کے لئے سوار ہوتا اور ملک نائب بادشاہ کی عدم موجودگی میں شہر میں مقیم رہتا۔
ملک نائب کوشک کے اندر قیام کرتا تھا اور اگرچہ خانجہاں ہمیشہ نائب غیبت ہوتا اور امور مالی و ملکی میں بیحد کوشش کرتا تھا لیکن با ایں ہمہ فیروز شاہ ملک نائب کو بھی شہر میں رہنے کا حکم دیتا تھا۔
وزیر مذکور و ملک نائب ہر دو شہر میں قیام کرتے اور باہم بیحد خلوص و محبت کا اظہار کرتے تھے جب خانجہاں محل شاہی میں آتا تا کہ جو گھنڈی وزارت میں دیوان داری کرے تو اول کوشک کے اندر جاتا اور ملک نائب کو سلام کرتا تھا۔
اس زمانے میں ملک مذکور کوشک میانہ میں قیام کرتا تھا۔

خانجہاں، ملک نائب کے پاس آتا اور ملک مذکور وزیر کی بیحد تعظیم و توقیر کرتا تھا اور چند قدم اُس کا استقبال کر کے اس طرح بیحد تواضع کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتا تھا۔
خانجہاں بھی تواضع و تعظیم کر کے واپس ہوتا اور باہر آکر مسند وزارت پر بیٹھتا تھا اور ملک نائب باربک بھی کوشک سیانہ کے صحن میں اجلاس کرتا تھا۔
اس موقعہ پر نیغداروں کا گروہ ملک مذکور کے سامنے پیش ہوتا تھا اور یہ افراد صف بستہ استادہ ہوتے تھے۔
ملک مذکور ان کو بیٹھنے کا حکم دیتا اور جو شخص جہاں کھڑا ہوتا تھا وہیں بیٹھ جاتا تھا۔
ملک مذکور کے حکم سے روزآنہ شام کو سالن اور روٹی پکائی جاتی اور تمام نوبتیوں کو تقسیم ہوتی تھی۔
غرضکہ یہ تمام واقعات ملک مذکور کی نیک نیتی کے دلائل ہیں۔
محل بارہ میں ملک مذکور کبھی تو قصر جھجہ چوبین کے سامنے استادہ ہوتا تھا اور کبھی پیش در کھڑا ہوتا تھا لیکن باوجود اس عظمت و شاہی کے کسی شخص کو سخت آواز سے نہ پکارتا تھا۔

ملک نائب کا اپنے عمال سے محاسبہ کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے ملک نائب کو بیشمار شہر بطور جاگیر عطا فرمائے تھے اور ملک نائب نے ان مقامات پر اپنے خاص مقطعدار مقرر کئے تھے۔
اگر کوئی مقطعدار حاضر ہوتا تو ملک مذکور اپنے خیلخانہ کے عہدہ داروں کو حکم دیتا کہ اس مقطعدار سے حساب لیں۔
عمال حکم کی تعمیل کرتے اور اگر مقطعدار کے ذمہ رقم واجب الادا نکلتی تو ملک نائب حکم دیتا کہ اس شخص کے سر سے دستار اتار لی جائے۔
مال کم ہوتا یا زیادہ یہاں تک کہ اگر ایک لاکھ تنکہ کی رقم بھی باقی ہوتی جب بھی یہ امیر یہی کہتا تھا کہ اس شخص کے سر سے دستار اتار لو۔
اُس زمانے میں یہ جملہ عام طور پر رائج تھا یہاں تک کہ کمسن لڑکے طفلانہ بازی میں بھی اپنے حریف سے یہی کہتے تھے کہ میں تیرے سر سے دستار اُتار لونگا۔

ملک مذکور بھی یہ جملہ ادا کرتا اور کہتا کہ دستار سے انسان کے سر کی عزت ہے اگر دستار سر سے اُتر گئی تو یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کا سر قلم ہو گیا۔
ملک مذکور اس طرح اس شخص کی اہانت کرتا اور اس کی دستار اپنے کارکن کے حوالے کر دیتا۔

اس واقعہ کے بعد یہ مقطعدار جب کبھی کہ ملک نائب کے روبرو آتا تو برہنہ سر آتا اور ملک مذکور اُس کو اس حال میں دیکھ کر نگاہ نیچی کر لیتا اور کہتا کہ یہ مرد کس درجہ بے شرم ہے اس کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب اس کے سر سے پگڑی اُتر گئی تو اس کی کیا عزت باقی رہی۔

جب یہ مقطعدار چند بار اسی طرح ملک مذکور کے روبرو آتا تو ملک نائب اپنے ملازمین کو حکم دیتا کہ اس شخص کی دستار اُس کو واپس کر دیں اور بقیہ رقم میں جس قدر ممکن ہو اُس سے واپس لیں اور بقایا میں جو نہ وصول ہو اس کو معاف کر دیں۔
ظاہر ہے کہ یہ امور ملک مذکور کی پاکیزہ نفسی پر دلالت کرتے ہیں۔

ملک باربک کے خیر اور اُسکی اسلام پرستی کا ذکر

نقل ہے کہ ایک مرتبہ نہایت عمدہ کپڑا ملک مذکور کے روبرو پیش کیا گیا ملک نائب کو یہ جامہ بیحد پسند آیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کپڑے کا خود اس کا لباس تیار کریں لیکن خیاط نے اندازہ کرنے کے بعد عرض کیا کہ کپڑا کم ہے اور امیر کا لباس اس میں تیار نہیں ہو سکتا۔
امیر مذکور نے جواب دیا کہ پیراہن نہیں ہو سکتا تو یکتا جامہ تیار کریں ظاہر ہے کہ جب پیراہن نہ ہو سکا تو یکتا کیونکر تیار ہو گا اس لئے کہ یکتا میں پیراہن سے زیادہ کپڑا خرچ ہوتا ہے۔

ملک نائب کی خیر طلب فطرت کا یہ حال تھا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ بیشتر اہل جنت بھولے ہوں گے
اس ارشاد مبارک کے بموجب ملک نائب بھی اسی گروہ میں داخل تھا۔
دوسری صفت خیر اس امیر کی یہ تھی کہ ملک باربک وجہ معاش میں ایک دانگ

بھی زیادہ نہ طلب کرتا تھا بلکہ اگر اس کا کوئی خیر اندیش درماندہ و لاچار ہو جاتا تو ملک نائب اس امیر کو اپنے صرف خاص سے رقم عطا کرتا تھا۔

سچ ہے کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں اس طرح کے پاک طینت حضرات بقید حیات تھے صرف یہی ایک امیر ایسا نہ تھا جو اس عظمت و شان کا ہو بلکہ تمام امرائے دولت ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے فائق و عالی مرتبہ نظر آتے تھے۔

ملک نائب نے فیروز شاہ سے قبل وفات پائی لیکن جب تک زندہ رہا بادشاہ کی ہواخواہی و خیر اندیشی میں ثابت قدم رہا۔

یہ امیر نے نہ کسی شخص کی بادشاہ سے شکایت کی اور نہ خاص و عام کسی فرد کو کبھی نقصان و آزار پہنچایا سبحان اللہ عہد فیروز شاہی کے برکات کا اندازہ ہو سکتا ہے جس میں اس طرح کے باحشمت و باعزت وقت بزرگان اولیا صفت برسرکار تھے۔

نواں مقدمہ

ملک ملوک الشرق عماد الملک شبیر سلطانی کی غفلت کا ذکر

نقل ہے کہ عماد الملک کا اصل نام شبیر تھا اور یہ شخص ہمیشہ بادشاہ کا بہی خواہ و اطاعت گزار رہا۔

اس کی اصل کے مطابق روایات مختلف ہیں بعض اشخاص کا بیان ہے کہ عماد الملک فیروز شاہ کی والدہ کو جہیز میں ملا تھا۔ جب سپہ سالار رجب نے بادشاہ کی ماں سے عقد کیا تو شاہ کی والدہ کے پدر گرامی نے عماد الملک کو اپنی دختر کے جہیز میں دیا۔

بعض اشخاص روایت کرتے ہیں کہ بادشاہ کی والدہ کو بیشمار جہیز ملا تھا چند روز کے بعد بادشاہ کے والد ماجد نے اس جہیز کا ایک حصہ فروخت کر کے عماد الملک کو خرید کیا۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے جلوس کے بعد سلطان قطب الدین کی دختر سے جو بحد حسین و جمیل و نیز دیگر محاسن سے آراستہ تھی عقد کیا اور عماد الملک

اسی بیگم کا غلام تھا۔

بیگم نے عقد کے بعد عماد الملک کو بادشاہ کو بخش دیا۔

مختصر یہ کہ عماد الملک ہر روایت کے مطابق فیروز شاہ کا خاص ذاتی غلام تھا اور اُس کو بیت المال سے تعلق نہ تھا۔

غرضکہ عماد الملک فیروز شاہ کو میراث میں ملا تھا اور بادشاہ کا ذاتی مملوک تھا۔

عماد الملک فیروز شاہ کا قدیم بندہ اور دیرینہ غلام تھا اور سب سے قبل جو شخص عماد الملک فیروز شاہ کی ملک میں داخل ہوا عماد الملک تھا اور فیروز شاہ کی تخت نشینی کے بعد سب سے پیشتر جس شخص کو عہدہ ملا وہ عماد الملک تھا جیسا کہ مورخ عفیف جلوس فیروز شاہی کے مقدمہ میں ہدیۂ ناظرین کر چکا ہے۔

غرضکہ عماد الملک بیحد عاقل و دانا و یگانۂ روزگار غلام تھا جو ہمیشہ بادشاہ کی خیر خواہی کا دم بھرتا رہا اور فیروز شاہ اپنے اس غلام سے ہمیشہ اسرار ملکی بیان کرتا اور عماد الملک جواب باصواب ادا کرتا تھا جو ہمیشہ فیروز شاہ کو پسند آتے تھے۔

عماد الملک کے تقرب کا یہ حال تھا کہ محل و غیر محل ہر موقع پر بادشاہ کے پاس جاتا تھا اور ہر قسم کی گفتگو کرتا تھا۔

عماد الملک جس شخص کو چاہتا تھا جاگیر دلوا دیتا تھا اور جس شخص کا بادشاہ کے روبرو ذکر کرتا اُس کا نام لیتے ہی فیروز شاہ اُس شخص کو بغیر کسی پس و پیش کے جاگیر یا پرگنہ عطا کرتا تھا۔

جس شخص کو عماد الملک اُس کو عہدہ سے معزول کرانا چاہتا تو اس کا نام زبان سے لیتے ہی فیروز شاہ اس شخص کو معزول کر دیتا۔

عماد الملک پانچ ہزار جرار سواروں اور نامدار پہلوانوں کا مالک تھا اور اکثر خانان و ملوک بادشاہی حکم کے مطابق اُس کے لشکر میں داخل اور اطاعت گزار تھے۔

بیشمار پرگنے اور جاگیریں عماد الملک کے بہی خواہوں کے لئے مقرر تھیں اور عماد الملک فیروز شاہی فوج کا افسر تھا اور اپنے خشم و فوج کی بہتری کے لئے بیشمار کوشش کرتا تھا۔

یہ شخص کسی فرد پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا تھا اور کسی وقت کسی شخص کی شکایت بھی بادشاہ سے نہیں کی اور ہمیشہ اپنے لشکر کو تازہ دم رکھا۔

سبحان اللہ عہد فیروز شاہی کیا مبارک زمانہ تھا جس میں تمام خانان و ملوک نیک بخت

خوش خلق و صاحب امانت ہے اور ہمیشہ خلقت خدا کو فائدہ و آرام پہنچانے مصروف رہتے تھے اور یہ تمام امانت و دیانت کا سرچشمہ خود بادشاہ کی ذات تھی جس نے تمام ملوک و امرا کو خود شاہ کی صفات میں رنگ دیا تھا

ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں جو روش بادشاہ زمانہ اختیار کرتا ہے اور جس رنگ میں بادشاہ جلوہ گری کرتا ہے تمام رعایا اُسی رنگ میں رنگی ہوئی نظر آتی ہے اور اُسی روش پر گام زن ہوتی ہے چونکہ فیروز شاہ نے حلم و جود وسخا کو اپنا شعار بنایا اس لئے اُس کے عہد حکومت میں تمام ارکان دولت اعوان سلطنت علم و کرم کی مجسم تصویریں بن گئے۔

اب مورخ عفیف عماد الملک شبیر سلطانی روش زندگی کا ذکر کرتا ہے۔

عماد الملک کے مال و متاع کا افسانہ یہ ہے کہ یہ امیر بیشمار دولت و مال کا مالک تھا جس کا ہزار ہا روپیہ اندازہ کیا جاتا ہے۔

معتبر اشخاص نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ عماد الملک کی دولت نقد رکھنے کے لئے ٹاٹ کے تھیلوں کی ضرورت ہوئی اور اُسی زمانہ میں ایسے ایک تھیلے کی قیمت چار جیتل مقرر تھی۔

ان تھیلوں کے خریدنے میں دو ہزار پانچ سو تنگے صرف ہوئے۔

مقصد اس روایت سے یہ ہے کہ اس امیر کے پاس اس قدر رقم نقد موجود تھی جس کے رکھنے کے لئے دو ہزار پانچ سو روپیہ کے تھیلوں کی ضرورت پیش آئی۔

عماد الملک کے عمال نے اپنے آقا کے روبرو حساب پیش کیا اور عماد الملک نے یہ دیکھ کر دو ہزار پانچ سو تنگے تھیلوں کی خریداری میں صرف ہوئے ہیں اپنے عمال سے کہا کہ مال جمع کرنے کی حد سے گزر گیا اب اس کی صورت یہ ہے کہ کنویں کھدوائے جائیں اور اُن میں یہ خزانہ جمع کیا جائے چنانچہ بعد میں ایسا ہی کیا گیا۔

واضح ہو کہ خود بادشاہ کے خزانہ میں مقداری مال موجود رہتا تھا اور اُس کی وجہ یہ تھی کہ فیروز شاہ نے تمام ملک امرا و ملوک کو تقسیم کر دیا تھا اور مال مقرر ہر سال بیت المال پہنچتا تھا۔

غرضکہ عماد الملک کا خزانہ بیحد معمور تھا اور باوجود اس کے ہمیشہ مال جمع کرنے میں کوشاں رہتا تھا سلطان محمد کے عہد حکومت میں جو شور و فساد برپا ہوا وہ اسی مال کے لئے تھا جیسا کہ مورخ عفیف سلطان محمد کے ذکر میں مفصل معرض تحریر میں لائے گا۔

مختصر یہ کہ عماد الملک شبیر بے حد کثیر مال کا مالک تھا اور اسی طرح اکثر خانان و ملوک عہد فیروز شاہی بے حد مالدار تھے لیکن عماد الملک کے مقابلے میں کسی امیر کے مال و متاع کے کچھ وقعت نہ تھی بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ عہد و زمانے میں کسی خان و ملک خزانہ میں اس قدر مال و متاع نہ تھا۔

فیروز شاہ کا عماد الملک کے خزینہ کا جائزہ لے کر دو کرور مال خود لے لینا۔

نقل ہے کہ عماد الملک کے خزانہ میں تیرہ کرور مال جمع تھا اور باوجود اس کے یہ امیر مال جمع کرنے کی فکر میں سرگرداں رہتا تھا۔

عماد الملک راپری کا جاگیردار تھا اور اپنی جاگیر کے دولت و بہتر بنانے کی کوشش میں سرگرم رہتا تھا۔

عماد الملک کے خوف سے دیوان وزارت کے عمال ملک مذکور کے اقطاعات کے محاسبہ میں جمع کرتے تھے۔

چند سال کے بعد محاسبہ کیا گیا اور ایک معتد بہ رقم اس امیر کے ذمہ واجب الادا قرار پائی۔

دیوان وزارت نے بادشاہ کو حقیقت واقعی سے آگاہ کیا اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ شبیر کے اور میرے مال میں کوئی فرق نہیں ہے۔

عماد الملک کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے معروضہ پہ جواب دیا اور اس لئے فیروز شاہ کے حضور میں اپنے مال و متاع کی ایک فہرست پیش کی۔

بادشاہ نے وہ فہرست ملاحظہ فرما کر زبان سے کچھ نہ فرمایا اور کاغذ عماد الملک کو واپس کر دیا دوسرے روز صبح کو بادشاہ محل بارہ میں تشریف فرما ہوا اور عماد الملک نے ایک کروڑ کا مال تھیلوں میں بھر کر بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ شبیر تو کیا لایا ہے اور عماد الملک نے عرض کیا بندہ درگاہ ملازمین حضرت کے لئے رقم علوفہ لے کر حاضر ہوا ہے۔

ہر چند بادشاہ نے اس مال کے لینے سے انکار کیا لیکن عماد الملک کے اصرار و عاجزانہ معروضہ پر آخر میں مجبور ہو کر فرمایا کہ شبیر کی تمام املاک میری ملک خاص ہے یہ ایک کروڑ کی رقم خزانہ سلطنت میں نہ داخل کی جائے بلکہ مقبول عطروار کے سپرد کر دی جائے۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور یہ رقم مقبول عطردار کو دیدی گئی۔
جس وقت بادشاہ کے سیر و شکار کے اخراجات میں کمی ہوتی تھی تو خانجہاں اس رقم میں سے حسب ضرورت روپیہ بادشاہ کے حکم سے لے لیتا اور بعد کو جب اقطاعات میں سے رقم وصول ہوتی تو مقبول عطردار کو قرض ادا کر دیتا تھا۔
جب تک کہ فیروز شاہ بقید حیات رہا اس ایک کرور مال میں سے ایک حبہ بھی صرف نہ ہوا۔

عماد الملک و خانجہاں کے تعلقات

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے آخر عہد حکومت میں عماد الملک ضعیف و کمزور ہو گیا تھا۔
اس امیر کے تمام اعضا میں فتور واقع ہو گیا اس لئے اس زمانے میں جب بادشاہ سیر کے لئے جاتا تو عماد الملک کو شہر میں چھوڑ جاتا تھا اور ملک مذکور بعض اوقات فیروز آباد کے کوشک میں قیام کرتا تھا اور زیادہ تر اپنے خاص مکان میں زندگی بسر کرتا تھا۔
عماد الملک کے برآمد ہوتے ہی خانجہاں اگرچہ مسند ہی پر بیٹھا ہوتا سرو قد تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا اور بحد تعظیم و توقیر کرتا تھا اور عماد الملک کی حاجت برآری میں ذرہ برابر بھی تاخیر نہ کرتا تھا۔
عماد الملک بھی خانجہاں کی بحد تعظیم و توقیر کرتا اور اس کے ہاتھ پر تکیہ کر کے لطف و محبت کی باتیں کرتا تھا۔
فیروز آباد میں عماد الملک و خانجہاں کے مکانات باہم متصل تھے اور خانجہاں کا گزر ہمیشہ عماد الملک کے در سے ہوتا تھا۔
جس وقت خانجہاں وزارت کے لوازمہ کے ساتھ سوار ہوتا تو قبل اس کے کہ عماد الملک دروازے کے سامنے پہنچے اپنے ملازمین سے کہتا کہ عماد الملک کے دروازے کے روبرو ڈھول اور شہنا نہ بجائیں ممکن ہے یہ امر عماد الملک کو ناگوار ہو۔
اعیاد کے زمانے میں خانجہاں بادشاہ کی عدم موجودگی میں اپنے مکان سے سوار ہوتا اور عماد الملک کے مکان پر پہنچکر کھڑا ہو جاتا۔

عماد الملک اپنے مکان سے باہر آتا اور ہر دو امیر مہر و محبت کی گفتگو کرتے ہوئے عیدگاہ کو جاتے تھے اس موقعے پر خانجہاں عماد الملک کا پاس و لحاظ کرتا اور اپنے سر سے چتر کو دور کر دیتا تھا اور باوجودیکہ بیشمار ارباب حشم خانجہاں کے ہمراہ ہوتے تھے لیکن یہ امیر بجز عماد الملک اور کسی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔

غلاموں کے آزاد کرنے کا ذکر

نقل ہے کہ عماد الملک جب بوڑھا ہوا اور اس کے تمام اعضا ضعیف ہوگئے تو اُس نے سب سے پیشتر فیروز شاہ سے اپنی آزادی کا پروانہ لکھوایا اور اُس کے بعد اپنے زرخرید چار ہزار غلاموں کو جو عیالدار تھے آزاد کیا اور ہر عیالدار غلام کو اس کے ضروریات زندگی کے مال و دولت عطا کی تاکہ یہ اشخاص معاش کی وجہ سے پریشان خاطر نہ ہوں۔

اس واقعے کے قلیل مدت کے بعد خانجہاں نے وفات پائی۔

سبحان اللہ جس طرح سلطان محمد کے امرا و ملوک نے بادشاہ مرحوم کی زندگی میں سفر آخرت کیا اسی طرح فیروز شاہ کے تمام اعیان سلطنت وہوا خواہ امرا نے بادشاہ کی جناب میں رحلت کی اور ان تمام امرا کی وفات کے بعد خود بادشاہ نے روضہ جنت کی راہ لی۔

عماد الملک نے وفات پائی اور بادشاہ نے یہ فرماکر کہ "بشیر کا مال میرا مال ہے" اُس کے اندوختہ بارہ کرور میں سے نو کرور کی رقم خود لی اور تین کرور میں اُس کے فرزند ملک اسحاق اور اُس کے داماد وں اور فرزندان متبنیٰ اور غلاموں کو عطا فرمائی۔

ملک اسحاق خود بے حد دولت مند تھا اور اپنے والد کے خزانے کا محتاج نہ تھا۔

اس امیر کے خزانے میں علاوہ دیگر رقوم کے چار ہزار قبائے زردوزی دو ہزار بند سفید و بند زر کمر موجود تھے سبحان اللہ ان امرا نے اس قدر مال جایز و ناجایز ہر طریقے پر جمع کیا اور چھوڑ کر آخرت کا سفر کیا جہاں ان کو اسی مال کا حساب دینا ہوگا۔

جن حضرات نے کہ دنیا کی جانب میل نہ کیا اگر بہ ضرورت کچھ اندوختہ بھی کر سکتے تو اُس کو دوسروں کے لئے وقف کر دیا۔

عماد الملک کی وفات کے بعد اس کے فرزند ملک اسحاق کو عہدہ و خطاب عماد الملک

عطا ہوا۔

ملک سید الحجاب کی مصاحبت کا ذکر

نقل ہے کہ ملک سید الحجاب کا اصل نام معروف تھا اور یہ امیر اور اس کا پدر ہر دو افراد حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ جس روز سید الحجاب پیدا ہوا اُس کا پدر اُسی روز اس کو لے کر حضرت محبوب الٰہی کے حضور میں حاضر ہوا۔

جناب شیخ اس وقت وضو فرما رہے تھے اور سید الحجاب پر نظر ڈالتے ہی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ وحید اس معروف دو جہاں و مشہور عالم و عالمیان کو اور قریب لے آؤ۔

حضرت کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جناب شیخ نے از راہ شفقت قدرے آب وضو اس فرزند کے منہ میں ڈالا۔

خواجہ وحید کا منشا یہ تھا کہ حضرت شیخ مولود کا نام رکھیں چونکہ جناب شیخ کی زبان مبارک سے لفظ معروف نکلا اس خواجہ وحید نے مولود کو اسی نام سے موسوم کیا۔

مختصر یہ کہ ملک مذکور بیحد متقی و مرد صالح و دیانت دار تھا۔

اس امیر نے معمولی افراد کی طرح خانہ کعبہ کا حج کیا اور ہمیشہ مثل عقلائے عالم کے مہمات کو طے کرتا تھا۔

یہ امیر عقل و فراست و فضل و کمال میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اور ہمیشہ دربار شاہی کا بہترین رکن رہا۔

یہ شخص سلطان محمد کے عہد میں عماد الملک کا پیشوا تھا اور عہد فیروز شاہی میں اس کو سید الحجاب کا خطاب عطا ہوا اور یہ شخص بیحد معزز و مکرم ہو گیا اور ہمیشہ بادشاہ کا ندیم رہا۔

فیروز شاہ باوجود اس عقل و دانش سے کارہائے مملکت میں سید الحجاب سے مشورہ کرتا تھا۔

اگر اس امیر سے بادشاہ کسی وجہ سے ناراض ہوتا اور چند روز اپنے حضور میں نہ حاضر ہونے دیتا تو ملک مذکور ہر دو وقت درگاہ سلطانی میں بلا ناغہ حاضر ہوتا۔

دو تین روز کے بعد بادشاہ اس کو یاد کرتا اور یہ فرماتا کہ میری گفتگو اور میرے کلام کے رمز و اشارات سوا معروف کے دوسرا شخص نہیں سمجھ سکتا۔

سبحان اللہ اس امیر کی خیر پرستی کا کیا کہنا جس نے بیشمار اشخاص کو بادشاہ کے پنجہ غضب سے رہائی دلوائی اور اکثر افراد کو اپنی فراست و عقل سے معاش دلوادی۔

جب کبھی کہ بادشاہ کسی شخص پر ناراض ہوتا اور اُس کو برے الفاظ سے یاد کرتا تو سید الحجاب حتی الامکان اس شخص کے حق میں کلمات نیک کہتا اور اگر اس کو کسی طریقے پر معلوم ہو جاتا کہ بادشاہ اس شخص سے راضی نہ ہوگا تو اگر یہ امیر کلمہ خیر نہ کہہ سکتا تو نہایت ہوشیاری کے ساتھ خاموش رہتا تھا۔

شہر کی تمام خلقت اس امیر کی ممنون احسان تھی۔

اگر ملک مذکور کسی شخص کا ذکر کرنا چاہتا تو عمدہ حیلے و بہانے سے کرتا اور اُس شخص کو سرفراز کرتا اور اُس کی حاجت برآری کر دیتا تھا۔

معتبر روایت ہے کہ ایک روز ایک بے نوا فقیر جو بے روزگار تھا ملک مذکور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سید الحجاب سے اپنے درد دل کو بیان کیا۔

اس بے نوا نے عرض کیا کہ میں چند دختروں کا باپ ہوں لیکن نادار و مفلس ہوں میرے پاس روپیہ نہیں ہے کہ اُن کے کار خیر سے سبکدوش ہوں خدا و رسول کے لئے میری دستگیری فرمائیں تاکہ میں اس بار سے نجات حاصل کروں۔

ملک سید الحجاب نے کہا کہ تم پانچ سیر گندم پاک و صاف کرلو اور اپنی دستار میں لے کر بادشاہ کی جگہ کل کھڑے رہو اور خدا کی عنایت و مہربانی کے امیدوار رہو کہ وہ تمہارے حق میں کیا حکم صادر فرماتا ہے۔

اس فقیر نے ایسا ہی کیا اور فیروز شاہ کی سواری کے وقت گندم ہاتھ میں لیکر کھڑا ہوا۔

ملک مذکور کی نظر اس فقیر پر پڑی اور فوراً اس فقیر کی طرف دوڑا اور گندم اُس کے ہاتھ سے لے کر بادشاہ کے حضور میں پیش کئے اور عرض کیا کہ یہ فقیر کہتا ہے کہ میں اس گیہوں کے ہر دانہ پر ایک بار سورہ اخلاص دم کیا ہے اور یہ گندم بادشاہ کے لئے لیکر حاضر ہوا ہوں۔

بادشاہ نے اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر جو اس کو فقرا سے حاصل ہے اور ہمیشہ ان کو اپنا پشت پناہ خیال کرتا ہے سید الحجاب کے ہاتھ سے گندم لئے اور ان کو آنکھوں سے لگا کر حکم دیا کہ

یہ گندم ہمارے مطبخ میں پہنچا دئے جائیں تاکہ ان سے میرے کھانے کے لئے چپاتیاں پکائی جائیں۔
اس موقعے پر ملک مذکور نے عرض کیا کہ یہ شخص چند بیٹوں کا باپ ہے اور اس کے پاس
کچھ نہیں ہے۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کے عشور وزکوٰۃ میں سے ایک تنگہ روزآنہ اس شخص کے لئے مقرر
کیا جائے غرضکہ سید الحجاب اس صفات کا امیر تھا کہ اس نے اکثر افراد کو بادشاہ سے جاگیریں
دلوادیں اور بعض کی مدد معاش مقرر کرائی۔
مختصر یہ کہ ملک مذکور ایسا عالی صفات ندیم دوسرا مشکل سے دستیاب ہوسکتا ہے۔
یہ امیر بادشاہ پر اس قدر حاوی ہوگیا تھا کہ جو یہ کہتا بادشاہ اس کی بات کو پسند کرتا
تھا اور اس قدر بادشاہ کا مزاج شناس تھا کہ اس کی ہر گفتگو بادشاہ کی مرضی کے موافق ہوتی تھی۔
سبحان اللہ سید الحجاب کی عمدہ خصائل کا کیا ذکر کیا جائے کہ جو شخص ایک مرتبہ بھی اس
امیر کے حضور میں حاضر ہوا اور اس کو اپنی حاجت برآری کا وسیلہ بنایا وہ اپنے مقاصد میں
کامیاب ہوا۔
ملک مذکور حاجت مندوں سے اُن کی حاجت برآری کے بعد بطور شکرانہ کچھ وصول
کرتا تھا اور بادشاہ اس امر سے آگاہ ہو کر کچھ نہ کہتا تھا اور خاموش رہتا تھا۔
ملک مذکور دربار سے واپس ہو کر اپنے مکان آتا اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوتا۔
اوقات دربار کے بعد یہ امیر کتب تفاسیر کے مطالعہ میں اپنا وقت صرف کرتا تھا اور
ہمیشہ غذا ولباس کے بارے میں بیحد احتیاط کرتا تھا اور شب و روز اس امر میں سعی بلیغ کرتا تھا
کہ وجہ معاش میں کوئی خرابی نہ واقع ہو۔
اگرچہ یہ مسلمہ ہے کہ لقمہ حلال دنیا میں کم میسر آتا ہے لیکن علمائے شریعت و ارباب طریقت
نے فرمایا ہے کہ قرض حسنہ سے لقمہ حلال دستیاب ہوسکتا ہے۔
ملک سید الحجاب ہمیشہ قرض حسنہ سے وجہ معاش کی ضروریات کو پورا کرتا اور غیر مشروع
لباس سے قطعاً پرہیز کرتا۔
یہ امیر تمام پسندیدہ صفات وخصائل کا مجموعہ تھا اور ارکان فیروز شاہی سے مزاح
کرتا اور ضحک انگیز گفتگو کر کے ہر شخص کو خوش کرتا تھا۔
فیروز شاہ کو سید الحجاب کے یہ کلمات ظرافت بیحد پسند آتے اور بیشمار افراد کو من پر

بادشاہ غیض و غضب کرتا سید الحجاب اپنی ظرافت و خوش طبعی سے بادشاہ کو اُن سے بار دگر خوش کرا دیتا تھا۔

اس امیر نے تمام چہل سالہ دور حکومت میں بادشاہ کی مصاحبت کے فرائض بخوبی انجام دئے اور بادشاہ سے قبل وفات پائی۔

گیارھواں مقدمہ

ملک شمس الدین ابو رجا کے حالات جو عہد فیروز شاہی میں مستوفی ممالک تھا

نقل ہے کہ ملک شمس الدین ابو رجا ملک مجیر ابو رجا کا برادر زادہ تھا جو سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں دربار شاہی میں مختلف قسم کے حرکات کرتا تھا۔

ملک مجیر کو ملک کبیر نے سلطان محمد کی عدم موجودگی میں درے مار کر دو ٹکڑے کر دیا تھا۔

معتبر روایت ہے کہ ملک مجیر سلطان محمد کے عہد حکومت میں شہر دہلی کے ایک حصہ کا جاگیر دار تھا۔

جس زمانے میں کہ سلطان محمد نے طغی کے تعاقب میں تھٹھہ کا سفر کیا جیسا کہ مورخ سلطان محمد کے حالات میں تفصیل سے کہہ چکا ہے بادشاہ نے تھٹھہ سے ملک مجیر کی طلبی کا فرمان روانہ کیا۔

ملک مذکور اپنی جاگیر سے معہ سوار و پیادوں کے بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔

اس زمانے میں ملک کبیر دہلی میں نائب غیبت تھا لیکن ملک مجیر نے دہلی کے نواح میں پہنچکر غرور و تکبر کا اظہار کیا اور رد کترا کر دریائے جمنا کے گھاٹ سے آگے روانہ ہوا اور ملک کبیر سے ملاقات نہ کی۔

ملک مجیر میان دو آب میں پہنچا اور بعض اشخاص نے ملک کبیر نے شکایت کی کہ ملک مجیر کا غرور و تکبر حد سے بڑھ گیا ہے کہ اس شخص نے بغیر آپ کو سلام کئے ہوئے دہلی سے بالا ہی بالا میان دو آب میں قیام کیا ہے اور شہر میں داخل نہیں ہوا۔

ملک کبیر نے جو بادشاہ کی عدم موجودگی میں سیاہ و سپید کا مالک تھا ملک مجیر کو اپنے حضور میں طلب کیا۔

ملک کبیر نے مشورہ و غور کے بعد ملک مجیر کو درمیان دو آب سے طلب کیا اور ملک مذکور

بادلِ ناخواستہ جلد سے جلد دہلی پہنچ گیا اور اپنے لشکر و حشم کو میان دوآب میں چھوڑ دیا۔
مختصر یہ کہ ملک مجیر ملک کبیر کے حضور میں حاضر ہوا جو اُس وقت مسندِ حکومت پر اجلاس کرتا تھا۔
ملک مجیر نے مقام حجاب پر پہنچکر آداب و مجرئی نہ بجالایا ہر چند کوشش کی گئی کہ ملک مجیر سلام کرے لیکن اس مغرور نے سر نہ جھکایا۔

ملک مجیر نے آگے قدم بڑھایا اور مقام دوم پر پہنچکر بھی سلام نہ کیا۔

ملک مذکور ملک کبیر کے قریب پہنچا اور زبان سے السلام علیکم کہا۔

ملک کبیر نے نگاہ تیز سے ملک مجیر کو دیکھا اور کہا کہ میں بادشاہ کا نائب ہوں اور اس نیابت غیب میں مختار مطلق ہوں تجھ کو کیا خیال آیا اور کس قسم کا غرور تیرے دل میں سمایا کہ تو بغیر ہیبری ملاقات کیئے ہوئے روانہ ہوگیا۔

اس موقعے پر ملک مجیر نے گستاخانہ الفاظ سے گفتگو کی اور کہا کہ ہر شیر کا جنگل صرف اس کا مرغزار ہوسکتا ہے اور ہر گز ایک کو دوسرے سے سروکار نہیں ہے۔

ملک مجیر نے یہ الفاظ زبان سے ادا کئے اور ملک کبیر یہ سن کر بیحد غضبناک ہوا اور یہ کہا کہ اس حرام خوار بدکار کو دربار کے روبرو دُرے لگا کر دو ٹکڑے کر ڈالو۔

ملک کبیر کا یہ حکم دینا تھا کہ سرکاری پیادے دوڑے اور انھوں نے ملک مجیر کو مجرموں کی طرح گرفتار کر لیا اور سیاست گاہ کی طرف دوڑے۔

ملک مجیر کا رنگ سیاہ ہوگیا اور اس نے حیرت سے اُنگلی دانت کے نیچے دبائی اور ملک کبیر سے عاجزی کرنے لگا لیکن اس عاجزی کا کچھ نتیجہ نہ نکلا اور ملک مجیر سلطان محمد کے دربارگاہ کے روبرو قتل کیا گیا۔ ملک کبیر نے مجرم کو سزا دیکر تمام حقیقت واقعی سے بادشاہ کو اطلاع دی اور سلطان محمد نے ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ اعظم ہمایوں ملک کبیر نے خوب کیا کہ ملک مجیر خود رائے و خود پرست کو سزا دی۔

مختصر یہ کہ ملک شمس الدین ابورجا ملک مجیر ابورجا کا برادرزادہ تھا۔

اس امیر کو ابورجا اس لئے کہتے ہیں ملک بالا کا ایک خاندان جس کا یہ رکن تھا ابورجایات کے خطاب سے مشہور تھا۔

ملک شمس الدین ابورجا دانا و شاعر اور بیحد نکتہ رس تھا۔

یہ شخص ابتدائے عہدِ فیروز شاہی میں بار بد عالمانِ وزارت کے گروہ میں مقرر ہوا لیکن

چند روز کے بعد نائب اقطاع سامانہ کے عہدے پر مامور ہوا۔
اس زمانے میں ملک قبول قران خان حاکم سامانہ تھا ملک شمس الدین سامانہ پہنچا
اور اس نے ملک کے تمام انتظام میں دخل دینا شروع کیا۔
شمس الدین نے اس حصۂ ملک کے ہر انتظامی شعبہ پر ایسا قبضہ کرلیا کہ ملک قبول کو
قطعاً بیکار و معزول کردیا۔
شمس الدین ابو رجا نے ہر صیغے میں ایسے ایسے جدید قوانین ایجاد کئے جو کسی غیر کے
وہم و خیال میں بھی نہ آسکتے تھے۔
ملک قبول اعیان فیروز شاہی میں ہر دل عزیز تھا تمام ارکان سلطنت نے اس کے
موافق کوشش کی اور ملک شمس الدین عہدۂ نیابت سے معزول کیا گیا۔
اس کے بعد ملک شمس الدین کو نیابت گجرات کا عہدہ عطا ہوا۔
اس زمانے میں ظفر خاں بن ظفر خاں یعنی دریا خاں حاکم گجرات تھا۔
مختصر یہ کہ شمس الدین گجرات پہنچا اور یہاں بھی اُس نے بیشمار جدید امور ایجاد کئے
اور باریک بینی سے اس ملک پر بھی ایسا قابض ہوا کہ صاحب مقطع قطعاً بے اختیار ہوگیا۔
چند ماہ بعد ملک شمس الدین گجرات سے بھی معزول کیا گیا اور خلقت خدا نے اس کے پنجے
سے نجات پائی۔
شمس الدین گجرات سے دہلی آیا اور اُس زمانے میں بادشاہ نے شکار کے لئے بداؤں
کا رخ کیا اور بداؤں وانوالہ کے نواح میں سیر و شکار میں مصروف ہوا۔
اس سفر میں ملک شمس الدین کو عہدہ مستوفی ممالک عطا ہوا اور بادشاہ نے اس کو
ضیاء الملک کا خطاب عطا فرمایا اور اس کو ظاہری و باطنی اعزاز سے سرفراز فرمایا۔
ملک شمس الدین اب دیوان وزارت میں اجلاس کرنے لگا۔
تقدیر الٰہی نے نیا رنگ دکھایا اور فیروز شاہ اس وہم و گمان میں گرفتار ہوا کہ دیوان
وزارت کا تمام عملہ بہی خواہ نہیں رہا ہے اور ہر فرد اپنے فرائض انجام دینے میں کوتاہی کرتا ہے
اگر ملک شمس الدین دیوان وزارت میں مقرر کیا جائے تو تمام امور سلطنت بخوبی انجام و
طے ہونگے بادشاہ کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ شخص تمام بدترین صفات کا مجموعہ ہے اور اس کے تقرر
سے ملک زیر و زبر اور آسودہ و مرفہ الحال رعایا پریشان ہوگی۔

مختصر یہ کہ شمس الدین ابورجا مستوفی ممالک مقرر ہوا اور اس نے اپنے عہدے کے فرائض انجام دینے میں ایسے جدید وسخت قوانین ایجاد کئے جو چہل سالہ دور حکومت میں نہ تھے اور گویا کہ ان آئین جدید کی وضع سے مملکت میں فتنہ انگیزی کا سنگ بنیاد رکھا۔

مورخ اب شمس الدین ابورجا کی فتنہ پردازی کے تمام افسانے اور اسکا تقرب جو بادشاہ کے دربار میں حاصل تھا ہدیۂ ناظرین کرتا ہے

فیروز شاہ کے دل میں یہ وہم وخطرہ گزرا کہ خطۂ دیوان وزارت اپنے فرائض کو بخوبی انجام نہیں دیتا اور اس لئے تمام ملک کی عنان حکومت شمس الدین ابورجا کے ہاتھ میں دے دی اور اس کو اپنا مقرب خاص بنا دیا۔

ابورجا نے بادشاہ کو ہر شخص سے بدگمانی کرنے کی سعی بلیغ کی اور ہر وقت دہر موقعے پر فیروز شاہ کے حضور میں جانے لگا بلکہ اس کے قرب ومنزلت کا یہ عالم ہوا کہ یہ امیر اعیان ملک کو معمولی سوار وپیادہ خیال کرنے لگا۔

شمس الدین بادشاہ کے خلوت کدہ میں حاضر ہوتا اور فیروز شاہ یہ خیال کرکے کہ ابورجا دیوان وزارت کا کچھ حال عرض کرے گا خراماں خراماں دور چلا جاتا اور شمس الدین اپنے خیالات کا اظہار کرکے واپس آتا تھا۔

اس معاملے نے یہاں تک طول کھینچا کہ شمس الدین کے حاضر ہوتے ہی تمام حاضرین دربار خود بخود خلوت سے باہر نکل جاتے تھے اور شمس الدین اپنے تمام خیالات بادشاہ سے ظاہر کر دیتا تھا اور واپس ہو جاتا تھا بلکہ اگر شمس الدین کا ارادہ ہوتا کہ بادشاہ سے کسی معاملے میں سرگوشی کرتا تو محل شاہی میں تخت کے قریب آتا اور اپنی آستین منہ پر رکھ کر بادشاہ کے کان میں باتیں کرتا۔

اس نکتہ کے لکھنے سے مقصود یہ ہے کہ ملک شمس الدین کے قرب ومنزلت کا یہ عالم تھا بلکہ اس حیلہ ساز امیر نے بادشاہ کو ایسا اپنے قابو میں کر لیا تھا کہ فیروز شاہ باوجود اس دانائی وتدبیر کے شبانہ روز شمس الدین کا کلمہ پڑھتا تھا اور دیوان وزارت کے تمام فرائض شمس الدین

انجام دیتا تھا اگرچہ مستوفی کے فرائض میں یہ امر داخل نہیں ہے کہ ملک کے اُس خراج و اخراجات میں جو خلائق کے ذمے عاید ہوں احتیاط سے کام لے اور جمع زبانی پر نظر نہ ڈالے لیکن شمس الدین ابورجا اپنے تقرب کی وجہ سے وزیر و نائب وزیر و مشرف و مستوفی و مجموعہ دار و برید و ناظر و وقوف تمام اعیان ملک کے فرائض انجام دیتا تھا۔

شمس الدین کے اقتدار نے تمام ارکان سلطنت کو معطل و بیکار کر دیا تھا اور خود شمس الدین کا یہ حال تھا کہ اپنے تقرب کی وجہ سے تمام عماید سلطنت سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ غرضکہ شمس الدین ابورجا نے اپنے تقرب سے تمام ملک کو تہ و بالا کر دیا اور حضرت فیروز شاہ کے تمام مقرب امرا کو اپنا دشمن بنا دیا اور ہر طریقے پر رشوت ستانی کو اپنا شعار بنایا۔

شمس الدین نے بادشاہ کو تمام امرا کی طرف سے بدگمان کر دیا اور تمام خانان و ملوک کو اس طرح اپنا دشمن جانی بنایا اور تمام رعیت کی بددعا اپنے اوپر لی۔

شمس الدین نے تمام افسران فوج اور سپاہ و سوار کو بادشاہ سے خوف زدہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص نے خود اپنے کو اس طرح تباہ و برباد کر دیا۔

شمس الدین ابورجا کا مسند پر بیٹھنا

خانجہاں مسند وزارت پر اجلاس کرتا اور تمام امور سلطنت کی پرداخت اور ان کے سرانجام کے لئے کوشش کرتا تھا اُس وقت تمام اصحاب مناصب اپنے اپنے محل پر بیٹھتے تھے۔

اس زمانے میں خواجہ حسام الدین جنیدی مجموعہ دار دیوان وزارت بقید حیات تھا اور امور مملکت کے انجام دینے میں انتہائی کوشش کرتا تھا۔

غرضکہ ملک شمس الدین خانجہاں کے جانب راست بیٹھتا تھا اور جس وقت کہ تمام کار ہائے سلطنت کے فرائض جس میں محاسبہ و مکاتبہ اور طلب مال جو جمع و خرچ میں کمی بیشی ہونے کی وجہ سے لازم ہو جاتی تھی اور باقی جو محرر و سرکاری عمال آئین شاہی کے مطابق مسند وزارت کے روبرو پیش کرتے تو شمس الدین ابورجا بہ حیثیت مستوفی ممالک ہونے کے تمام کلیات و جزئیات پر نظر غائر ڈالتا اور ایسی باریک غلطیاں پیدا کر کے عمال سے باز پرس کرتا کہ تمام اشخاص

جواب دینے سے عاجز رہ جاتے اور کسی شخص کو یہ مجال نہ ہوتی کہ اُس کے سوال کا جواب باصواب ادا کرے ملک ضیاء الملک نہایت خوش تقریر و منشی و قابل و متکبر تھا اور اپنے مقابلے میں سوا بادشاہ کے کسی شخص کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔

اس امیر نے چند اشعار نظم کر کے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے اور حضرت شیخ سعدی کے مقابلے میں لاف زنی کی۔

اس امیر کے اقتدار و عمل کا یہ حال ہوگیا کہ دیوان وزارت میں اس کا طوطی بولنے لگا اور وزیر و نائب و مشرف و نائب مستوفی و ناظر و برید و قوف و مشرف و مجموعہ دار مسند پر خاموش و معطل بیٹھے رہتے اور شمس الدین ہر شعبے میں احکام نافذ کرتا تھا۔

خانجہاں وزیر بھی شمس الدین ہی کی رائے کے مطابق احکام صادر کرتا تھا۔

غرضکہ ملک شمس الدین نے ہر شخص کے ساتھ بدی کی اور عاقبت کا مطلق خیال نہ کیا ملک شمس ہر شخص کے معاملات میں ایسی گفتگو کرتا تھا کہ خانجہاں وزیر و ملک اشرف نائب وزیر ایسے اعیان قطعاً خاموش و دم بخود رہتے تھے۔

ملک شمس الدین چرب زبان تھا اور اس کی طبیعت بیحد رسا تھی اور اپنی گفتگو میں انتہائی تکبر سے کام لیتا تھا یہ شخص تمام عمال سے بدیہی گفتگو کرتا تھا اور ایسے باریک و اہم مسائل پر فی البدیہہ بحث کرتا تھا جو دیگر افراد غور و فکر سے بھی نہ کر سکتے تھے۔

اس موقعے پر مورخ عفیف طبع انسانی کی خصوصیات و مراتب کے متعلق حکما کے چند اقوال نقل کرتا ہے تاکہ عقلا کو بصیرت حاصل ہو۔

واضح ہو کہ حکما کا قول ہے کہ طبائع کے مراتب کی تین قسمیں ہیں ایک طبیعت کو حافظہ کہتے ہیں جس کا خاصہ یہ ہے کہ صاحب طبیعت جو کچھ سنے اُس کو یاد رکھے دوسری طبیعت کو مدرک کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان پر اُس شے کو جس کو وہ پاتا ہے یاد رکھتا ہے تیسری طبیعت کو متصرفہ کہتے ہیں جس کا خاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے معلومات کو صحیح محل میں استعمال کرتا ہے۔

تمام مصنفین کے اجتہاد اور اُن کی تمام تصانیف انھیں مراتب طبائع کا نتیجہ ہیں۔

غرضکہ شمس الدین ابورجا ان ہر سہ طبائع سے بہرہ اندوز تھا اور انھیں مراتب ثلثہ کا نتیجہ تھا کہ اُس نے فیروز شاہ ایسے بادشاہ عالی جاہ کو جادۂ اعتدال سے برگشتہ کر دیا اور بادشاہ

کو اپنے قبضے میں کر کے اس کو تمام مملکت سے بدگمان کر دیا اور تمام عالی فہم و نادرِ روزگار
ارکان سلطنت اس کے مقابلے میں بے زبان جانور بن گئے۔

شمس الدین کا بادشاہ سے عملۂ دیوان وزارت کی شکایت کرنا

ملک شمس الدین سلطنت کے تمام شعبوں پر قابض ہو کر سیاہ و سپید کا مالک و مختار بن گیا۔
ایک روز یہ امیر خلوت میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے کہا کہ شمس الدین
تو کہاں تھا اور تو نے کیا مہم سر کی اور کیا امور انجام دئے۔
شمس الدین نے بادشاہ کی تعریف کی اور عرض کیا کہ بندہ دیوان وزارت میں تھا اور
یہ کہہ کر خاموش ہو گیا بادشاہ نے بارد گر دریافت کیا کہ تمام امور بخوبی انجام پا رہے ہیں لیکن
شمس الدین نے جواب نہ دیا اور سر جھکا لیا۔
بادشاہ نے تیسری بار یہی سوال کیا اور فرمایا کہ شمس الدین تو کیوں خاموش ہے میں
تجھ سے کیا سوال کر رہا ہوں تو میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتا۔
ابور جا نے عرض کیا کہ بیچارہ شمس کیا کرے تمام اعیان و عماید ایک زبان ہو گئے ہیں اور
یقین ہے کہ چند روز میں مجھ کو ہلاک کر دیں گے اور اسی طرح اپنے لئے فال بد زبان سے نکالی اور
آخر وہی ہوا۔
بادشاہ نے تمام امرا کے اتفاق کا سبب و نتیجہ دریافت کیا اور شمس الدین نے کہا
کہ امرا ایک روز مجھ کو تباہ و برباد کر دیں گے۔
ظاہر ہے کہ جب تمام اعیان ملک ایک ہو جائیں گے تو میں غریب کیا کروں گا۔
فیروز شاہ نے یہ گفتگو سنکر فرمایا کہ اے شمس میں کسی شخص کی غمازی پر توجہ نہ کروں گا تو
اطمینان سے اپنے فرائض کو انجام دے اور دیکھ کہ کل میں اصحاب دیوان کے ساتھ کیا
سلوک کرتا ہوں۔
غرضکہ دوسرا روز ہوا اور بادشاہ نے دربار کر کے اور خانجہاں کو حکم دیا کہ تمام اصحاب
مناصب کو مع ان کے عملے و دیگر بہی خواہوں کے بادشاہ کے حضور میں حاضر کرے۔
خانجہاں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ نے تمام حاضرین کو اپنے قریب

طلب کیا اور خانجہاں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خانجہاں یہ شخص یعنی شمس الدین کون ہے۔

خانجہاں نے عرض کیا کہ شمس الدین مستوفی ممالک ہے۔

بادشاہ نے دریافت کیا کہ مستوفی ممالک کون شخص ہے اور خانجہاں نے عرض کیا کہ اس کا فریضہ ہے کہ مملکت کے اخراجات کی تصحیح کرے۔

اس موقعے پر ملک نظام الملک نائب وزیر حاضر تھا اس نے فی الفور جواب دیا کہ شمس الدین مستوفی ممالک اور کارگزار دیوان وزارت ہے۔

نظام الملک کا یہ جواب بادشاہ کو بیحد پسند آیا اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ بے شک تم قطعاً صحیح کہتے ہو اس میں شبہ نہیں کہ شمس دیوان وزارت کا کارگزار ہے۔

فیروز شاہ نے خانجہاں سے فرمایا کہ تم کو دیوان وزارت میں شمس الدین سے کس قسم کی امداد ملتی ہے اور خانجہاں نے جواب دیا کہ جس روز سے ملک ضیاء الملک دیوان میں مقرر ہوا ہے میں امور سلطنت سے قطعاً سبکدوش ہو گیا ہوں۔

فیروز شاہ نے کہا کہ خانجہاں یہ دنیا کا دستور ہے کہ جو شخص کارگزار و جفاکش ہوتا ہے تمام ملک اُس کا دشمن ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص عداوت و دشمنی کی وجہ سے تم سے بیان کرے کہ شمس الدین تم کو پس پشت سخت و سست الفاظ سے یاد کرتا ہے تو تم اس شخص کی بات کو باور نہ کر کے اپنے دل میں بغض و عداوت کو جگہ دو اور شمس الدین کی طرف سے بدگمان ہو جاؤ تو ایسی حالت میں ہمارے امور سلطنت درہم و برہم ہو جائیں گے۔

خانجہاں نے عرض کیا کہ ملک ضیاء الملک ہرگز کلمات بد زبان سے نہیں نکالتا اور بندہ بہ قسم عرض کرتا ہوں کسی شخص کی غمازی اس کے حق میں قبول نہ کرے گا۔

اس کے بعد فیروز شاہ دیگر عملۂ دیوان کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا کہ اے اعیان ملک تم سلطنت کے محرر و صاحب احکام ہو اور تم سے میں نے ایک شخص مشرف ہے اور دوسرا مستوفی ایک ناظر دوسرا وزیر اور ایک برید ہے دوسرا وقوف اگر شمس الدین دیوان وزارت میں تم سے کوئی کاغذ سرکاری طلب کرے اور تم اپنے ماتحت عملہ کا حوالہ دیکر اُس کو نقل یا کاغذ نہ دو اور یہ عذر کرو کہ یہ کاغذ ماتحت کے پاس ہے تو اس میں شبہ نہیں کہ سرکاری کارروائیوں میں تاخیر ہو جائے گی۔

بادشاہ کا یہ قول سنکر تمام اعیان نے جواب دیا کہ ضیاء الملک جس وقت ہم سے

کوئی کاغذ یا مثل طلب کرے گا ہم فوراً اُس کے حوالے کردیں گے۔
اس موقعے پر خانجہاں نے عرض کیا کہ ہر وہ شخص جو ضیاء الملک کے معاملے میں تاخیر کرے گا میں اُس کو سزا دونگا فیروز شاہ یہ سنکر بیحد خوش ہوا اور شمس الدین کی عزت افزائی کے لئے اُس کو بارانی خاص جو اُس کے جسم پر تھی عطا فرمائی اور تمام اعیان ملک کو اُس کا یار و مددگار بنا دیا۔

شمس الدین کا خواجہ حسام الدین جنیدی کے روبرو خواجہ کو سخت سست کہنا

ملک شمس الدین ابورجا تمام عملۂ دیوان و جاگیردار و حکام و مقطعیان ملک پر حاوی ہوا اور دیوان وزارت میں اجلاس کرنے لگا۔
شمس الدین ابورجا کے روبرو تمام جزوی و کلی معاملات پیش ہونے لگے۔
خانجہاں تھوڑی دیر مسند وزارت پر بیٹھتا اور تمام امور سلطنت سے منحرف و مکدر رہتا تھا۔
شمس الدین ابورجا دو گھڑی دن تک دیوان داری کر کے تمام اشخاص سے معاملات کی بازپرس کرتا تھا اور تمام عملے کو اپنے حالات و احکام سے مرعوب کرتا تھا۔
اس کے علاوہ دوسرے وقت بعد مغرب ایک گھڑی دیوان وزارت میں اجلاس کر کے جاگیرداروں اور اہل مقطعہ سے حساب لیتا تھا۔
شمس الدین ابورجا جب دیوان وزارت سے نکل کر اپنے مکان کو جاتا تو اس قدر ہجوم عوام و خواص کا اُس کے ہمراہ ہوتا کہ ایک سینہ دوسرے سے دبتا تھا۔
شمس الدین نے تمام عملے کو اطلاع دیدی تھی کہ جو شخص مجھ سے قبل نہ آئیگا اور میرے بعد نہ جائیگا میں اُس سے سخت بازپرس کروں گا اور اس کو عہدے سے برطرف کردوں گا۔
محرر بیچارے جنھوں نے چالیس سال کامل بیحد اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کی تھی دفعتہً ناقابل برداشت تکالیف و مصائب میں گرفتار ہو گئے اور یہ غریب اہل عملہ بیحد مضطر و پریشان ہوئے۔
اتفاق سے ایک شب خواجہ حسام الدین جنیدی دیوان وزارت میں اجلاس کر رہے تھے اور تمام کارخانہ جات کے محرر و منشی ہر شعبے و کارخانے کی کیفیت پیش کرتے اور ہر شے

کو ملاحظہ میں گزران رہے تھے اور ملک شمس الدین ہر شے کے متعلق سوال وجواب کر رہا تھا اور بحث میں آواز سخت سے گفتگو کر کے غصے کا اظہار کرتا تھا۔

اتفاق سے شمس الدین کی نظر ایک کاغذ پر پڑی جس میں گزشتہ سال کے اخراجات مرقوم تھے اور ایک مد میں بیکار خرچ ہوا تھا۔

شمس الدین نے یہ کاغذ دیکھا اور اس کے متعلق بحث شروع کی۔

شمس الدین نے اس شعبے کے متصرف سے دریافت کیا کہ یہ نامناسب خرچ کس نے کیا ہے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ دیوان خرچ کے حکم سے یہ رقم صرف ہوئی ہے

اس موقع پر شمس الدین خواجہ حسام الدین جنیدی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے خواجہ یہ گندگی اور بے ضابطگی تمہارا ہی کام ہے جن امور کو میں انجام دیتا ہوں ان میں یہ خرابیاں نہ ہونی چاہئیں اگر تم بکمال احتیاط سے کام لو تو مجھ کو تصحیح میں یہ خون جگر نہ پینا پڑے

شمس الدین ابو رجا نے نہایت سخت لہجے میں یہ الفاظ کہے اور جام خانے کے اوپر استادہ ہو گیا اور بندگی خواجہ جنید کو بھی جام خانے پر چھوڑ کر خود اپنے مکان واپس گیا۔

اس موقعے پر مورخ عفیف حاضر اور تمام واقعات کو دیکھ رہا تھا۔

شمس الدین تو اس مقام سے چلا گیا اور خواجہ جنیدی نے رو بقبلہ ہو کر دست دعا بلند کیا اور چشم پر آب ہو کر خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ پروردگار تو تمام مخلوق کا بادشاہ اور سب کا مالک ہے اپنے رحم و کرم سے میری یہ دعا قبول فرما کہ بار دگر مجھ کو جام خانے میں آنا نصیب نہ ہو تاکہ اس پیرانہ سالی میں ناہنجار وکم مایہ افراد کے ہاتھوں سے ذلیل ورسوا نہ ہوں اور عزت و آبرو کے ساتھ اس عالم سے سفر کروں۔

خواجہ جنید نے یہ الفاظ کہے اور جام خانے سے اتر اپنے مکان واپس گیا۔

سبحان اللہ خواجہ بزرگوار کی دعا کی مقبولیت دیکھی کہ اُس شب اس بزرگ کو بخار آیا اور اس واقعے کے چھ روز کے بعد خواجہ حسام الدین نے وفات پائی۔

سبحان اللہ اس میں شبہ نہیں کہ ہر شخص کو خدا کی بارگاہ میں ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے اور ہر شخص کا خدا سے راز و نیاز قطعاً جدا ہے۔

خواجہ جنیدی کی بزرگی کا ذکر ہے کہ یہ شخص متقی پرہیزگار دیانت دار امین راست گفتار

اور خوش کردار تھا اور اس نے بیحد وقار و متانت سے زندگی بسر کی۔
خواجہ حسام الدین حضرت شیخ رکن الحق (ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا اس بزرگ کی ایک بدیہی کرامت تو یہی ہے کہ اس کی دعا اس قدر جلد مقبول ہوئی اور خواجہ جہان نے عالم جاوداں کی راہ لی تاکہ تمام اہل عالم پر یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے کہ عہد فیروز شاہی میں ایسے ایسے باکمال اہل قلم و امرا موجود تھے جو اہل حاجت کی کاربراری و محتاج و مفلس فرقے کی اعانت و امداد میں اپنی آپ ہی نظیر تھے۔
اب مورخ اصل مقصود کی طرف گریز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ ابو رجا نے اپنے غرور و تکبر سے خواجہ جنیدی سے اہانت طریقے پر مواخذہ کیا اور خواجہ حسام الدین ایسے بزرگ کے دامن پر بدنما داغ لگانا چاہا حالانکہ خواجہ مذکور اس اہتمام سے قطعاً بری تھا اور امور سلطنت و انتظام مملکت سے بخوبی آگاہ تھا اور نیز یہ کہ فہم و فراست سے بہرہ ور اور جفا کشی کا دلدادہ تھا۔
ظاہر ہے کہ اس سلطنت کا یہ مشہور ترین واقعہ ہے کہ والی ملک جس روش پر چلتا اور جس طریقے کو ایجاد کرتا ہے تمام عمال و کارکن اس کی تقلید کرتے اور اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
اگر کسی زمانے میں بادشاہ ظلم کرتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخلوق جو اس کی پیرو ہے بدترین ظلم و ستم سے زیردست افراد کو پامال و تباہ کرتی ہے۔
اسی طرح اگر کسی شہر و عہد میں کوئی فرمانروا دین پناہ و حق پرست و انصاف پرور ہوتا ہے اور اپنے جود و عطا سے مخلوق کو ہر وقت سرفراز اور اپنے عدل سے رعایا کو ہر دم فیضیاب کرتا ہے تو تمام اعیان و امرا بھی انصاف و سخاوت کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔
چونکہ فیروز شاہ نے اپنے چہل سالہ عہد حکومت میں خدا کی توفیق اور اس کے خوف اور اس کی جباریت و قہاریت کے ہراس و خیال سے ہر خاص و عام کو اپنے احسان سے بہرہ ور کیا اور شریعت کے مطابق مخلوق پر حکمرانی کر کے حلم و عفو کو اپنا شعار بنایا اور ہر قسم کی ملکی و مالی خیانت سے چشم پوشی کر کے اپنے تمام عہد حکومت میں کسی مجرم سے بھی بازپرس نہ کی اس لئے اس کے تمام اعیان فراست اس کے مقلد بن گئے۔
ظاہر ہے کہ سلاطین قدیم کے عہد میں قلیل غفلت و اہمال سے ہر قسم کی بازپرس اور شدید ترین سیاست کی جاتی تھی لیکن فیروز شاہ کے عہد معدلت میں بجز قاضی صدر الملک

سقط‌ عدا رمہوبہ کے اور کسی فرد سے باز پرس نہ ہوئی اور نہ کسی شخص کو سزا دی گئی۔

قاضی مذکور کی سیاست کا بیان یہ ہے کہ قاضی مذکور نے مبلغ پچاس لاکھ روپیہ رقم باقی کا تلف کر دیا۔

معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ قاضی صدر الملک نے ایک پاتر کو اپنا صاحب خلوت بنایا تھا اور اس سے ہر قسم کا تمتع حاصل کرتا تھا

اس شخص کے لئے پانچ سیر مرواوید کا چونہ روز تیار ہوتا تھا جو یہ شخص پان میں استعمال کرتا تھا اور قاضی صاحب کے ملازم صدر الملک کے محرم راز کی خدمت و اطاعت کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ قاضی صدر الملک پر باوجودیکہ اس قدر مال دیوانی باقی برآمد ہوا تھا لیکن بریں ہمہ فیروز شاہ نے اُس سے باز پرس نہ کی۔

بادشاہ قاضی صاحب سے یہی کہتا کہ جو شخص تمھارے ایسے آدمی کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین کرنا چاہے وہ خود اپنا خون گرانے کا ارادہ رکھے۔

قاضی نے خود بادشاہ سے عرض کیا کہ میں اپنا خون معاف کرتا ہوں۔

مورخ کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ قاضی صدر الملک کچھ ایسے مصائب میں گرفتار تھا کہ اس کی زندگی وبال ہو گئی تھی اور اسی وجہ سے قاضی مذکور نے مہوبہ میں اپنے کو اس کشمکش میں مبتلا کیا لیکن چونکہ اس کی تقدیر میں نہ تھا صحیح و سالم رہا۔

اب جبکہ سرکاری رقم لقایا اس کے ذمے واجب الادا قرار پائی تو اس نے خود بادشاہ سے عرض کیا کہ بندہ اپنا خون معاف کرتا ہے اور اس کے بعد قاضی کو دربار بادشاہی کے روبرو سزا دی گئی۔

غرض کہ چونکہ فیروز شاہ کی حکومت رحم و کرم پر مبنی تھی اس نے اس عہد کے تمام سرکاری ملازم و عہدہ دار و کارکن عفو تقصیر و چشم پوشی کے خوگر و شیفتہ ہو گئے تھے ورنہ خدانخواستہ خواجہ جنیدی اور خواجہ شرف مالوہ ایسے حکام نہ تھے جن سے خیانت ظہور میں آتی یا یہ حضرات کسی معاملے میں کبھی نرمی سے کام لیتے یا یہ کہ بغیر بادشاہ کی رضا اور اس کا حکم حاصل کئے ہوئے کوئی ناپسندید خرچ کرتے۔

فیروز شاہ نے بارہا فرمایا ہے کہ میں اپنے دست جیب سے ایسا قوی دل نہیں ہوں جتنا کہ خواجہ شرف مالوہ ہے۔

اس تحریر سے مقصد یہ ہے کہ عہد فیروز شاہی میں ہر شخص و ہر امیر صاحب قناعت و مصلح تھا۔

مختصر یہ ہے کہ ملک شمس الدین دیوان وزارت میں اجلاس کرتا اور قدیم سلاطین کی روش کے مطابق اپنی حکومت جاری کرتا اور ہر شخص سے سختی کے ساتھ باز پرس کرتا تھا۔ ابورجا اپنی نادانی و رعونت و حرص و تکبر و وسوسہ شیطانی کی وجہ سے متدین و امانت دار اشخاص کی تحقیر و توہین کرتا اور یہ خیال نہ کرتا کہ ان امور کے کرنے میں اس کو ندامت و پشیمانی حاصل ہوگی۔

یہ امر مسلم ہے کہ اہل عقل و فراست کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے معتبر اشخاص کو ذلیل و رسوا نہیں کرتے اس لئے کہ کارکن افراد و فرقہ عابدین ہی ہر فرد تحریر و انشاء و نیز معاملات تقدیر سے کم و بیش واقفیت رکھتا ہے لیکن چونکہ خود فیروز شاہ کی روش یہ رہی کہ ہر وقت خلقت و رعیت پر احسان کر کے اُن کو اپنے جود و سخا سے مالا مال کرتا تھا اور مخلوق کی نفع رسانی میں ہر دم سعی و کوشش کرتا تھا اس لئے اُس عہد کے تمام کارگزار محاسبے میں رعیت پر سہولت و نرمی کرتے تھے۔

شمس الدین ابورجا کا دیوان وزارت کے اصحاب مناصب کی عیب جوئی کرنا

ملک شمس الدین ابورجا بادشاہ کے تقرب کی وجہ سے مثل ہی خواہان سلطنت کے دیوان وزارت پر غالب آگیا اور تمام اعیان دولت پست و بیکار ہو گئے۔

ملک شمس الدین نے ارکان وزارت کو الفاظ بد سے مخاطب کرنا شروع کیا یعنی ایک فریق کو گروہ مخلویاں کے لقب سے یاد کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان افراد کے باپ دیوان وزارت میں ملازم تھے اُن کی وفات کے بعد بادشاہ نے ان کے فرزند کو مرحوم پدر کا عہدہ عطا کیا اور ان جدید ارکان کا یہ حال ہے کہ ان کو کار سلطنت و انتظام سے قطعاً واقفیت نہیں ہے اور ان امور کے ادراک سے جاہل ہیں گویا کہ یہ گروہ مخلویوں کا ایک طبقہ ہے جو ناہیچ و بیکار ہے۔

یہ شخص بعض افراد کو لنگر جام خانہ کے خطاب سے پکارتا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ

جس طرح جام خانے کا فرش کرتے ہوئے لنگر جام خانہ کو فرش کے کنارہ اس لئے رکھ دیتے ہیں تاکہ یہ فرش ہوا کے زور سے اپنی جگہ سے نہ ہٹ سکے اسی طرح یہ افراد عقل و فراست سے قطعاً عاری ہیں اور وزیر کے مسند پر اجلاس کرتے وقت مسند کے روبرو آتے ہیں اور میر فرش طرح جامخانے کے اوپر بیٹھے رہتے ہیں لیکن مملکت کے آئین وضوابط سے قطعاً بیخبر و ناواقف ہیں گویا کہ پتھر کے ٹکڑے ہیں جس میں قطعاً جان نہیں ہے۔

اس طرح شمس الدین ابورجانے بارہا حاشیہ نشینوں سے کہا کہ میں نے خانجہاں کو کنوئیں کے کنارے پہنچا دیا ہے اور اب صرف ایک زینہ باقی رہ گیا ہے اور میں نے خانجہاں کی غفلت اور اس کے سہو اور اس کی خطاؤں سے فیروز شاہ کو اس قدر آگاہ کردیا ہے کہ اب بادشاہ نے ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو وزارت سے معزول کردے۔

جس روز کہ ملک شمس الدین ابورجا کو قید کر کے جلا وطن کیا گیا اس روز ایک شخص اس کے پاس حاضر ہوا اور اس سے کہا کہ تو اپنے کو عاقل و فاضل و کامل خیال کرتا ہے تیری عقل و فراست سے بعید ہے کہ تو نے اپنے کو اس معرض ہلاکت میں ڈالا ہے۔

ملک شمس الدین جواب دیا کہ کیا کروں مجھ کو کم پایہ و سفلہ وزیر اور نادان دستور سلطنت سے سابقہ پڑا جس نے ہمیشہ کم فہمی سے کام لیا چنانچہ ایک روز ایک شخص کا معاملہ وزیر کے روبرو پیش ہوا جس نے ایک معاملے میں خیانت کی تھی میں اس شخص سے بازپرس کی اور اس سے سختی کے ساتھ پیش آیا اس موقع پر خانجہاں نے یہ گفتگو شروع کی کہ اے ضیاءالملک بندگان خدا پر زیادہ غصہ نہ کر تجھ کو یاد نہیں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ احسان کی کی جزا احسان ہے۔

خانجہاں نے آیت قرآن کو حدیث رسول قرار دیا۔

میں نے اس وقت کہا کہ خانجہاں یہ حدیث نہیں ہے آیت قرآن ہے جو خدائے پاک نے قرآن میں نازل فرمائی ہے۔

خانجہاں نے جواب دیا کہ خواہ آیت قرآنی ہو یا حدیث رسول بہرحال احسان عمدہ شے ہے۔

ظاہر ہے کہ جو وزیر حدیث و قرآن میں فرق نہ کر سکے وہ وزارت کے فرائض کیونکر انجام دے سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ ملک شمس الدین ابورجا نے دیوان وزارت کے ہر شخص کی عیب جوئی شروع کی اور ہمیشہ الفاظ تکبر وکلمات غرور زبان سے نکالے اور ہر شعبہ پر قبضہ کر لیا۔

اور اہل مقطع کے کاروبار کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب کوئی جاگیر دار اپنے مقطعے سے آتا تو اول ملک شمس الدین ابورجا کے مکان پر آتا اور پیشتر اس کی خدمت میں حاضری دیکر فیروز شاہ کی قدمبوسی کرتا تھا اور غریب اہل عملہ ہر وقت اس کے قدموں کے نیچے پامال ہوتے تھے۔

خانجہاں بھی وہی احکام صادر کرتا تھا جو شمس الدین ابورجا کی مرضی و خواہش ہوتی تھی۔

شمس الدین ابورجا نے جب دیکھا کہ فیروز شاہ میرے دام میں گرفتار اور وزیر میری رائے کا بندہ اور تمام عمال و اہل مقطع میرے مطیع و فرماں بردار ہو گئے ہیں تو اُس کو اور زیادہ طمع دامنگیر ہوئی اور اُس لئے اس کام میں دل و جان سے سعی و کوشش شروع کی کہ اپنے اقتدار کو اور زیادہ بڑھائے۔

شمس الدین ابورجا نے رشوت ستانی کا بازار گرم کیا اور ایک طرف خلق پر سختی کرتا تھا اور دوسری طرف مخلوق سے رشوت لیتا تھا۔

بادشاہ کی نوازش کا یہ عالم تھا کہ ہر دوسرے اور تیسرے روز بارانی خاص اپنے جسم سے اتار کر شمس الدین کو عطا کرتا تھا۔

جو شخص کہ بادشاہ کی خیر خواہی کرتا ہے وہ ان چار قسموں میں سے ایک طبقے میں داخل سمجھا جاتا ہے ایک گروہ اس سے ہی خواہی کرتا ہے تاکہ بادشاہ کا مخلص رہے اور ہر وقت غمگساری کا لحاظ کر کے قیام مملکت اور نظام سلطنت کو بہترین طریقے پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اُن کے قلوب طمع و خودداری کے جذبات سے عاری ہوتے ہیں۔

دوسرا گروہ کا صرف اپنی نام آوری و شہرت و نیز امتیازی تکبر کی وجہ سے بادشاہ کی ہی خواہی کا دم بھرتا ہے اور اپنی دنیاوی جاہ و منزلت میں اضافہ پیدا کرنے کے لئے بادشاہ کی محبت و خلوص کا دعویٰ کرتا ہے

بیشمار دلے معنی بحث بادشاہ کو دکھا کر قوانین جمع کرتے اور خلقت خدا کو ہلاک کرتے ہیں جیسا کہ قاضی شرف الدین نے سلطان علاء الدین خلجی کے زمانے میں بے معنی و فضول بحث سے رعیت و مخلوق کو تباہ و برباد کیا جیسا کہ مورخ عفیف علاء الدین خلجی کے حالات

میں مفصل بیان کر چکا ہے۔
اگرچہ یہ گروہ ایک وجہ سے بادشاہ کا مخلص ہوتا ہے مگر حقیقت میں بیجا توفیرات سے تمام ملک کو تباہ و ویران کرتا ہے۔
تیسرا گروہ ریا و نفاق کا بندہ ہو کر بادشاہ کی بہی خواہی کا کلمہ پڑھتا ہے حکمرانوں کا گروہ بھی عجیب نادر طبقہ ہے جس کے بابت کلیلہ و دمنہ نے ان کے بابت خوب کہا ہے کہ فرقۂ سلاطین جمال امرد و شباب عورت کے مانند ہیں۔
گروہ چہارم اپنی طمع کی غرض سے بادشاہ کی بہی خواہی کرتا ہے جیسا کہ شمس الدین ابورجا نے کیا ہے اس بہی خواہی کی وجہ سے جس کا اصل سرچشمہ طمع زر تھا ابورجا نے تمام ملک کو تباہ و ویران کیا اور دست طمع دراز کر کے تمام جاگیرداروں اور عمال پرگنات سے رشوت حاصل کی۔
اس رشوت ستانی نے یہاں تک طول پکڑا کہ ملک شمس الدین عمال سے زیادہ سختی سے پیش آنے لگا۔
چنانچہ یہ گروہ بیچارگی کی وجہ سے سخت پریشان اور عاجز ہو گیا اور حیرت میں مبتلا ہوا ابورجا بغیر رشوت لئے ہوئے کسی فرد کو آزاد نہ کرتا تھا۔
ملک شمس الدین جب کسی شخص پر سختی و بازپرس کرنا چاہتا تو اس کو وزیر کے روبرو پیش کرتا اور اس شخص سے رشوت لیکر وزیر سے اس طرح کی گفتگو کرتا کہ وہ مجرم رہا ہو جاتا۔
اگرچہ خانجہاں کو یقین تھا کہ ابورجا محض رشوت حاصل کرنے کے لئے اس فرد پر سختی کر رہا ہے لیکن مجبوراً اُس کے قول کی تائید کرتا تھا اور ابورجا ناکار وزیر کی پرسش سے محروم رہے اور بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ مخلص کون ہے اور منافق کون ہے۔
جو شخص کہ شمس الدین کو رشوت دیتا تھا وہ فوراً آکر خانجہاں سے تمام واقعہ بیان کر دیتا تھا کہ میں نے اس وقت ابورجا کو اس قدر رقم رشوت میں دی ہے۔
خانجہاں اس شخص سے کہتا کہ اے نادان ابورجا جو کچھ طلب کرے وہ اس کے حوالے کر اور دیکھ کہ خدائے برتر کا کیا حکم ہے۔
ایک وقت ملک سید الحجاب کا ایک کام شمس الدین سے متعلق ہوا اور اس زمانے میں ملک سید الحجاب سلطان فیروز شاہ کے ہمراہ تھا۔

سید الحجاب کے ملازم روزانہ شمس الدین کے مکان پر آمد و شد رکھتے تھے اور اپنے کام کی تکمیل کے بابت تقاضہ کرتے تھے۔

جب ملازمین کو معلوم ہوا کہ ابورجا غفلت سے کام لے رہا ہے تو انھوں نے سید الحجاب کو ایک خط اس مضمون کا روانہ کیا کہ شمس الدین آپ کے معاملے میں غفلت و عدم توجہی کر رہا ہے اُس کو آپ ایک خط تاکیدی روانہ فرمائیں تاکہ معاملات جلد طے ہو جائیں۔

ملک شمس الدین نے ایک خط محبت آمیز لہجے میں روانہ کیا۔

غرضکہ اس طرح تقریباً تمام خانان و ملوک فیروز شاہی ابورجا کے دشمن جانی بن گئے اور اُس کی تخریب کے در پے ہوئے۔

اس زمانے میں ملک زادہ فیروز پسر ملک تاج الدین ترک جو سلطان تغلق کے عہد میں ہندوستان وارد ہو کر خانجہاں کے خطاب سے سرفراز ہوا تھا بر سر اقتدار تھا۔

ایک روز ملک زادہ مذکور اور ملک شمس الدین ایک جا بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت ملک شمس الدین جاگیر کا محاسبہ کر رہا تھا اور ہر لفظ پر سخت کلامی کر رہا تھا چنانچہ اس کارکن کو اس سختی کی وجہ سے یارائے دم زدن نہ تھا۔

ملک زادہ فیروز نے اُس موقعے نہایت عمدہ بات کہی کہ ملک ضیاء الملک زبان دراز و دست دراز دونوں جمع نہیں ہو سکتیں یا تو زبان کو دراز کرو اور یا ہاتھ کو۔

اگر زبان کو دراز کرتے ہو تو ہاتھ کو کوتاہ کرو ورنہ اس کے برعکس عمل کرو۔

اس موقعے پر ملک زادے نے شمس الدین سے یہ بھی کہا کہ ملک ضیاء الملک میں نے سنا ہے کہ تم کو دیوان عرض میں بھی اقتدار حاصل ہو گیا ہے تاکہ احباب کو بھی اپنی حاجت براری کا موقع حاصل ہو۔

ملک شمس الدین نے جواب دیا کہ میں کیا کروں چند انفار اراذل جمع ہو گئے ہیں جو ابتری میں خاص ملکہ رکھتے ہیں اور اس طرح سرقہ و دزدی کا بازار گرم ہے۔

ملک زادہ فیروز نے ہنس کر کہا کہ ملک ضیاء الملک وہ وقت آ گیا ہے کہ تمام اعیان و امرا ایکجا ہو کر اس امر پر اتفاق کر لیں کہ تم کو جلد سے جلد حکومت و عہدہ سے معزول کرا دیں

فیروز شاہ کا شمس الدین کو نہالستان میں جلا وطن کرنا

خانجہاں کی رائے میں شمس الدین ابورجا کی مہم نہایت سخت تھی۔

ظاہر ہے کہ اب دیوان وزارت کے ارکان میں کوئی ایسا زندہ و باقی نہ رہا تھا جو معاملات ملکی میں شمس الدین سے صاف و صریح گفتگو کر سکتا اس لئے کہ بندگی ملک الشرق و ملک نظام الدین نائب وزیر ممالک و خواجہ حسام الدین جنیدی و خواجہ شرف مالوہ وغیرہ واکابر جو اس کے اہل تھے کہ شمس الدین سے کسی معاملے میں گفتگو کریں وفات پا چکے تھے۔

اگرچہ خواجہ رکن الدین پسر خواجہ جنیدی و خواجہ عین الدین پسر خواجہ شرف مالوہ اپنے پدران مرحوم کے عہدوں پر مامور ہو چکے تھے لیکن یہ جدید ارکان وزارت کو شمس الدین کے مقابلے میں یارائے دم زدن نہ تھا۔

خانجہاں نے امرا و اعیان مملکت میں خواجہ ظہیر الدین کو صالح و عاقل و دانا و ماہر امور ملکی و مالی خیال کر کے اس کو ہم راز بنایا اور اس امیر کو جو تقریر اور تحریر میں خاص ملکہ رکھتا تھا شمس الدین کے تمام حالات سے آگاہ کر کے اس سے خفیہ طور پر کہا کہ جس طرح ممکن ہو اس خار کو راہ سے ہٹا کر حکومت کا راستہ صاف کر دو اور اس شخص کا قدم درمیان سے اٹھا کر ہم سب کو مطمئن بنا دو۔

خانجہاں کی یہ تقریر سنکر تمام اصحاب دیوان یکجا ہوئے اور ملک فضل اللہ بلخی جو نائب مستوفی تھا۔

مختصر یہ کہ تمام ملوک نے ملک شمس الدین کے کارناموں کی تحقیق شروع کی اور بیشتر سامانہ و گجرات کے دفاتر پر نظر ڈالی اور ہر شعبے کے جمع و خرچ کی تحقیق کر کے ابو رجا کی بے عنوانیاں یکجا کر کے خانجہاں کے ملاحظہ میں پیش کیں۔

چونکہ فیروز شاہ شمس الدین پر اس وقت تک بیحد مہربان تھا خانجہاں وقت اور موقعے کا منتظر رہا۔

اس درمیان میں ملک عبد اللہ کارکن کا ایک معاملہ شمس الدین کے روبرو پیش ہوا۔

ملک عبد اللہ سے ابو رجا کی سخت گفتگو بادشاہ تک پہنچائی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

روایت ہے کہ ملک عبد اللہ کارکن شاہان خراسان کی اولاد سے تھا جو فیروز شاہ کے دربار میں ملازم تھا۔

ملک مذکور دو پرگنوں کا جاگیردار تھا اور ان دونوں پرگنوں میں محاصل قانونی زیادہ وصول ہونے تھے شمس الدین نے ان پرگنوں کی بھی جانچ وپرتال شروع کی اور اس کارکن علے کو آزار پہنچانا شروع کیا اور اُن سے سختی کے ساتھ حساب طلب کیا۔

خانجہاں نے بھی شمس الدین کی ہاں ہاں ملائی اور ملک عبداللہ نے شمس الدین کی بید منت وخوشامد کی لیکن شمس الدین راہ راست پر نہ آیا۔

اس واقعہ کے بعد ملک عبداللہ نے خانجہاں کے حضور میں حاضر ہوکر اُس سے استدعا کی کہ شمس الدین کے پنجۂ ظلم سے اس کو نجات دلوائے۔

خانجہاں نے ملک عبداللہ سے کہا کہ ابورجا کے عادات بیحد قبیح ہیں وہ جب تک رشوت نہ لے لیگا تمھارا دامن نہ چھوڑے گا۔

خانجہاں نے ملک عبداللہ سے کہا کہ تم کسی طرح بادشاہ کو ان واقعات سے مطلع کردو اور اس طرح تمام عالم کو شمس الدین کے شر وفساد سے نجات دلواؤ۔

ایک روز بادشاہ نے محل بارہ میں دربار عام کیا اور ملک عبداللہ نے تمام واقعہ فیروزشاہ سے بیان کیا اور عرض کیا کہ بادشاہ کے صدقے اور طفیل میں اس بندہ درگاہ کے قبضے میں دو پرگنے ہیں اور ملک ضیاءالملک میرے ان پرگنات میں بیحد تحقیق وتفتیش کر رہا ہے تاکہ اس سختی کی وجہ سے مجھ سے رشوت حاصل کرے فیروزشاہ نے شمس الدین ابورجا کو طلب کیا اور فرمایا کہ سنو ملک عبداللہ کیا کہتا ہے۔

شمس الدین ابورجا نے کہا کہ ملک عبداللہ کے پرگنات کا محصول کم ہے اور اس کی آمدنی زاید ہے۔

ملک عبداللہ نے عرض کیا کہ بادشاہ کے تصدق وطفیل میں مملکت دہلی کا محصول تقریباً دس گنا ہوگیا ہے تو جس شخص سے رشوت لیتا ہے اُس سے درگزر کرتا ہے اور جو شخص تجھ کو رشوت نہیں دیتا تو اُس کو پریشان وتنگ کرتا ہے۔

مجھ کو رشوت دینے کی قدرت نہیں ہے میں تجھ سے کس طرح پیچھا چھڑاؤں۔

چونکہ میں تجھ کو رشوت نہیں دے سکا اس لئے تو میرے معاملات میں اس قدر سختی سے باز پرس کر رہا ہے اور مجھ کو اس درجہ پریشان کر رکھا ہے۔

اس موقع پر جس قدر اعوان وانصار سلطنت حاضر تھے انھوں نے بالاتفاق کہا کہ ملک عبداللہ

کا بیان صحیح ہے اور جو کچھ یہ عرض کرتا ہے قطعاً درست و صحیح ہے۔

فیروز شاہ صاحب فہم و فراست فرمانروا تھا اُس نے فوراً دریافت کر لیا کہ شمس الدین نے اپنی فتنہ انگیزی سے تمام سلطنت میں مخالفت اور دشمنی کی تخم ریزی کی ہے۔

بادشاہ اُس وقت تو بعد غور و فکر کر لینے کے بعد محل بارہ سے اُٹھ گیا اور خانجہاں بھی واپس آیا۔

خانجہاں دیوان وزارت میں تھا اور کارکنان علم نے شمس الدین کی خیانت آمیز کارروائیوں کو جو اُنھوں نے جمع کی تھیں خانجہاں کے ملاحظے میں پیش کیں۔

ایک خیانت آمیز کارروائی یہ تھی کہ جس زمانے میں شمس الدین نائب مقطع گجرات تھا اس نے مبلغ نو دہزار تنگہ اپنے ضروریات کے لئے خزانہ سرکار سے قرض لیا تھا اور تاحال وہ رقم ادا نہ کی تھی اور باوجود مستوفی ممالک ہو جانے کے یہ قرض اس پر باقی تھا۔

خانجہاں نے اصحاب خزانہ کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ میری عدم موجودگی میں اس واقعے کو بادشاہ کے حضور میں پیش کریں۔

اصحاب خزانہ نے خانجہاں کے حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ یہ رقم اب تک خزانے میں داخل نہیں ہوئی۔

بادشاہ نے عمال خزانہ پر عتاب کیا اور تمام کارکن خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔

فیروز شاہ کو یقین ہو گیا کہ شمس الدین نے مملکت و سلطنت پر قابض ہو کر اپنے کو مطمئن اور بازپرس سے بری خیال کیا ہے اور اس غفلت کے عالم میں مغرور رہا اور کوئی فرد اُس کے خوف کی وجہ سے ابو رجا سے رقم طلب نہ کر سکا۔

اس موقعے پر فیروز شاہ نے حکم دیا کہ خانجہاں ہر ممکن طریقے سے یہ رقم فوراً شمس الدین سے وصول کرے مختصر یہ کہ خانجہاں نے یہ معلوم کر کے کہ بادشاہ کا مزاج منحرف ہو گیا ہے اپنے ہم راز افراد کو طلب کیا اور اُن سے خفیہ طور پر کہا کہ جس زمانے میں ملک شمس الدین گجرات میں مقیم تھا تو بادشاہ نے یہ حکم نافذ کیا تھا کہ سوداگر جو جوائر سے ہاتھی ہمارے واسطے لیکر دہلی آئیں اگر کوئی جانور راہ میں تلف ہو جائے تو اُس ہاتھی کی قیمت خزانۂ شاہی سے

ادا کی جائے۔

اس فرمان کے بموجب شمس الدین فتنہ انگیز نے غلط بیانی کی اور چند ہاتھیوں کی قیمت غلط ظاہر کر کے اس کی رقم خزانے سے وصول کر کے اپنے ذاتی مال میں داخل کر لی۔

خانجہاں نے یہ خیانت بھی معلوم کی اور اپنے ہمراز افراد سے کہا کہ اُن سوداگروں کو حاضر کرو خانجہاں نے سوداگروں سے تحقیق کر کے اپنے اصحاب سے کہا کہ اس واقعے کو بھی بادشاہ کے حضور میں بیان کر دیں دیوان وزارت کے عملے نے یہ قصہ بھی فیروز شاہ سے بیان کیا اور اس واقعے کو سنکر بادشاہ شمس الدین سے قطعاً برگشتہ ہو گیا۔

مختصر یہ کہ دوسرے روز خانجہاں ملوک خانہ میں اجلاس کر رہا تھا اور شمس الدین اُس کے روبرو شوخیاں کر رہا تھا فیروز شاہ نے عبداللہ کارکن سے دریافت کیا کہ اس وقت ملوک خانہ میں کون کون افراد موجود ہیں ملک عبداللہ نے عرض کیا کہ خانجہاں اور ملک ضیاء الملک ملوک خانہ میں بیٹھے ہیں بادشاہ نے فرمایا کہ شمس الدین میں یہ قابلیت کہاں ہے کہ وہ خانجہاں کے روبرو بیٹھے۔

بادشاہ نے یہ کہا اور عبداللہ کو حکم دیا کہ ابورجا کو پکڑ کر استادہ کر دے۔

ملک عبداللہ اُس وقت بادشاہ کے پاس سے ملوک خانے میں آیا اور ابورجا کی کمر پکڑ کر کہا کہ بادشاہ فرماتا ہے کہ تجھ کو خانجہاں کے روبرو بیٹھنے کی مجال نہیں ہے۔

اس موقعے پر مورخ عفیف بھی دیوان وزارت میں حاضر تھا اور یہ تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا مورخ عفیف اس زمانے میں دیوان عالی کے بار دہندگاں کے گروہ میں شاہی ملازم تھا جس وقت ملک عبداللہ نے ابورجا کی کمر پکڑ کر کھڑا کرنا چاہا ابورجا فوراً استادہ ہو گیا اور ملک عبداللہ نے شملۂ علم و کلاہ دولت اُس کے جسم و سر سے اُتار لی اور ابورجا نے خانجہاں کے روبرو استادہ ہو کر تمام واقعہ بیان کیا۔

سبحان اللہ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر جس کو کسی قسم کی پائیداری حاصل نہیں ہے اور افسوس ہے اُن افراد کے حالات پر جو اس پر شیفتہ ہو کر آخرت کی نعمت کو فراموش کرتے ہیں۔

دوسرے روز بادشاہ نے فرمان صادر فرمایا کہ ابورجا کو تخت شاہی کے روبرو لائیں اور اُس کے دونوں ہاتھ پیٹھ پر باندھیں اور بازپرس و حساب کے لئے اُس کو خانجہاں کے سپرد کر دیں۔

ابورجا کا تمام مال و اسباب ضبط کر کے سرائے شاہی میں لایا گیا اور انبار کر دیا گیا۔
اُس روز ہر چہار شہر کے باشندے اسباب کے ملاحظے کے لئے آئے اور سرا میں بہت بڑا مجمع ہو گیا۔
اس ہجوم کی وجہ سے شور و غل بلند ہوا اور بادشاہ نے دریافت کیا کہ اس شور کا سبب کیا ہے حاضرین بارگاہ نے عرض کیا کہ ہر چہار شہر کے باشندے ابورجا کا اسباب و مال دیکھنے آئے ہیں۔
فیروز شاہ نے فرمایا کہ ابورجا نے اگر قصور کیا ہے تو میری مملکت کا ان بازاریوں سے اس کو کیا نقصان پہنچا ہے جو اُس کا مال و اسباب دیکھنے جمع ہوئے ہیں۔
مقرب اہل دربار نے عرض کیا کہ ابورجا تمام ملک پر حاوی ہو گیا تھا اور اپنے زمانہ اقتدار میں اُس کا یہ معمول تھا کہ جس شخص کا اسباب خرید کرتا اُس پر سختی کر کے اصل قیمت سے اس کو کم ادا کرتا تھا اور اس کے رعب داب سے کسی شخص کو یارائے دم زدن نہ تھا۔
اہل بازار کو یہ معلوم ہو گیا کہ اُس کا اسباب ضبط کر لیا گیا ہے ابھی اس کو اور اس کے اسباب کو دیکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔
اس موقعے پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ زہے حیات بدجو بدنامی سے بسر ہو۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ دربانوں کو حکم دو کہ اہل بازار کو اندر آنے دیں تاکہ وہ آکر عبرت کا تماشہ دیکھیں مختصر یہ کہ ابورجا کے مال و اسباب کی قیمت کا اندازہ کیا گیا اور معلوم ہوا کہ کل اسی ہزار تنکے کی مالیت ہے۔
ابورجا کے ایک دشمن نے بادشاہ سے کہا کہ ابورجا نے شاہی حصار کے اندر بھی ایک مکان تعمیر کرایا تھا اور اُس گھر میں آستانہ کے درمیان اشرفیاں خفیہ طور پر رکھی ہیں۔
شاہی حکم کے مطابق اُس گھر کی تلاشی لی گئی اور تین ہزار اشرفیاں برآمد ہوئیں۔
اس واقعے کے بعد خانجہاں نے کہا کہ اے مکار شمس الدین اور بقیہ مال بتا اور ابورجا نابکار نے جواب دیا کہ اور زائد مال میرے پاس نہیں ہے۔
بادشاہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی گئی اور اس نے بطور مزاح خانجہاں سے کہا کہ تم ہمیشہ تن آسانی میں زندگی بسر کرتے ہو اور اتنا مال بھی دشمن سے نہیں وصول کر سکتے۔
خانجہاں نے جو ابورجا کا دشمن جانی تھا اس کو باندھ کر اور زیادہ سختی شروع کی۔

اس کے علاوہ خدا کی مشیت و قدرت سے خانجہاں کے اسباب میں جو سرائے شاہی میں انبار کیا گیا تھا ایک صندوق میں تین تھیلیاں زہر ہلاہل کی مع چند زریں تبر کے برآمد ہوئیں۔

یہ اشیا بھی بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئیں اور اُس نے حکم دیا کہ ابورجا سے دریافت کریں کہ اُس نے یہ زہر ہلاہل کس کے لئے جمع کیا ہے۔

ابورجا نے جواب دیا کہ میں نے یہ زہر ہلاہل اپنے عیال و اطفال کے لئے جمع کیا تھا۔

بادشاہ نے یہ سنکر فرمایا کہ ابورجا کیا وہ مکار شخص ہے اس نے خدا معلوم کتنے مسلمانوں کو ہلاک کرنے کے لئے یہ زہر جمع کیا تھا خداوندکریم نے اپنے فضل و رحم سے ان غریبوں کو اُس کے شر سے محفوظ رکھا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ زہر کے تینوں بدرے کوشک فیروز آباد کے پاس دریائے جمنا میں غرق کردئے جائیں۔

چند روز کے بعد بادشاہ نے شکار کے لئے بداؤن کا سفر کیا اور ابورجا کو مال طلب کرنے کے لئے خانجہاں کے سپرد کر دیا۔

وزیر ہوا خواہ نے چھ ماہ کامل دیوان وزارت میں اجلاس کیا اور شمس الدین پر اس قدر زدوکوب ہوتی کہ لکڑی ٹوٹ جاتی اور ذرہ ذرہ ہو جاتی تھی لیکن ابورجا کی دلیری و ہمت کی تعریف کرنی چاہیئے کہ اس نے روزانہ اس قدر ضرب شدید برداشت کی لیکن زبان سے لفظ توبہ نہ نکالا۔

ہر روز ایک دولت کھاتا تھا اور اس قدر مارا جاتا تھا کہ بے طاقت ہو جاتا تھا اور اس کے بعد اُس کا پاؤں پکڑ کر کشاں کشاں دیوان سے باہر لاتے تھے اور دوسرے روز چند لت کھاتا تھا غرضکہ خانجہاں نے چھ ماہ کامل اس طرح ابورجا کو زدوکوب کی اور اُس پر بے انتہا شدتیں کیں اور اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ شمس الدین کو تباستہاں و بیابان کے غربی سمت میں جو ےآب خطہ ہے جلا وطن کر دیا جائے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جب تک فیروز شاہ زندہ رہا ابورجا اس مقام پر جلا وطن رہا محمد شاہ بن فیروز شاہ نے اپنے دور حکومت میں ابورجا کو بعد تعظیم و اہتمام کے ساتھ اس مقام سے واپس بلایا لیکن ابورجا ان زحمتوں کی وجہ سے جو اس کو

خانجہاں کے ہاتھوں سے پہنچے تھے گھوڑے پر سوار نہ ہو سکتا اور پالکی میں بیٹھ کر چلتا تھا چنانچہ چند روز کے بعد اُس نے وفات پائی۔

ابور جا نے تین سال دیوان وزارت میں کام کیا اور اس زمانے تمام عمال دیوان کو پریشان کر کے ملک کو درہم و برہم کر دیا اور آخر کار ۷۶۹ھ ہجری میں اس جہاں سے رخصت ہوا۔

اب مورخ چند مقدمات فیروز شاہی عہد کے معرض بیان میں لا کر فیروز شاہ کے مناقب کے ذکر پر کتاب کو تمام کرتا ہے۔

بارھواں مقدمہ

ملک شمس الدین دامغانی کے خط کا بیان اور بادشاہ کی کرامت

نقل ہے کہ سلطان محمد بن سلطان تغلق کے عہد حکومت میں اٹھارہ واقعات مخالفت کے پیش آئے جن میں سلطان محمد نے خون جگر پیا لیکن فیروز شاہ کے چہل سالہ دور حکومت میں ایک فرد نے بھی سر نہ اٹھایا صرف ملک شمس الدین دامغانی نے مخالفت کا علم بلند کیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ کے ابتدائے جلوس سے ۷۷۸ھ تک بادشاہ کی ملک رانی و حکومت اُس کے جاہ و حشم و نیز اُس کی دولت و ثروت نے روز افزوں ترقی کی اور اس زمانے میں تمام رعایا خوش و آباد رہی۔

غرضکہ بادشاہ نے چھبیس سال کامل نہایت اطمینان و مسرت میں بسر کئے اور اُس کی جاہ و حشمت برابر ترقی کرتی رہی۔

فیروز شاہ نے ۷۷۸ھ ہجری میں شکار کے لئے کنیر کا سفر کیا اور شکار کھیلنے اور سیر و تفریح میں مشغول ہوا۔

تقدیر الٰہی نے سال مذکور کے ابتدائی زمانے میں رنگ بدلا اور بادشاہ کے لخت جگر شاہزادہ فتح خاں نے وفات پائی۔

اس زمانے میں بادشاہ سفر سے واپس آچکا تھا اور چونکہ موسم برسات آچکا تھا فیروز شاہ دریائے گنگ کو عبور کر چکا تھا کہ شہزادہ فتح خاں نے وفات پائی

اس سفر میں مورخ عفیف بھی بادشاہ کے ہمرکاب تھا۔

مختصر یہ کہ شاہزادہ فتح خاں کے وفات کی وجہ سے بادشاہ کو بیحد رنج ہوا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

اس سال بادشاہ جب شہر میں داخل ہوا تو اُس نے اپنی آئین ورسوم گزشتہ کو یک لخت منع کر دیا۔

اس واقعے کے بعد ۷۸۰ھ ہجری میں بادشاہ شہر میں مقیم تھا کہ ایک خراسانی شخص نے محل باشیب کے اندر کوتوال پر تلوار چلائی یہ پہلی تلوار تھی جو فیروز شاہی عہد میں نیام سے باہر آئی۔

معتبر رواۃ نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ تجار خراسان میں ایک شخص کسی جرم کی بنا پر کوتوال کی حراست میں تھا اور اس قید میں بیحد محنت و مشقت برداشت کرتا تھا۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ بندی خانے کے قیدیوں کا حال اور اُن کی مفصل کیفیت میرے حضور میں پیش ہو۔

اس حکم کی بنا پر ملک نیک احدی اس خراسانی کا حال بادشاہ کے حضور میں لے گیا۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ یہ شخص مسافر ہے اس کو میرے حضور میں حاضر کرو۔

ملک نیک احدی نے آخر وقت اس مجرم کے بند بند جدا کئے اور اپنے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں لے گیا کوتوال و مجرم ہر دو اشخاص باشیب کے روبرو صحن میں پہنچے اور ملک نیک احدی آگے آگے تھا اور خراسانی اس کے عقب میں۔

اس مقام پر تیغداروں کا ایک گروہ موجود تھا اور خراسانی نے اپنی طاقت کے غرور میں دست درازی کی اور ایک تیغدار کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھین کر اس کو نیام سے نکالا اور کوتوال پر وار کیا۔

کوتوال خراسانی کی بغل کے اندر آگیا اور اس پر ضرب کاری نہ لگی اور وہ سلامت رہا صرف سر پر ایک اوچھا سا زخم آگیا اور باشیب میں شور بلند ہوا۔

یہ خراسانی اپنے گروہ میں خواجہ کے لقب سے مشہور اور بیحد صاحب عزت و وقعت تھا جو محض ایک جرم کی بنا پر ملک نیک احدی کی قید میں گرفتار اور زندان میں بیحد سختی و مصیبت کا شکار ہو رہا تھا اس شخص کا مقدمہ بارہا خانجہاں کے حضور میں پیش ہو چکا تھا اور روزانہ اجلاس کے وقت یہ شخص وزیر کے حضور میں حاضر کیا جاتا تھا اور خانجہاں اس شخص کے بابت تمام اصحاب وزارت سے مشورہ کرتا تھا لیکن اُس کی سمجھ میں نہ آتا کہ کیا فیصلہ کرے۔

چونکہ فیروز شاہ شکار کو گیا ہوا تھا خانجہاں نے اُس کا مقدمہ ملتوی رکھا تاکہ بادشاہ کی مراجعت پر مجرم کو فیروز شاہ کے حضور میں پیش کرے۔

اس زمانے میں بادشاہ سفر سے واپس آیا اور اُس نے تمام اہل زندان کا حال دریافت کیا اور مجرم نے کوتوال پر تلوار کا وار کیا جو بیحد شور و غل بلند ہوا اور آوازہ بادشاہ کے کانوں تک پہنچی۔

اس وقت فیروز شاہ محل جھجہ جوبین میں مقیم تھا لیکن بے انتہا دہشت و خوف کی وجہ سے بام کوشک پر نمودار ہوا اس درمیان میں خراسانی نے کوتوال پر تلوار چلائی جو کوتوال پر کاری نہ لگی۔

مجرم تیغ زنی کے بعد دریا شیب کی طرف فراری ہوا اور ارادہ کیا کہ باہر نکل جائے۔ چونکہ اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی کسی تیغ دار و سپر دار کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ خراسانی کے قریب آکر اس کو روکے خراسانی نے ارادہ کیا پاشیب کے اوپر سے نیچے آئے لیکن دوڑنے اور چلنے کے درمیان اُس کا پاؤں لڑکھڑایا اور وہ زمین پر گرا۔

بعض تیغ دار جو پاشیب میں نوبتی تھے اس کے عقب میں دوڑے اور اپنی سپریں خراسانی پر ڈال کر اُس کو گرفتار کر لیا اور حراست میں لے لیا۔

بادشاہ کو تمام حقیقت حال سے اطلاع ہوئی اور اُس نے مجرم سے کہا کہ اے شخص تو خراسان کا باشندہ ہے تو نے ہمارے کوتوال پر کیوں ایسی ضرب لگائی تھی کہ اگر کاری پڑتی تو اس کی جان سلامت نہ رہتی۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ چونکہ یہ مسافر ہے اس کے لئے یہی حکم کافی ہے کہ مجرم کو دربار کے سامنے حاضر کرو اور تمام اہل خراسان سے جو اس کے ہم وطن ہیں یہ کہو کہ اس کے

منہ میں تھوکیں اس کے بعد مجرم کو موکلوں کے حوالے کریں تاکہ اس کو ہمارے ملک سے خارج کردیں۔
اہل خراسان نے بادشاہی حکم کی تعمیل کی اور مجرم نے اپنے پیٹ میں چاقو بھونک کر
اپنے کو ہلاک کیا اس حال سے بادشاہ کو آگاہ کیا گیا اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ بکری اپنے پاؤں
کے بل خود لٹکائی گئی۔

اس واقعے وکتابہ سے مقصود یہ ہے کہ پہلی تلوار جو عہد فیروز شاہی میں نیام سے نکلی وہ
اس خراسانی کی تیغ تھی جو اس نے ۷۸۰ھ ہجری میں کوتوال پر چلائی اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ وقت
کیسا منحوس تھا۔

اس واقعے کے بعد ۷۸۱ھ ہجری میں بادشاہ نے شکار کے لئے اٹاوہ اور تیلے کا سفر
کیا اور برسات کے اختتام تک اسی سمت قیام پذیر رہا۔
خدا کی قضا و قدر سے اس سال اکثر فیروز شاہی امرا نے جو اس کے ہم عمر و ہم عہد تھے
وفات پائی اور ان کے تابوت شہر میں لائے گئے۔
ان امرا میں سے ہر شخص کی موت پر بادشاہ نے اظہار افسوس کیا اور بیحد رنجیدہ ہوا۔
اس کے بعد ۷۸۲ھ ہجری میں شمس الدین دامغانی نے گجرات میں علم بغاوت بلند
کیا اور ۷۸۳ھ ہجری میں ابو جا کو مستوفی ممالک کا عہدہ عطا ہوا اور یہ شخص ۷۸۵ھ تک برسر اقتدار رہا۔
اس کے بعد ۷۸۹ھ ہجری میں خود فیروز شاہ کو سخت تکلیف دہ واقعہ پیش آیا۔ اور
۷۸۹ سنہ ہجری میں دہلی میں فساد و فتنہ برپا ہوا اور شاہزادہ محمد خاں و خانجہاں میں
معرکہ آرائی ہوئی اس کے بعد ۷۹۰ھ ہجری میں خود فیروز شاہ نے وفات پائی۔

شمس الدین دامغانی کی فطرت کا ذکر

شمس الدین دامغانی ایک شخص تھا جس کو ظفر خاں گجراتی سے قرابت حاصل
تھی ظفر خاں کو بادشاہ کے دربار و بیشتر گروہ امرا میں ایک خاص امتیاز حاصل تھا اور اپنے
ہم عصر اعیان ملک کے ساتھ عمدہ سلوک و تواضع سے پیش آتا تھا۔
فیروز شاہی امرا نے ارادہ کیا کہ نیابت گجرات کسی معتبر شخص کے حوالے کی جائے
اور ظفر خاں بن ظفر خاں کو دربار میں رکھا جائے۔

اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ ظفر خاں بزرگ نے قضائے الٰہی سے وفات پائی فرزند دریا خاں ظفر خاں کے خطاب اور گجرات کی حکومت سے سرفراز فرمایا گیا۔

ظفر خاں دوم نے چند روز گجرات کا انتظام اس بہترین طریقہ پر کیا کہ دولت آباد میں تمام اشخاص اس کے نام سے کانپ اُٹھے۔

فیروز شاہ خود چند ماہ سے گجرات کے انتظام کے خیال میں تھا اور ہر شخص کے متعلق غور کر رہا تھا دامغانی نے بھی اس خدمت کو حاصل کرنے کی بیحد کوشش کی اور عماد الملک کو واسطہ بنایا۔

عماد الملک نے بارہا بادشاہ کے حضور میں دامغانی کی سفارش کی اور فیروز شاہ نے ہر بار یہی فرمایا کہ اس میں شبہ نہیں کہ دامغانی بیحد کارگزار ہے لیکن اس کے ساتھ حیلہ باز و فتنہ انگیز ہے اور یہ بہت ممکن ہے کہ اس کے تقرر سے اہل عالم کو رنج و ملال پہنچے۔

اس واقعے نے یہاں تک طول پکڑا کہ عماد الملک نے اس امر میں دل و جان سے کوشش شروع کی۔

چونکہ خدا کی مشیت یہی تھی کہ دامغانی چند روز حکمرانی کا ڈنکا بجائے فیروز شاہ نے عماد الملک کا معروضہ قبول کیا اور اُس کو اپنے حضور میں حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

دامغانی حصول مراتب کے لئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور چند روز کے بعد یہ شخص حاضر ہوکر بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا۔

فیروز شاہ نے دامغانی سے فرمایا کہ تو مجھ کو اپنی ضمانت دے۔

دامغانی نے عرض کیا کہ جس شخص کو بادشاہ ارشاد فرمائیں بندۂ درگاہ اس کو اپنا ضامن بنائے۔

فیروز شاہ نے فرمایا بہتر ہے تو حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا کی ضمانت دے۔

دامغانی نے اس کو قبول کیا اور بادشاہ دوسرے روز دامغانی کو ہمراہ لے کر حضرت محبوب الٰہی کے آستانہ پر حاضر ہوا۔

دامغانی نے محبوب الٰہی کی قبر مبارک کا غلاف پکڑا اور قبلہ رو ہو کر حضرت نظام الدین اولیا کو اپنا ضامن بنایا۔

فیروز شاہ حضرت شیخ کے آستانہ سے واپس ہوا اور اس نے دامغانی کو حکومت عطا فرما کر گجرات روانہ ہونے کا حکم دیا۔

مختصر یہ کہ دامغانی دہلی سے روانہ ہو کر چند روز میں گجرات پہنچا اور وہاں کے قریات و پرگنات کے محاصل سے بے شمار رقم جمع کی۔

دامغانی کے پاس وافر روپیہ جمع ہو گیا اور اُس نے غداری کا خیال دل میں پکایا۔ اس شخص نے اس رقم سے آلات حرب و سامان جنگ خریدا اور گجرات کے محاصل میں سے ایک دانگ بھی فیروز شاہ کے حضور میں نہ روانہ کیا اور اپنے ہم نشین افراد میں کسی شخص کو اس حال سے آگاہ نہ کیا۔

چند روز کے بعد دامغانی نے اپنے اسرار سے اہل گجرات کو آگاہ کیا اور ہر فرد کو شیریں کلامی و نیز وعدہائے بزرگ سے خوش و قوی بنایا۔

دامغانی کے خیالات سے واقف ہو کر امیران صدگان ایک مقام پر جمع ہوئے اور انھوں نے دامغانی کو قتل کیا اور تمام عرائض بادشاہ کے حضور میں روانہ کئے۔

امرا کے عرائض جو دامغانی کی غداری کے متعلق تھے ہنوز دربار میں پڑھے جاتے تھے کہ اُس کا سر بھی بادشاہ کے حضور میں پہنچا۔

مجرم کے سر کے ساتھ امرا کے عرائض بار دگر پہنچے جس میں مرقوم تھا کہ دامغانی حرام خوار کا سر حضور میں روانہ کیا جاتا ہے۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ دامغانی کا سر دربار کے روبرو آویزاں کیا جائے تاکہ اہل عالم کو عبرت حاصل ہو۔

سچ ہے کہ یہ تمام واقعات حشمت و جلال خود فیروز شاہ کے حسن عقیدت کے برکات ہیں کہ دامغانی مجرم بلا کسی معرکہ آرائی کے قتل ہوا اور اس کا سر بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا۔

بزرگوں کا قول ہے بلکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص خدا کا ہو جائے گا اللہ کا کرم ہر وقت اس کے ساتھ رہیگا۔

دامغانی کے قتل کا تفصیلی بیان

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ شمس الدین دامغانی نے انحراف اختیار

کیا اور بادشاہ سے مخالفت کر کے اُس کی اطاعت و فرمانبرداری سے انکار کیا۔
تمام خلقت گجرات اس کے خیال خام پر خندہ زنی کرتی اور ہر شخص اُس کی مخالفت پر آمادہ ہوا۔
تمام خان و ملوک و امرائے صدگان اور ترکش دار یکدل ہو کر ایک مقام پر جمع ہوئے اور ان تمام اعیان شہر خصوصاً ملک شیخ فخر خاں وغیرہ امرائے بزرگ دامغانی کے شدید ترین دشمن بن گئے۔
صبح صادق کے وقت دامغانی کے پہرہ دار روانہ ہو گئے اور اُس کا مکان خالی ہو گیا۔
اس حالت میں یہ تمام پہلوان اپنے نیزے اور تیغ ہمراہ لیئے ہوئے دامغانی کے گھر میں گھس آئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔
یہ بھی ان اشخاص نے بیان کیا ہے کہ جس زمانے سے کہ شمس الدین دامغانی نے بادشاہ کی مخالفت کا خیال پکایا اور اُس سے منحرف ہوا اُس وقت سے تمام مخلوق خاص و عام و جوان و پیر نے جو گجرات میں مقیم تھے دامغانی کو نشانہ ملامت بنایا۔
ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات خدائے بزرگ کی عنایت اور اُس کے کرم کے آثار و برکات تھے جو رونما ہوئے۔

فیروز شاہ کا مجرموں کے ایک گروہ کو قتل کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ خونی مجرموں کی ہرگز رعایت نہ کرتا اور فوراً اُن سے قصاص لیتا تھا۔
بادشاہ کے ابتدائی عہد میں یوسف بغرا کے فرزند نے باہم جنگ آزمائی کی جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔
واضح ہو کہ یوسف بغرا سلطان محمد تغلق کے عہد میں صاحب جاہ و مراتب و کلاہ تھا اور امرائے محمد شاہی میں بیحد ممتاز و سرفراز رہتا تھا۔
یوسف بغرا کے دو فرزند تھے جن کی پرورش و پرداخت میں یوسف بیحد کوشش کرتا تھا اور یہ دونوں فرزند علحدہ علحدہ ماؤں سے تھے۔

فیروز شاہ کے عہد میں یوسف کے ہر دو فرزند قصبہ یوسف پور کو جو یوسف بقرا کی قدیم جاگیر تھی روانہ ہوگئے۔ برادر بزرگ نے ارادہ کیا کہ برادر خورد کو قتل کرکے اُس کو دفع کرے لیکن اُس کو موقع نہ ملتا تھا۔

یہ ہر دو برادر یوسف پور گئے اور چند روز کے قیام کے بعد برادر بزرگ نے چھوٹے بھائی کو قتل کیا۔

مقتول کی والدہ نے بارگاہ شاہی میں فریاد کی اور فیروز شاہ اس واقعے کو سنکر بیحد حیران ہوا اس لئے کہ برادر بزرگ پر بادشاہ بیحد مہربان تھا اور وہ دربار شاہی کے مقرب افراد میں شمار ہوتا تھا فیروز شاہ نے بیحد غور و فکر کے بعد حکم دیا کہ دربار کے روبرو مجرم قتل کیا جائے۔

باوجودیکہ بادشاہ یوسف بقرا کے فرزند کلاں پر بیحد مہربان تھا بریں ہم اُس سے قصاص لیا اور معاف نہ فرمایا۔

اس طرح ایک واقعہ یہ ہے کہ فیروز شاہ کے آخر عہد میں خزانے میں ایک شخص نویسندے کی خدمت پر مامور تھا اور اُس کے نام خواجہ احمد تھا۔

ایک طالب علم اس کے مکان پر خواجہ احمد کے خرد سال بچوں کو تعلیم دیتا تھا۔

طالب علم شہر دہلی میں اور خواجہ احمد فیروز آباد میں مقیم تھے اور خواجہ احمد اور اس طالب علم میں بیحد محبت تھی اتفاق سے خواجہ احمد اُس طالب العلم سے بدگمان ہوا اور اس کو خائن خیال کیا۔

یہ طالب علم ایک عورت پر عاشق تھا اُس کا قاعدہ تھا کہ شنبے کے روز دہلی سے فیروز آباد آتا اور پانچ روز خواجہ احمد کے اطفال کو تعلیم دیکر پنجشنبے کو دہلی واپس جاتا تھا۔

ایک شب خواجہ احمد مکار نے اپنے دو غلام زادوں کو اپنا ہم خیال بنایا اور فیروز آباد میں اس طالب العلم کے ہمراہ بادہ نوشی میں مشغول ہوا۔

شراب خواری کے عالم میں دماغ نشۂ غرور سے سرشار ہوا اور خواجہ احمد اور اس کے دونوں غلاموں نے طالب العلم کو قتل کر دیا اور نصف شب کے وقت اُس کی لاش اپنے مکان سے باہر لاکر پل ملک کے اوپر باہر پھینک دی اور اپنے خون آلود کپڑے دھوبی کو دھلنے کے لئے دے دئے۔

صبح کے وقت آفتاب نمودار ہوا اور بادشاہ سیر کرتا ہوا اُس پل پر پہنچا اور اس مقتول کو دیکھ کر اس مقام پر ٹھہر گیا۔

اس زمانے میں ملک تیک اہدی کوتوال وفات پا چکا تھا اور اُس کا پسر ملک حسام الدین متوفی پدر کا جانشین تھا فیروز شاہ نے اُس مقام پر کوتوال کو طلب کیا اور یہ فرمایا کہ اگر اس مقتول کے قاتل کا نشان نہ ملیگا تو میں تجھ کو بجائے مجرم کے قتل کردوں گا۔

ملک حسام الدین بادشاہ کے اس حکم سے بیحد حیران ہوا اور اس فکر میں گرفتار ہوا کہ کس شخص کو گرفتار کر کے خون کا گناہ گار قرار دے۔

غرضکہ مقتول کا سر اور اس کا منہ دھویا گیا اور سر کو خوب صاف کر کے جسم سے جوڑا اور اُس کے جسم کو سرکاری چوکی میں رکھا کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص مقتول کے مکان و قبیلے سے آگاہ کر سکے اور بتا سکے کہ اس کا وطن کہاں ہے۔

اس مقام پر خلقت خدا جمع ہوئی اور تماشائیوں کا بیحد ہجوم ہوا ایک شخص نے مقتول کی شناخت کی اور کہا کہ یہ شخص حصار سیری میں فلاں اور فلاں محلہ کا باشندہ ہے۔

بیحد تلاش و جستجو کے بعد مقتول کے مکان کا پتہ چلا اور اس کے اعزہ کو حقیقت حال سے خبردار کیا گیا۔

مقتول کے عزیز و اقارب دوڑے اور حیران و پریشان اُس کے لاش پر پہنچکر گریہ وزاری میں مشغول ہوئے۔

مقتول کے اعزہ نے بیان کیا کہ یہ شخص خواجہ احمد کے مکان پر اس کے لڑکوں کو تعلیم دیتا تھا۔

ان اشخاص نے یہ بھی بیان کیا کہ احمد اس مقتول سے بدگمان تھا ممکن ہے کہ اُس نے اس کے قتل کرنے میں کوشش کی ہو۔

خواجہ احمد کو کوتوال کے روبرو حاضر کیا گیا لیکن اُس نے اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے جرم سے انکار کیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ خواجہ احمد کے غلاموں اور اس کی کنیزوں پر سیاست کی جائے۔

کوتوال نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور خواجہ احمد کے غلاموں نے تمام واقعہ راستی کے ساتھ

بیان کر دیا اور کہا کہ خواجہ احمد اور اُس کے دو غلاموں نے مقتول کے ہمراہ بادہ خواری کی اور نشہ کے عالم میں اس طالب العلم کو غلاموں نے پکڑا اور خواجہ احمد نے اس کو چاقو سے ذبح کر ڈالا۔
اس موقع پر خواجہ احمد نے کہا کہ یہ غلام دروغ گو ہیں خود انھوں نے اُس شخص کو ذبح کیا ہے۔

غلاموں نے کہا کہ خواجہ احمد کا خون آلود جامہ دھوبی کو دیدیا گیا ہے۔
اس تقریر کے بعد دھوبی طلب کیا اور وہ کپڑا دھلا ہوا لے کر حاضر ہوا اور کپڑے میں جابجا زرد رنگ کے خون کے داغ تھے۔
خواجہ احمد سے ان داغوں کے بابت سوال کیا گیا کہ میں نے ایک جانور ذبح کیا تھا یہ اُس کے خون کے نشانات ہیں۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ قصاب حاضر کئے جائیں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور اُس سے اس علامت کے بابت دریافت کیا گیا۔
قصابوں نے جواب دیا کہ یہ علامت کسی جانور کے خون کی نہیں ہو سکتی بلکہ انسان کے خون کو دھونے سے کپڑے پر زرد داغ پیدا ہو جاتے ہیں۔
قصابوں کا جواب سنکر بادشاہ نے حکم دیا کہ خواجہ احمد کو سیاستگاہ میں لیجا کر قتل کریں۔
اس موقع پر خواجہ احمد خانجہاں کے قدموں پر گر پڑا اور بیحد منت و عاجزی سے کہا کہ میں اس مقتول کا خون بہا اسّی ہزار تنگے ادا کروں گا۔
خانجہاں نے بادشاہ سے یہ واقعہ عرض کیا کہ خواجہ احمد اسّی ہزار تنگہ خوں بہا ادا کرنے کے لئے آمادہ ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اے خانجہاں جس شخص کے قبضے میں مال و دولت ہوگی وہ اس طرح بے گناہ افراد کو قتل کرے گا اگر قتل کے معاوضے میں مال وصول کر کے مجرم رہا کر دئے جائیں گے تو مخلوق کو بیحد دقت پیش آئے گی اور قیامت میں خدا کے حضور میں مجھ کو ندامت و شرمندگی ہوگی۔
خانجہاں نے عرض کیا کہ خزانہ شاہی کے لاکھوں روپیہ کا حساب خواجہ احمد کے ذمے ہے اگر چند روز قصاص میں توقف فرمایا جائے تو بہتر ہے تاکہ بیت المال کا معاملہ صاف ہو جائے۔
فیروز شاہ نے فرمایا کہ میں خزانے کے لکھو کھا روپیہ سے باز آیا خواجہ احمد کو فوراً سزا دیجائے

آخر کار خواجہ احمد اور اُس کے دونوں غلاموں کو تمام خاص و عام کے روبرو سزا دی گئی۔ غرض کہ اگر مورخ فیروز شاہ کے عدل و انصاف کے ہر جزئی معاملات کو قلمبند کرے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

چودھواں مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا آخر عمر میں قیدیوں کے احوال مساجد کی آراستگی اور مظلوم افراد کی داد خواہی میں مصروف ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے آخر زمانے میں خدا کے خوف سے انھیں امور پر بیحد توجہ فرمائی اور انھیں کو انجام دینے کی کوشش کرتا رہا۔

ایک قیدیوں پر توجہ کرنا جس کا تفصیلی حال یہ ہے کہ فیروز شاہ جب سیر و شکار سے واپس آتا اور شہر فیروز آباد میں قیام فرماتا تو قیدیوں کے احوال کی پرسش کرتا تھا اور جو شخص کہ رہا کرنے کے لائق ہوتا اس کو فوراً رہا کر دیتا تھا قیدیوں میں جو شخص جلاوطن کرنے کے قابل ہوتا وہ جلاوطن کیا جاتا تھا لیکن ہر ایسے شخص کو وظیفہ عطا ہوتا تھا کہ یہ شخص غربت کے عالم میں معاش کی تنگی سے پریشان نہ ہو۔

فیروز شاہ نے بارہا عمال درگاہ کو تاکید کی کہ دیکھو مجرم کو زیادہ مدت تک قیدخانے میں نہ رکھو اس لئے کہ اُس کے دل کی آہ کو برداشت کرنا بیحد مشکل ہے۔

فیروز شاہ ہمیشہ یہ فرماتا تھا کہ غریب اہل زندان ہمیشہ پریشان خاطر و عاجز و حیران رہتے ہیں اور اپنی خیانت کی وجہ سے جو ان سے ناعاقبت اندیشی سے کی ہے قید میں گرفتار ہے۔

جس زمانے میں کہ عزیز مصر نے ہولناک خواب دیکھا تو تمام معتبر افراد کو جمع کیا لیکن کوئی شخص اس کے خواب کی تعبیر نہ بیان کر سکا۔

اس مجمع میں وہ شرابداری تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ہمراہ قیدخانے میں تھا۔

اس غلام نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ایک کنعانی غلام قیدخانے میں ہے یہ شخص بیحد عاقل ہے اور امید ہے کہ وہ اس خواب کی تعبیر بیان کرے گا۔

عزیز مصر نے اسی شرابدار کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانے میں تعبیر دریافت کرانے کے لئے بھیجا۔

شرابدار نے حضرت سے خواب بیان کیا اور جناب یوسف علیہ السلام نے فوراً تعبیر بیان کی اور فرمایا کہ اس شہر میں سات برس کا ل قحط پڑے گا۔

اس مقام پر اس واقعے کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا میرے بھائی یوسف پر رحمت نازل فرمائے کہ انھوں نے فوراً خواب کی تعبیر بیان کر دی میں محمد ہوں جبتک کہ مجھ کو قید سے آزاد نہ کرتے میں ہرگز خواب کی تعبیر نہ بیان کرتا۔

مقصود یہ ہے کہ قید کی مصیبت ایسی سخت بلا ہے کہ انبیائے کرام نے ایسا فرمایا ہے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ قیدیوں کے بارے میں عمال کو سخت تاکید کرتا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو اُن کو جلد رہا کیا جائے یہاں تک کہ آخر میں ہر ماہ کی پہلی تاریخ تمام کارکن قیدیوں کے حالات سے بادشاہ کو مطلع کرتے تھے۔

بادشاہ کی دوسری مصروفیت یہ تھی کہ مساجد کو آراستہ کرے۔ فیروز شاہ نے حکم دیا تھا کہ تمام شہر کی مساجد کا حال بادشاہ کے حضور میں پیش کریں اس لئے کہ بعض مساجد ایسی تھیں کہ اُن کے بانی وفات پا چکے تھے یا یہ کہ نادار ہو گئے تھے اور بعض مسجدیں پرانی اور شکستہ ہو گئی تھیں۔

عمال بارگاہ نے مفصل کیفیت بادشاہ کے حضور میں پیش کی۔

فیروز شاہ نے تمام مساجد میں امام و موذن مقرر کئے اور چراغ اور بوریا کے اخراجات کے لئے رقوم مصارف منظور کیں جو مسجدیں کہ خراب ہو گئی ہیں اُن کی مرمت کرائی اور اسی طرح تمام مساجد روشن و معمور ہو گئیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ قبل اس کے کہ قیامت قائم ہو تمام مسجدوں کو نفری کر کے اُن کو جنت میں لے جائینگے مساجد کی عظمت و بزرگی کا کیا ذکر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں مسجد تعمیر کی اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں قصر عطا فرماتا ہے۔

تیسری مشغولی بادشاہ کی مظلوموں کے حق میں دادرسی کرنا اور عدل و انصاف سے

ان کی فریاد سنتی تھی

فیروز شاہ نے اس معاملے میں سعی بلیغ کی اور بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ اگر عین سواری میں کوئی شخص اپنے حال ومال کے بابت معروضہ پیش کرتا تو بادشاہ اس مقام پر جہاں کہ سائل نے درخواست پیش کی ہے کھڑا ہو جاتا اور سائل سے فرماتا کہ اے مسکین میں نے بے شمار دفاتر اہل حاجت کی کاربرآری کے لئے مقرر کئے ہیں تو نے اپنا معروضہ ان دفاتر میں کیوں نہ پیش کیا۔

اگر یہ شخص جواب میں عرض کرتا کہ میں نے بارہا ان دفاتر میں عرض کیا اور اپنے غم و الم کی شرح بیان کی لیکن ان محکمہ جات کے عمال وحکام نے میرے حال پر توجہ نہ کی۔ ان حکام کی غفلت و عدم توجہی سے تنگ آکر میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں۔

اس موقعے پر فیروز شاہ اصحاب دیوان کو اپنے حضور میں طلب کرتا اور ان سے سختی کے ساتھ باز پرس کر کے اہل حاجت کی کاربرآری کر دیتا۔

اگر یہ شخص اصحاب دیوان کی شکایت نہ بھی کرتا تو بھی بادشاہ اس شخص کی حاجت پوری کر کے قدم آگے بڑھاتا۔ غرضکہ آخر عمر میں بادشاہ کو انھیں چیزوں سے سروکار تھا۔

سبحان اللہ فیروز شاہ کی نیت صادق کا کیا کہنا کہ جتنے خصائل جداجد اسلاطین پیشین میں پائے جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان تمام اوصاف سے بادشاہ کو متصف فرمایا تھا بلکہ اس سے دو چند صفات حسنہ عطا فرمائے تھے بادشاہ کے اکثر اوصاف وہ تھے جو صرف اولیا اللہ میں پائے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے پوچھا کہ اگر خدا تم کو انسانی قالب میں دنیا میں بھیجے تو تم کیا خدمت اختیار کرو گے۔ جبریل نے عرض کیا کہ میں سلاطین کی امداد کروں گا اس لئے کہ اہل حاجت کی عقدہ کشائی اسی گروہ سے متعلق ہے۔

پندرھواں مقدمہ

حضرت سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا بادشاہ سے آخری ملاقات کرنا

روایت ہے کہ حضرت سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ ہر دوسرے یا تیسرے سال

بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لئے اوجہ سے فیروز آباد تشریف لاتے بادشاہ اور جناب سید کے درمیان بیحد محبت تھی اور ہر دو بزرگوار اس محبت میں اضافہ کرنے کی سعی فرماتے تھے۔

حضرت سید جب اوجہ سے تشریف لاتے اور فیروز آباد کے نواح میں پہنچتے تو بادشاہ منند تک حضرت کے استقبال کو جاتا اور ملاقات کے بعد جناب ممدوح کو بیحد اعزاز کے ساتھ شہر میں لاتا۔

جناب سید کبھی تو منارہ سے متصل کوشک معظم کے اندر اور کبھی شفاخانے میں اور کبھی شاہزادہ فتح خاں کے خطیرہ میں قیام فرماتے تھے۔

مختصر یہ کہ جناب سید اپنے قیام گاہ سے مقررہ طریقے کے مطابق بادشاہ سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے اور جیسے ہی کہ حضرت ممدوح محل حجاب میں پہنچکر سلام کرتے تو بادشاہ باوجود اس عظمت وشان کے تختگاہ پر استادہ ہو جاتا اور بیحد تواضع کے ساتھ جناب سید سے ملاقات کرتا اور اُس کے بعد ہر دو بزرگ بالائے جام خانہ تشریف فرما ہوتے۔

جب حضرت سید واپس ہوتے اس وقت بھی فیروز شاہ بالائے جام خانہ تعظیم کے لئے استادہ ہوتا اور جب تک کہ حضرت ممدوح محل حجاب تک نہ پہنچتے بادشاہ اُسی طرح کھڑا رہتا۔

حضرت سید بادشاہ کو سلام کرتے اور بادشاہ جواب میں حضرت کو سلام کرتا اور جب حضرت ممدوح نظر سے غائب ہو جاتے اُس وقت بادشاہ بیٹھ جاتا تھا۔

سبحان اللہ کیا حسن ادب تھا جو بادشاہ جناب سید کے لئے بجا لاتا تھا۔

فیروز شاہ بھی دوسرے تیسرے روز جناب سید کے قیام گاہ پر حضرت سے ملاقات کرنے کے لئے حاضر ہوتا اور ہر دو بزرگ باہم ایکجا ہو کر محبت آمیز گفتگو فرماتے تھے۔

اوجہ اور دہلی کے باشندے اپنی حاجات جناب سید کے حضور میں عرض کرتے اور حضرت سید اپنے خدام کو حکم دیتے کہ ان حاجات کو قلم بند کریں۔

جب بادشاہ حضرت کی ملاقات کو آتا تو جناب ممدوح وہ کاغذ فیروز شاہ کی خدمت میں پیش فرماتے اور بادشاہ اُس کاغذ کو غور سے ملاحظہ فرما کر ہر حاجت مند کی اُسی معروضے کے مطابق حاجت روائی کرتا چند روز کے بعد جناب سید فیروز آباد سے اوجہ روانہ ہو جاتے اور حضرت شاہ اسی طرح ایک منزل مشایعت کرتا۔

غرضکہ جناب سید اور بادشاہ کے درمیان تا چند سال یہ سلسلہ محبت جاری رہا اور

جب جناب سید بادشاہ کی ملاقات کو تشریف لائے تو ہر مرتبہ سے کچھ زاید قیام فرمایا اور اس کے بعد اوجہ روانہ ہوئے۔

جب حضرت سید جلال بادشاہ سے رخصت ہونے لگے اور محبت آمیز گفتگو میں اپنے وطن جانے کا تذکرہ فرمایا تو بادشاہ سے کہا کہ دعاگو کا گمان یہ ہے کہ میری اور حضرت شاہ کی آخری ملاقات ہے۔

دعاگو کی عمر آخر کو پہنچ چکی اور حضرت شاہ کا سن بھی زاید ہو چکا اس سن و سال میں بادشاہ کو سیر و شکار کے لئے دہلی سے زیادہ دور جانا مناسب نہیں ہے۔

تمت

صحت نامہ

تاریخ فیروزشاہی (عفیف)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١٦	٢٥	سرّہ العزیر	سرۃ العزیزہ	٨٩	٣	کبا کہ مستیت الٰہی	کیا کہ مشیت الٰہی
٢٧	٨	غدرہ	عذر	״	١٨	خاندان	خانان
٣٣	١٤	فیروہ	فیروز	٩٧	١٠	فنوٰی	فتوٰی
״	١٩	کرسکوں کی	کرسکوں گی	١٠٦	١٥	جہانداری	جہانداری میں
٣٤	١٧	جہانداری کی	جہانداری کی تعلیم	١٢٥	١٢	کوے	کرے
٤٢	٢٥	ناتار خاں	تاتار خاں	١٣١	٢٥	اس باغ	اس باغ کا
٤٥	١٧	نکالا تھا	نہ نکالا تھا	١٣٧	٨	قسم نہم	قسم سوم
٤٦	١٦	ہمرائیوں	ہمراہیوں	١٩٣	٩	بندگان	بندگان کو
٤٨	١١	پرورگار عالم	پروردگار عالم	١٩٥	١	جوبینی	خود بینی
٨١	١١	بڑھا جانا	پڑھا جاتا	١٩٧	٨	تغدار	تیغدار
״	١٢	حطبیوں	خطبیوں	١٩٨	١٠	بھی	یہی
״	٢٤	حصرت	حضرت	٢٠٨	٦	بناکردہ	کے بناکردہ
״	٢٥	حضر	حضرت				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۵	۲۱	نصیحت کیا	نصیحت کی	۲۸۴	۸	فہم فراست	فہم وفراست
۲۴۲	۲	عامل	عاقل	۲۸۵	؍؍	علاقی برادر	علاقی برادر
۲۴۸	۱۴	جواہرلگار	جواہرنگار	۲۹۵	۲	+	دسواں مقدمہ
۲۵۶	۲	تے آتے تھے	لے آتے تھے	۲۹۸	۱۷	نے	سے
۲۶۳	۳	باچاک	یاچاک	۳۰۲	۴	اعنیان	اعیان
۲۶۸	۲۵	فہم	مبہم	۳۰۴	۲۵	ماضرین	حاضرین
۲۷۴	۲	ان کے طرف	ان کی طرف	۳۱۱	۳	میرفرش	میرفرش کی
؍؍	۵	کم ہوگیا	گم ہوگیا	۳۱۴	۱۴	موقعے	موقع پر
۲۷۵	۱۳	شعبے جات	شعبہ جات	۳۱۵	۲۲	سے	نے
۲۷۹	۴	معین الملاک	عین الملک	۳۲۲	۶	اپنی	اپنے
؍؍	؍؍	لاتا	لانا	۳۲۳	۱۷	دورلے	دوڑنے
۲۸۰	۸	برقرار ہے	برقرار رہے	۳۲۷	۷	بہرہ دار	پہرہ دار
۲۸۲	۹	+	تھا	۳۳۳	۱۶	×	پندرھواں مقدمہ

